ذوقِ خطیب

تالیف

ابوالوفا قاری
فیض المصطفیٰ عتیقی

مکتبۂ نوریۂ رضویہ

ذوقِ خطیب

تالیف

ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ اعتیقی

مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد

نام کتاب —— ذوقِ خطیب (اوّل)

مولف —— ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

خطیب جامع مسجد عزیزیہ

واٹر سپلائی روڈ سرگودھا فون 700405

طابع —— سید حمایت رسول قادری

کتابت —— نذیر احمد

ایڈیشن —— سوم

تعداد —— ایک ہزار

صفحات —— ۴۶۴

سن اشاعت —— اپریل ۲۰۰۱ء

ناشر —— مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

قیمت —— روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد فون 626046

عتیقی کتب خانہ جامع مسجد عزیزیہ واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

فہرست مضامین

تقریظ

غزالی زماں رازی دوراں بحر العلوم امام المناظرین پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ شیخ الحدیث جامع اسلامیہ غوثیہ تلہ گنگ روڈ چکوال۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

عزیز فاضل جلیل حضرت علامہ ابوالوفا قاری فیض المصطفےٰ عتیقی زید مجدہٗ کی کتاب ہذا "ذوق خطیب" بعض مقامات سے پڑھنے کا اتفاق ہوا، ماشاء اللہ بڑی مدلل اور واعظانہ انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب سے قبل بھی کئی کتابیں علمائے کرام نے لکھیں لیکن اس کتاب کا انداز بڑا ہی نرالا ہے۔ علامہ عتیقی نے ہر واعظ کو آسان الفاظ اور مدلل انداز سے تحریر کیا تاکہ ہر قاری اس کتاب سے مستفیض ہو سکے اور انداز گفتگو اتنا سہل اور میٹھا کہ قاری کی طبیعت ہشاش بشاش ہو جائے۔ پھر عشاق محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مست کرنے کیلئے عربی، فارسی، اردو، پنجابی اشعار کو بڑے پیارے انداز سے ہر مضمون پر فٹ کیا جس نے کتاب کو مزید چار چاند لگا دیئے اور شان رسالت پر ایسا محبت سے قلم اُٹھایا کہ منکرین کا رد بھی ہوتا جائے اور عاشق جھومتے بھی جائیں اور ہونا بھی یہی چاہیئے کیونکہ جس مجلس میں جس وعظ میں جس تقریر میں جس تحریر میں محبت مصطفےٰ علیہ السلام کی خوشبو نہ ہو تو وہ مجلس وہ وعظ وہ تقریر وہ اُس کاغذ کے پھول کی مانند ہے کہ دور سے تو پھول نظر آئے لیکن حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو یعنی پھول ہو لیکن خوشبو نہ ہو پھول ہو، پھول ہو لیکن پھول جیسی مہک نہ ہو، پھول ہو لیکن پھول جیسی مستی نہ ہو۔ الحمد للہ علامہ عتیقی کی یہ دوسری کاوش ہے اس سے قبل خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ پر ایک

بے مثال کتاب "ماہِ اجمیر" لکھ کر عوام، طلباء، مقررین، واعظین اور علماء سے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ فقیر کی دعا ہے کہ اللہ رب العزت، نبیٔ کریم علیہ السلام کی نعلین مقدس کے صدقے سے اس کتاب بلکہ علامہ عتیقی کی تمام تصانیف کو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیئے زیادہ سے زیادہ نفع بخش فرمائے اور مصنف کے علم عمل آواز تحریر، تقریر، عزت، گھر بار، مال و جان اور اولاد میں برکتیں رحمتیں فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بِجاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ الرَّؤُفُ الرَّحِیْمِ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالتَّسْلِیْم

وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

خاکِ پائے غوث الوریٰ شاہِ جیلاں

فقیر السید محمد زبیر شاہ القادری غفرلہٗ
خادم التفسیر والحدیث و بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ
غوثیہ ــــ تلہ گنگ روڈ ــــ چکوال۔

۸ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ یکم مئی بروز ہفتہ ۱۹۹۳ء

تقریظ

مناظر اسلام خطیب پاکستان محسن اہلسنت فاتح نجدیت قاطع رفضیت عالم باعمل رئیس المحررین الحاج حضرت علامہ مولانا ابو الحامد محمد ضیاء اللہ قادری دامت برکاتہم سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔

فاضل محترم حضرت علامہ ابو الوفا قاری فیض المصطفےٰ عتیقی آج سے دو سال قبلے یعنی ۱۹۹۱ء میں کراچی دار العلوم امجدیہ سے سند حدیث کی فراغت کے بعد ضلع چکوال کے سب سے تاریک علاقے اور مرکز نجدیت بوچھال کلاں معرفت خطیب پاکستان علامہ قاضی منظور احمد چشتی گولڑوی تشریف لائے ہمیں یہ وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ فاضل محترم اتنے قلیل عرصہ میں اسقدر مسلک حق اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے لیئے قربانی دیکر اپنا مقام اہلسنت وجماعت کے عوام علماء میں پیدا کر لیں گے لہذا یہ حقیقت ہے کہ رب کائنات نے حق کو ہمیشہ سرخرو کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے، اسلیئے علامہ عتیقی جیسے نڈر عالم کو اللہ پاک نے بوچھال کلاں کی سرزمین پر بھیجا، علامہ عتیقی نے دو سال کے قلیل عرصہ میں نجدیت کے قلعہ میں زلزلہ پیدا کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ نجدیوں نے آپ سے دو مرتبہ علم غیب گیارہویں شریف پر مناظرہ کیا۔ آپ کی ذات پر حملے کرائے تھانے بلوایا، عدالت میں پیش کرایا، بال بچوں پر ظالمانہ حملے کرائے، چھ ماہ تک ضلع چکوال کی حدود میں تقریروں پر بین لگوایا اور ہر تقریر کو سی آئی ڈی والوں سے نوٹ کرایا۔ لیکن الحمد للہ نجدیوں کو ہر میدان شکست ہوئی اور کچھ بھی نہ بنا۔ کیونکہ بنتا اس کا کچھ ہے جو حق پر ہو صراط مستقیم پر ہو لیکن جس کا حق سے تعلق نہ ہو، وہ تا زندگی ذلیل و خوار ہی رہتا ہے۔ علامہ عتیقی آج بھی رب العزت کی مہربانی سے محبوب کریم علیہ السلام کے طفیل نجدیوں کے سامنے ایک مضبوط پہاڑ کی طرح قائم ہیں، اللہ عزوجل تا حیات یہ سلسلہ جاری و ساری رکھے آمین —— ماشاء اللہ!

علامہ عتیقی

پاکستان کے کونے کونے میں تقریر کرنے کیلئے تشریف لیجاتے ہیں اور اپنی خوبصورت آواز و انداز سے لوگوں کے دلوں کو گرما کر دادِ تحسین حاصل کرتے ہیں، انداز بڑا پیارا الجھا ہوا سمجھانے کا منفرد انداز جس سے سننے والے خوب محظوظ ہوتے ہیں۔ آپ نے تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے جو کہ ایک اچھا اقدام ہے۔ ہماری سُنّی برادری تحریر کے میدان میں بڑی پیچھے تھی لیکن اب بحمد للہ سُنّی بیدار ہو چکے ہیں اور تحریری میدان میں بھی ہر باطل مسلک کا قلع قمع کر رہے ہیں جس کی ایک کڑی علامہ عتیقی کی تازہ تصنیف "ذوقِ خطیب" ہے جو کہ تحقیقی طور سے ایک منفرد کتاب ہے۔ اس سے قبل بھی ایک کتاب "ماہِ اجمیر" پاکستان بھر میں دستیاب ہے اور بیس (۲۰) عدد اور کتابوں کے مسودات تیاری کے مراحل سے گزر کر عنقریب عوام اہلسنّت کے ہاتھوں میں ہونگے۔ کتاب ہذا کے بعض مقامات کو دیکھا، تحقیق کے ساتھ ساتھ ہر لفظ عشقِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا نظر آیا۔ لیکن یہ کمال نہ عتیقی صاحب کا ہے اور نہ ہی ان کے زورِ قلم کا مگر یہ کمال میرے ربّ العزت کا جس سے چاہے اپنے اور اپنے محبوب علیہ السلام کے در کی گدائی عطا فرما کر دین و دنیا سنوار دے۔ مولا کریم سے دعا ہے ربّ کائنات چہرۂ مصطفےٰ علیہ السلام کے توسل سے علامہ عتیقی کی یہ محنت اپنی بارگاہِ ناز میں قبول فرمائے اور تا قیامت یہ صدقہ جاری و ساری فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ محبوب ربّ الکریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم وصل علیہ۔

طالبِ شفاعت نبی کریم علیہ السلام

فقیر ابو الحامد محمد ضیاء اللہ قادری غفرلہ

خطیب مرکزی مسجد علامہ عبد الحکیم علیہ الرحمۃ

تحصیل بازار۔ سیالکوٹ

۱۰ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ۔ ۳ مئی بروز پیر ۱۹۹۳ء

تقریظ

خطیب پاکستان شمشیر بے نیام قاطع نجدیت شیر اہلسنّت شہباز خطابت حضرت علامہ قاضی منظور احمد صاحب مدہ ظلہ العالی خطیب اعظم شہر سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جآء الحق وزھق الباطل ۔ "آگیا ہے حق اور مٹ گیا ہے باطل"

برادر مکرم حضرت علامہ مولانا ابو الوفا قاری فیض المصطفٰے عتیقی صاحب کی تصنیف لطیف "ذوق خطیب" اوّل تا آخر مطالعہ کیا ۔ مولانا نے امام الانبیاء مختارِ کُل حبیب کبریا حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد شریف کے موضوع پر محنت شاقہ فرما کر اس کو مرتب کیا جس پر میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں ۔ فضائل اور کمالات کے ساتھ منکرین کے اعتراضات کے جوابات بھی دلائل قاطعہ سے بیان فرمائے ہیں ۔ عتیقی صاحب چونکہ ایک بے نظیر خطیب بھی ہیں اسلئے انہوں خطیبانہ انداز میں اس کو تحریر فرمایا ہے جو کہ احسن قدم ہے ۔ جگہ جگہ اشعار اور حکایات نے اس کی دلچسپی میں اور اضافہ کر دیا ہے ۔ یہ کتاب عوام اور خواص دونوں کیلئے نہایت ہی مفید ہے ۔ دعا ہے کہ مولا کریم علامہ عتیقی کی اس کاوش کو قبول فرما کر عالم اسلام کی خیر و فلاح کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین بجاہ نبی الکریم علیہ الصلاۃ والسلام ۔ طالب شفاعت محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ——— قاضی منظور احمد چشتی

خطیب مرکزی جامع مسجد کمیٹی باغ سرگودھا ۔ بروز ہفتہ ۲۴ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ، ۱۳ اگست ۱۹۹۳ء

اَلاِنتِسَابْ

فقیر اپنی اس تالیف کو حضور پُرنور شافع یوم النشور سرورِ کائنات فخرِ موجودات باعثِ تخلیقِ کائنات منبعِ کمالات خلاصۂ موجودات معلّمِ کائنات مقصودِ کائنات شفیعِ معظم نورِ مجسم ہادئ کُل ختم الرسل مولائے کُل امام الاوّلین و الآخرین حبیبِ کبریا احمد مجتبٰی سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

پس یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے
کہ دن رات محبوب کے گیت گاتا رہوں

سگِ کوچہ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ابوالوفا قاری فیض المصطفٰے اعتیفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم ط

نگاہِ اوّل

تمام تعریفیں اس اللہ عزّوجلّ کے لئے ہیں جس نے ساری کائنات کو تخلیق فرمایا پھر کروڑوں درود و سلام ہوں اس محبوبِ اعظم کی ذات پر جس کے صدقے یہ کائنات ساری معرضِ وجود میں آئی۔ اللہ پاک نے جتنی بھی مخلوق بنائی ہے، ان میں سے افضل اور اشرف المخلوقات انسان کو پیدا فرما کر اللہ پاک نے انسان پر احسانِ عظیم فرمایا۔ جتنے بھی دُنیا میں انسان آئے ہیں یا قیامت تک آتے رہیں گے، ہر انسان کی کوئی نہ کوئی دِلی آرزو ہوتی ہے جس کو وہ سامنے رکھ کر زندگی گزارنے کی سعی کرتا ہے۔ مثلاً کوئی چاہتا ہے کہ میں بہت بڑا سیاست دان بن جاؤں، کوئی چاہتا ہے کہ مَیں بہت بڑا انجینئر بن جاؤں، کوئی چاہتا ہے کہ مَیں بہت بڑا جرنل کرنل بن جاؤں، کوئی چاہتا ہے مَیں بہت بڑا سرمایہ دار، جاگیر دار بن جاؤں، کوئی چاہتا ہے مَیں بہت بڑا سائنسدان بن جاؤں۔ کوئی چاہتا ہے کہ مَیں بہت بڑا ڈاکٹر بن جاؤں۔ غرضیکہ دُنیا کا ہر انسان کسی نہ کسی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ لیکن معزّز ناظرین فقیر عتیقی کی بھی ایک تمنّا ہے، ایک آرزو ہے، ایک حسرت ہے، ایک سعی ہے، وہ کیا ہے؟ کہ فقیر، اللہ عزّوجلّ کے محبوب کے ثناخوانوں میں سے ایک حقیر سا ثناخواں بن جائے، تاکہ کل قیامت کے دِن جب ثناخوان، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ناموں کو پکارا جائے تو ان ناموں میں فقیر عتیقی کا نام بھی پکارا جائے۔

پس یہی تڑپ ہے، یہی دِل کی صدا ہے، یہی دِل کی صدا ہے، یہی زِندگی کا مِشن ہے۔ اس

اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فقیر نے یہ ناتمام کوشش کی جسارت کی ہے، اپنے حقیر الفاظ سے کملی والے آقا علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ پر چند الفاظ اور معمولی سا ہدیۂ ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، مَیں جانتا ہوں مجھ سے قبل علمائے اہلِ سُنت کے جیّد جیّد علماء نے اس موضوع پر بے مثال کتابیں تحریر فرما کر عوام سے دادِ تحسین حاصل کیا ہے۔ اللہ عزوجل ان کی یہ محنت اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرمائے، لیکن محبوبِ کریم علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ آجتک کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ مَیں نے کملی والے کی سیرت لکھ کر انتہاء کر دی ہے، اب مزید لکھنے کی حاجت نہیں، یہ کسی نے نہیں کہا اور نہ ہی کوئی کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ جب آپ کی ذات کو آپ کی حقیقت کو کملی والے کا یارِ غار نہیں سمجھ سکا تو بھلا اور کون ہے جو حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھے۔ بس ہر لکھنے والا اپنی استطاعت کے مطابق، اپنے ظرف کے مطابق سرکار کی بارگاہ سے لکھ کر فیوض و برکات حاصل کر رہا ہے۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے پلّے کچھ بھی نہیں، نہ علم، نہ عمل، نہ صورت نہ سیرت نہ ڈھنگ نہ رنگ لیکن کملی والا، ان چیزوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو غلاموں کے دلوں دیکھتا ہے کہ آنے والا کس نسبت سے کاسۂ گدائی لیے حاضر ہوا ہے۔ پھر وہ جھولیاں بھر بھر کے دیتا ہے —— اس کتاب کو لکھنے سے پہلے فقیر نے اس کا مسوّدہ تیار کرنے میں بڑی محنت کی ہے، اگرچہ تقاریر، تبلیغی پروگرام الحمدللہ بہت ہوتے ہیں لیکن جب بھی ٹائم مِلا تو تحقیق کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اتنی مصروفیات کے باوجود یہ کتاب مکمل ہو گئی۔ الحمدللہ اب فقیر اپنی محنت میں کہاں تک کامیاب ہُوا یہ تو ناظرین پر منحصر ہے فیصلہ آپ نے کرنا ہے، اگر کوئی بات غلط ہو، پسند نہ آئے تو یہ سب میرے نفس کی شامت ہو گئی، میری غلطی ہو گی، آپ کی رہنمائی میں تصحیح ہو جائے گی۔ اگر کوئی بات پسند آجائے اچھی ہو، دل کو بھا جائے تو اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہو گا بلکہ یہ سب میرے پیارے اللہ عزوجل

کی مہربانی ہو گی جو اُس نے فقیر سے لکھوا ڈالی۔ بات پسند آئے تو کنجوسی نہ کرنا، دل کی گہرائیوں سے ضرور دُعا کرنا تاکہ فقیر اپنے تمام نیک مقاصد میں کامیاب ہو جائے ـــــ آمین ثم آمین۔ اللہ تعالیٰ قیامت اس کتاب کو، بلکہ فقیر کی تمام تصانیف کو نافع بنائے۔ آمین۔ اس مدنی ماہیئے کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ ـــــ

سُن عرض لاچاراں دی ـــــ ہتھ وچ تیرے سوہنیاں لجّ اساں گنہگاراں دی

والسلام

خادم الاولیاء والعُلماء

ابوالوفا قاری فیض المُصطفےٰ اعتیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پہلا وعظ مبارک

میلاد پاک منانا

کس کی سُنّت ہے؟

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ المُرسَلِینَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَاَھلِ بَیتِہٖ وَاَولِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَاَھلِ سُنَّتِہٖ اَجمَعِینَ لَا نَبِیَّ بَعدَہٗ ۔ ھُوَ رَحمَۃٌ لِّلعٰلَمِینَ وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَشَفِیعُ المُذنِبِینَ ۔ اَمَّا بَعدُ فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ۔ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ قُل بِفَضلِ اللّٰہِ وَبِرَحمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلیَفرَحُوا ھُوَ خَیرٌ مِّمَّا یَجمَعُونَ ۔

قُل بِفَضلِ اللّٰہِ وَبِرَحمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلیَفرَحُوا ھُوَ خَیرٌ مِّمَّا یَجمَعُونَ

پ ۱۱ - ع ۱۱ - آیت ۵۸

ترجمہ :- "اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمت کے ملنے پر خوشیاں مناؤ، پس یہ خوشیاں منانا بہتر ہے اس سے جن کو وہ اپنے گھروں میں جمع کرتے ہیں۔"

حضرات محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں مسلمانوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمت کے ملنے پر خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے کہ ایمان والو! جب تم پر اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کے دروازے کھل جائیں اللہ کریم کے فضل و کرم کی بارشیں ہونے لگیں تو پھر اللہ کا شکریہ بجالانے کے لیے خوب مسرت اور خوشی کا اظہار کرو۔

اسلام اور ہم

سامعین کرام! ہم مسلمان ہیں اور ہمارا دین اسلام ہے۔ جس اسلام اور دین کے ماننے والے ہم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بھی بڑا پیارا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ پ ۳ آیت ۱۹ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ "بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے"

اسلام نام ہے غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر کوئی آدمی نبی کریم علیہ السلام کی غلامی کو چھوڑ کر خدا تک پہنچنا چاہے تو محال ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص قرآن کو چھوڑ کر، اسلام کو چھوڑ کر خدا کا مقبول بننا چاہے تو یہ بھی مشکل ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۳۲)

حضور سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے پاس توریت شریف کا ایک نسخہ تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس یہ توریت شریف کا نسخہ ہے۔ تو نبی کریم علیہ السلام یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ توریت شریف کا نسخہ تلاوت کرنا شروع کر دیا۔

وَوَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ ۔ "تو نبی کریم علیہ السلام کا چہرہ انور غصے کے عالم میں تبدیل ہونے لگا۔"

لیکن فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام کی ناراضگی کا پتہ نہ چلا آپ توریت شریف پڑھتے رہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ پاس ہی بیٹھے تھے وہ حضور علیہ السلام کا چہرہ انور دیکھ رہے تھے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ثَکِلَتْکَ الثَّوَاکِلُ مَا تَرٰی مَا بِوَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہ تمہیں رونے والی روئیں یہ عرب کے محاورے میں اظہار نفرت و غضب کیلئے الفاظ استعمال

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ہوتے ہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا چہرہ انور کا حال نہیں دیکھ رہے۔"

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے توریت شریف سے نظر اٹھائی اور رسول دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھنے لگے اور ساتھ ہی عرض کرنے لگے:۔

فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِه رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفےٰ کے نبی ہونے سے راضی ہیں۔"

محترم سامعین! حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ حضور علیہ السلام کو راضی کرنے کے لیئے یہی کلمات عرض کرتے تھے، جب یہ کلمات عرض کیئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِه لَوْبَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ کہ اے عمر مجھے قسم ہے اس رب کائنات کی جسکے قبضے میں محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر سے ظاہر ہو جائیں اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ اور گمراہ ہو جاؤ۔" وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِىْ لَاتَّبَعَنِىْ۔ "پھر فرمایا کہ آج اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوّت پاتے تو وہ میری پیروی کرتے۔"

سُبحان اللہ ــــ معلوم ہُوا کہ اسلام کو چھوڑ کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کو چھوڑ کر کسی اور دین یا کسی اور نبی کی تابعداری بھی کی جائے تو بھی کامیابی ناممکن ہے کیونکہ اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے۔ اس دین کے ہوتے ہُوئے کسی اور دین کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

محترم بزرگو! دوستو! اسلام نے ہم مسلمانوں کو صرف عبادت یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ کا ہی حکم نہیں دیا بلکہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے پر نظر رکھی کیونکہ انسانی زندگی میں خوشی کے مواقع بھی آتے ہیں اور غم کے مواقع بھی، دوسرے مذہب کے لوگ غم کے موقعوں پر خدا کو بھول جاتے ہیں اور خوشی کے موقعوں پر بھی بھول جاتے ہیں مگر اسلام نے دونوں وقتوں پر ہماری راہنمائی فرمائی اور بتا دیا کہ اے انسان، اے مسلمان اے ربِّ کائنات کو وحدہٗ لاشریک ماننے والے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے اگر غم کا موقعہ آئے تو غم کیسے منا، خوشی کا وقت آجائے تو خوشی کیسے منا۔ اگر مصیبت آجائے، اگر تکلیف آجائے، اگر امتحان کا وقت آجائے، اگر غم پر غم آنے لگیں تو صبر کر کیونکہ پارہ ۲ آیت ۱۵۳ میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:—

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ "بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے"

میرے بزرگو، دوستو! یاد رکھو ہر عبادت کے کرنے پر ثواب کی ایک مقدار مقرر ہے۔ مگر صبر کرنے پر ثواب کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ صبر کرنے والے کو بے حساب ثواب ملتا ہے کیونکہ صبر کرنا بہت کٹھن اور دشوار اور مشکل کام ہے لہٰذا اس کا اجر و ثواب بھی بے شمار ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید کے پارہ ۲۳ سورۂ زمر آیت ۱۰ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ "مصائب و آلام میں صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔"

مصیبت اور غم کے وقت صبر کرنا یہ انبیاء کرام علیہم السّلام اور اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنّت ہے۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنا سارا مال خیرات کر کے اپنے فرزند کو ذبح کر کے اور خود کو نمرودی آگ میں پہنچا کر صبر کی مثال قائم کردی۔ حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام نے سخت بیماری برداشت فرما کر دوسری مثال قائم کردی، ہمارے پیارے نبی سیّدنا و مولانا حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفّار

مکّہ کی سختیاں جھیل کر، طائف والوں کی سختیوں پر انہیں دعائیں دے کر گذشتہ صابرین کے صبروں پر مہر لگادی۔ سیّدنا و مولانا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ کربلا میں اپنے بچوّں کو اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح کروا کر تین دن کا روزہ رکھ کر پیاسے حلق پر خنجر چلوا کر اس آیت کریمہ کی قیامت تک نہ مٹنے والی تفسیر کر دی ہمیں چاہیئے کہ اپنی مصیبتوں میں انہی حضرات کے واقعات سامنے رکھ کر صبر کر لیا کریں۔

ایاز اور صبر حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک غلام تھا جس کا نام تھا ایاز، حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے غلام ایاز سے بڑی محبت تھی کیوں اسلئے کہ یہ بڑے عقلمند، بڑے باوفا اور بڑے ہی صابر تھے۔ ایک مرتبہ انہی ایاز کو لوگوں نے دیکھا کہ ایک ہاتھی پر سوار ہے

اور نہایت شان و شوکت سے ان کا جلوس نکالا جا رہا ہے۔ حضرت ایاز بڑے خوش ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہی ایاز پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہے اور گلے میں جوتوں کا ہار اور ساتھ ساتھ لوگوں نے جلوس نکالا ہوا ہے۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ایاز سے پوچھا — ایاز نے فرمایا کیا بات ہے — اس سوال کرنے والے نے کہا، کہ وہ کیا تھا اور آج یہ کیا ہے؟ — ایاز نے مسکراتے ہوئے فرمایا! کہ اس دن تو۔ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ "اللہ عزت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔" کا ظہور تھا — اور آج یہ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ " اور آج اللہ ذلیل کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔" کی جلوہ گری ہے — نہ اس دن اپنا تھا اور نہ آج اپنا، یہ سب اسی کی قدرت کی جلوہ گری ہے۔ ع

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہے

ان خوبیوں کو دیکھتے ہوئے سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ایاز کو اپنا غلام خاص بنا لیا تھا۔ (تذکرۂ غوثیہ ص ۳۹)

یہ تو تھی بات مصیبت کی اور اگر اللہ تبارک و تعالیٰ خوشیوں کے مواقع عطا فرمائے نعمتوں کا ظہور فرمائے، اگر اپنے فضل اور رحمت کی بارش برسائے تو پھر اسکا ایسا شکریہ کرنا چاہیئے کہ نعمتیں دینے والا بھی خوش ہو جائے اور مزید رحمتیں اور عنایتوں کی بارشیں برسائے کیونکہ رحمتوں کے ملنے پہ اگر اس کا شکریہ بجالایا جائے تو رب کائنات مزید رحمتیں فرماتا ہے اور اگر رحمتیں ملنے پر ناشکری کی جائے تو دی ہوئی نعمتیں وہ چھین بھی لیتا ہے کیونکہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنت بھی ہے اور خالق و مالک کا قانون بھی ہے — چنانچہ اللہ تبارک و تعالےٰ قرآن مجید فرقان حمید کے پ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۷ میں ارشاد فرماتا ہے:—

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ "اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کر

كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔ دُونگا اور اگر تم نے ناشکری کی تو جان لو یقیناً

میرا عذاب شدید ہے ۔"

معلوم ہُوا کہ اللہ کی عنائتوں پر شکر کرنا چاہیئے، خوشی منانی چاہیئے رب کو راضی کرنے کے لیئے خیرات و صدقات کرنے چاہئیں، کیونکہ یہی شکر کرنے کا صحیح طریقہ ہے یہی ربّ کو راضی کرنے کا بہترین طریقہ ہے ۔

شکر کرنے کا فائدہ

حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی رہتا تھا جو بڑا مسکین، بڑا غریب تھا، ایک اس کی بیوی تھی اور ایک وہ خود تھا اتنا غریب تھا کہ اس کے پاس رہائش کیلئے کوئی مکان تک نہ تھا، بجائے مکان کے وہ پہاڑوں کے غاروں میں اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ پہننے کیلئے کپڑے تک نہیں تھے ایک چادر تھی جو محض نماز پڑھتے وقت باری باری میاں بیوی اوڑھکر نماز پڑھ لیتے تھے اور کھانے کا یہ حال تھا کہ دو دو دن تک بچارے بھوکے رہتے، کبھی مل جاتا تو اللہ کا شکر بجالاتے نہیں تو پانی پی کر وقت پاس کر لیتے۔ اس طرح وہ دونوں میاں بیوی پریشانی کے عالم میں زندگی کے دن کاٹ رہے تھے۔ حسنِ اتفاق سے ایک دن ان کے پاس سے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا گزر ہُوا تو دونوں میاں بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی، قدم بوسی کے بعد اپنی حقیقت عرض کرنے لگے کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی آپ کلیم اللہ ہیں، آپ کی نظروں سے کیا چیز پوشیدہ ہو سکتی ہے، حضور ہماری حالت پر بھی رحم فرمائیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہماری حقیقت بیان کریں کہ رب کائنات ہمارے حال پر رحم فرمائے، ہمیں تو ہر روز دو ٹائم کھانا بھی نہیں ملتا، مکان ہمارے پاس نہیں، پہننے کے لئے کپڑے نہیں ہمارے پاس۔ حضور اب یہ فاقہ کشی ہم سے برداشت نہیں ہوتی، اس سے تو بہتر ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں موت دیدے یا کلیم اللہ! آج رب کائنات کی بارگاہ میں ہمارے لیئے ضرور سفارش کرنا اور عرض کرنا کہ اے رازقِ مطلق تُو

سب کا رزّاق ہے، سب کو پیٹ بھر کے کھانا دیتا ہے اور جسم ڈھانپنے کیلئے کپڑے دیتا ہے اور سر چھُپانے کو مکان دیتا ہے لیکن اے ربّ لم یزل ہمارے لیئے تیری بارگاہ میں اس درجہ کمی ہے کہ نہ جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑا ہے، نہ سر چھپانے کو مکان ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ ہمیں ۲ دو ۲ دو دن تک کھانے کو نہیں ملتا۔ مولا کریم کیا ہماری قسمت میں پیٹ بھر کر کھانا تن چھُپانے کیلئے کپڑا نہیں لکھا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ہماری تیری بارگاہ میں گذارش ہے کہ تو موت عطا فرما، ورنہ جو کچھ ہماری قسمت میں ہے کھانے کیلئے لکھدیا ہے وہ ہمیں کل مل جائے۔ تاکہ ہم پیٹ بھر کر ایک دن ہی کھالیں پھر دیکھا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! مَیں خدا سے کلام کرنے کوہ طور پر جا رہا ہوں، انشاء اللہ تمہارا پیغام اللہ تعالیٰ تک پہنچا دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے سیدھے کوہ طور پر تشریف لے گئے، سلام و کلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، کہ اے ربّ کائنات آج تیرے ایک بندے نے مجھے تیری طرف ایک پیغام دیا ہے۔ مولا کریم تو بھیدوں کو جاننے والا ہے تو پوشیدہ باتوں سے واقف ہے، مجھے بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ تو ہر انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، لیکن پھر بھی بتائے دیتا ہوں کیونکہ یہ بھی تیرا ہی حکم ہے، پیغام دینے والے کا پیغام پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مُوسیٰ بتا وہ میرا بندہ میرے تک کیا پیغام پہنچانا چاہتا ہے۔ عرض کی کہ اے خالقِ دو جہاں تیرا بندہ کہتا ہے کہ مجھ پر دو دو وقت کے فاقے گزر جاتے ہیں اور مجھ کو پیٹ بھر کے کھانا نہیں ملتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیارے موسیٰ علیہ السلام جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے ہم نے اس کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے پس اُسی کے مطابق ہم نے نظام چلانے کا بندوبست کیا ہے۔ عرض کی مُولا کریم میں سمجھا نہیں کہ اس بندے کو اس قدر کم رزق کیوں ملتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اس میرے بندے کی زندگی ہم نے دُنیا میں بہت لکھی ہے لیکن رزق اس کی قسمت میں کم لکھّا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو رزق کم ملتا ہے۔" تاکہ یہ بندہ مر بھی نہ جائے اور زندہ رہ کر اپنی زندگی کے ایام پورے کر سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ کلام سُنکر بڑے خوش ہوئے اور عرض کی کہ اے ربّ کائنات اس بندے کی خواہش

ہے کہ جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے، جتنا رزق مجھے ساری عمر میں ملنا ہے، وہ مجھے ایک ہی دفعہ مِل جائے تاکہ میں اور میری بیوی پیٹ بھر کر کھا سکیں، بعد میں دیکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اگر آج ہی ہم اس کو ساری عمر کا رزق عطا فرما دیں تو پھر اس کو ہم تو رزق دیں گے نہیں، وہ کھائے گا کہاں سے؟۔ خیر اگر یہ بات کوئی اور کرتا تو ہم انکار کر دیتے لیکن تو ہے میرا پیغمبر، تو ہے میرا رسول اس لیئے ہم تیری سفارش منظور کر لیتے ہیں، اے موسیٰ علیہ السلام جا اس بندے کو کہہ دے، اللہ تعالیٰ تیری دعا قبول فرماتا ہے۔ کل ہم اس کے پاس ساری زندگی کا رزق اپنے فرشتے کے ذریعے پہنچا دیں گے، آگے وہ جانے اور اُس کی مرضی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ خوشخبری سُن کر اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑے، راستے میں اس بندے کو بھی اللہ تبارک و تعالےٰ کا پیغام سُنایا اور پھر اپنے دولت خانے پر تشریف لے گئے، رات ہوگئی، وہ غریب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ رات بھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا۔ جب صُبح ہوئی تو وہ غار سے باہر نکلا تو اس نے عجیب و غریب منظر دیکھا۔ ایک آدمی بڑے نورانی چہرے والا، پیاری پیاری صورت والا، بہت بڑے بڑے ٹرکوں پر ہر قسم کا اجناس یعنی گندم، باجرہ، جوار، مکئی چاول اور طرح طرح کے پھل مثلاً آم انگور، سیب، امرود اور کیلے غرضیکہ جتنے قسم کے پھل ہوتے ہیں، لادے غار کی طرف آ رہا ہے جب غار کے قریب پہنچا، سلام کیا۔ سلام کرنے کے بعد سارا سامان ٹرکوں سے اتروا دیا اور پھر سلام کرنے کے بعد چلا گیا۔ جب اس غریب آدمی نے دیکھا تو اس میں ایسی ایسی اجناس ایسے ایسے پھل تھے جو اس نے زندگی بھر دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ بڑا حیران ہُوا۔ بھئی یہ آدمی کون تھا، اور یہ سامان کس کا ہے؟ وہ آدمی دوڑتا ہُوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہُوا اور تمام حال زبانی کہہ سُنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، تُو جانتا ہے کہ تیرا وہ اجناس لانے والا کون تھا؟ عرض کی حضور مجھے تو پتہ نہیں۔ فرمایا میاں بات یہ ہے کہ وہ اجناس لانے والا کوئی عام انسان نہیں تھا بلکہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا نورانی فرشتہ تھا جو تیرے رزق پر مقرر ہے جو تمہیں رزق پہنچاتا تھا ہر روز۔ آج تمہارے سامنے وہ تمہاری زندگی بھر کا رزق لے کر آیا تھا۔ وہ بندہ یہ بات سُن کر بڑا خوش ہُوا۔

شہر گیا اور شہر بھر کے باورچیوں کو کھانا پکانے کے لئے اکٹھا کر کے لایا اور تمام کھانا اس نے پکوا دیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی کہ حضورؐ آج آپ کی دعوت میرے غریب خانے پر ہے لہٰذا ضرور تشریف لائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی دعوت کو قبول فرما لیا۔ پھر وہ شہر گیا اور مُنادی کرا دی کہ شہر کے جتنے غُربا، مساکین، یتیم اور لاوارث، بے سہارا ہیں ان سب کو میری طرف سے دعوت عام ہے، لہٰذا تمام حضرات آج میرے غریب خانے پر فلاں مقام پر تشریف لا کر ممنون فرمائیں۔ پھر وہ بندہ واپس اپنے ڈیرے پر آگیا اور اپنا سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا دیا اور کہا کہ مَولا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تُو نے مجھے گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے۔ مَولا میں، اس کرم کے قابل نہیں تھا جتنا تُو نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ یہ سب تیری بندہ نوازی ہے۔ ابھی وہ یہ دعا مانگ کر اپنے ربّ ذُوالجلال کا شکریہ ادا کر رہا تھا کہ سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شہر کے تمام غرباء، مساکین آگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کیا دیکھا کہ اس اللہ کے بندے نے سارا کھانا پکا دیا ہے اور لوگ کھانے کے لئے جمع ہیں۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ اب یہ باقی زندگی کیسے گزارے گا۔ کیونکہ رزق جو تھا اس کو سارا مِل گیا ہے۔ اب اس کا کیا بنے گا؟

اُدھر اس غریب بندے نے تمام شہر کے لوگوں کو کھانا کھلوانا شروع کر دیا۔ جب سارا کھانا ختم ہو چکا تو سارے لوگ واپس چلے گئے۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام بھی واپس تشریف لے گئے۔ اب دونوں میاں بیوی نے پیٹ بھر کر خوب کھانا کھایا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی شروع کر دی، جب صبح کا ٹائم ہُوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی پیاری پیاری صوُرت والا پھر ٹرکوں پر سامان لاد کر لایا اور اس غریب آدمی کے غار کے دروازے پر اتار کر چلا گیا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو پھر سارا کھانا پکوا کر غریبوں میں تقسیم کر دیا اور خود بھی پیٹ بھر کر میاں بیوی نے خوب کھایا۔ اگلی صبح ہوئی تو پھر وہ نوجوان آیا اور سامان چھوڑ کر چلا گیا۔ اس غریب آدمی نے پھر وہی طریقہ اختیار کیا۔ اب تو ہر روز کا یہی معمول ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر تقسیم کر دیتا اور صبح کو پھر وہ نوجوان سامان لے آتا۔ دونوں میاں بیوی کی زندگی بڑی عیش و عشرت سے

گزرنے لگی۔ جب یہ منظر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا سر جھکا دیا اور عرض کی کہ اے ربِّ کائنات تُو نے تو ارشاد فرمایا تھا کہ اس بندے کی قسمت میں رزق بہت کم ہے اور عمر بہت زیادہ ہے۔ لیکن مولا کریم یہاں معاملہ کچھ اور نظر آرہا ہے، یا اللہ اس کی قسمت کا رزق تو تُو نے عطا فرما دیا تھا جو اس نے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرا دیا تھا لیکن اب یہ روزانہ اس کو اتنا رزق کہاں سے مِل جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے کلیم اللہ! تو ہمارے بھیدوں کو نہیں جان سکتا۔ بلاشک اس کی قسمت میں رزق بہت کم تھا جو ہم نے تیری سفارش سے اسے ایک ہی مرتبہ عطا فرما دیا تھا، لیکن اس ہمارے بندے نے اور تیرے اُمتی نے ہم سے تجارت کرنی شروع کر دی یعنی جو رزق میں اس کو دیتا ہوں تو یہ میرا بندہ میرے نام پر میرے غریب، مسکین، یتیم بندوں کو کھلا دیتا ہے۔ اے پیارے غور کا مقام ہے جو بندہ میرے ساتھ تجارت کرتا ہے تو کیا میں خدا ربّ العالمین اس قدر ناانصاف ہو جاؤں کہ میں اس کو نفع نہ پہنچاؤں! اے کلیم اللہ جب دنیا والوں سے تجارت کرتے ہیں تو ان کو لاکھوں کا منافع ملتا ہے تو اس میرے بندے نے تو اپنے ربّ العالمین سے تجارت شروع کی ہے لہٰذا ہم اس کو اتنا منافع دیں گے کہ عُقبیٰ اور رہتی دُنیا تک لوگ ہمارے منافع کو یاد کر کے خوش ہوتے رہیں گے۔ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے جب یہ خُدائے ذوالجلال کی بات سُنی تو کہنے لگے کہ مولا ہم تیری قدرت کو نہیں سمجھ سکتے اور اگر میں کہوں تو یوں کہوں گا، جس کی ترجمانی محمد اعظم چشتی لاہوری نے یوں کی ہے۔

یارب ایہناں نوکاں تائیں جے میں دساں عادت تیری
کرم تیرے دی حد دکھاداں تے نالے دساں عنایت تیری
دیکھ کے وسعت فضل تیرے دی تے کرے کون عبادت تیری
اعظم ڈر دا گل نہ کردا تے متے رُس جائے رحمت تیری

(تفسیر نعیمی پ ۳ صفحہ ۴۷)

محترم سامعین کرام! یاد رکھیں کہ خوشی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک خوشی فخر کی ہوتی ہے دوسری خوشی رب کے شکر کی ہوتی ہے۔ فخر کی خوشی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، کیونکہ فخر کی خوشی میں انسان کی نظر اپنے نفس پر ہوتی ہے، غرور ہوتا ہے، ناجائز حرکتیں ہوتی ہیں مثلاً ناچنا گانا ڈھول تماشے بجانا یہ خوشی بہت بری ہے، ایسی خوشی ہرگز نہیں منانی چاہیئے۔ ایسی خوشی کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: پ۲۰ سورۃ قصص آیت ۷۶

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ۔ ”ایسی خوشی نہ مناؤ بیشک اللہ تعالیٰ ایسی خوشی منانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“

اور شکر کی خوشی، یہ ضرور منانی چاہیئے کیونکہ شکر کی خوشی میں انسان کی نظر اپنے نفس پر نہیں بلکہ اپنے رب رحمٰن پر ہوتی ہے۔ سر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہوتا ہے۔ زبان پر اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترانے ہوتے ہیں، حمد و ثناء اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے ایسی خوشی اللہ تعالیٰ کو بھی بڑی پسند ہے کیونکہ یہ خوشی صرف خوشی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی ہوتی ہے اور اس خوشی کو منانے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید پ۱۱ سورۃ یونس آیت ۵۸ میں خوشی منانے کا حکم دیتا ہے:۔

فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ ”پس ایسی خوشی مناؤ یہ خوشی منانا بہتر ہے اس سے جو تم گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔“

معلوم ہوا ممنوع خوشی اور ہے اور مامور خوشی اور ہے۔

خوشی کی قسمیں

خوشیاں مختلف قسم کی ہوتی ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ یوں تو ہمیں مختلف خوشی کے مواقع عطا فرماتا ہے اور ہم خوشی کرتے ہیں مثلاً بچے کی پیدائش کی خوشی شادی کی خوشی، بچے کے ختنہ کی خوشی، منگنی کی خوشی، لیکن بعض خوشیاں شخصی ہوتی ہیں یعنی جو ایک ہی شخص کو خوش کرتی ہیں، جیسے اللہ نہ کرے کوئی آدمی بیمار ہو جائے ایسا

بیمار ہو کر لاعلاج ہو جائے، ڈاکٹر طبیب اور حکیم اس کو جواب دے دیں اور وہ مایوسی کی زندگی گزار رہا ہو، اچانک، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اپنی قدرت سے ٹھیک کر دے اس کی صحت برقرار ہو جائے تو بولو وہ بندہ کتنا خوش ہوگا۔ اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی اور اس کو خوشی ہونی بھی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس پر اپنا کرم فرمایا، اس کو دوبارہ زندگی بخشی اس کو چلنے پھرنے کے قابل بنایا۔ اس کو شفاء ملنے پر اور لوگوں کو خوشی تو ہوگی لیکن جتنی خوشی اس کو ہوگی یا ہو سکتی ہے اتنی خوشی کسی اور کی نہیں ہوگی۔

بعض خوشیاں خاندانی ہوتی ہیں، یعنی جن کی وجہ سے پورا خاندان خوش ہوتا ہے جیسے کسی آدمی کے ہاں لڑکا پیدا ہو تو پورا خاندان خوش ہوگا، کیونکہ چچا کہے گا، میرا بھتیجا ہُوا ہے۔ ماں کہے گی میرا بیٹا پیدا ہُوا ہے، خالہ کہے گی میرا بھانجہ پیدا ہُوا ہے، پھُوپی کہے گی میرا بھتیجا پیدا ہُوا ہے، دادا کہے گا میرا پوتا پیدا ہُوا ہے، غرضیکہ ہر خاندان کا فرد اس پیدا ہونے والے بچے سے اپنی رشتہ داری ظاہر کر کے خوشی کا اظہار کرے گا۔

بعض خوشیاں پوری بستی سے تعلق رکھتی ہیں یعنی اس کی وجہ سے پورا شہر، پورا گاؤں خوشی میں ڈوبا ہُوا ہوتا ہے جیسے کسی گاؤں یا بستی یا شہر کے چوہدری، نمبردار، وڈیرہ، وزیر اور سفیر کے بیٹے کی شادی ہو تو وہ چوہدری، نمبردار، وڈیرہ، وزیر اور سفیر پورے شہر، گاؤں اور بستی کو اپنے بیٹے کی خوشی میں شریک ہونے کی دعوت دے تو بولو پورا شہر پوری بستی والے اور شہر والے خوش ہوں گے کہ نہیں ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔

بعض خوشیاں پورے صوبے سے تعلق رکھتی ہیں جیسے صوبے کا گورنر یا وزیر اعلیٰ پورے صوبے کی دعوت کرے تو پورے صوبے کے لوگ اس خوشی میں شریک ہوں گے۔ اسی طرح بعض خوشیاں پورے مُلک کے لئے ہوتی ہیں، جیسے کسی مُلک میں انتخابات ہوں اور ایک پارٹی واضح اکثریت سے جیت جائے اور اس پارٹی کے قائد کو مُلک کا وزیر اعظم بنا دیا جائے تو بولو پورے مُلک کے لوگ اس پارٹی کے قائد کے وزیر اعظم ہونے پر خوش ہوں گے کہ نہیں ضرور خوش ہونگے۔

لیکن میرے بزرگو، دوستو اور ساتھیو! اس آسمان کے نیچے اور اس زمین پر ایک ایسی بھی خوشی آئی جو عام خوشی تھی، یہ خوشی صرف کسی ایک انسان نے نہیں منائی، یہ خوشی صرف ایک خاندان نے نہیں منائی، یہ خوشی صرف ایک بستی یا ایک شہر نے نہیں منائی، یہ خوشی کسی ایک صوبے یا ایک ملک نے نہیں منائی بلکہ یہ خوشی تو تمام مخلوقات نے منائی۔ یہ خوشی انسانوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی حیوانوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی جنّوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی جمادات نے بھی منائی اور نباتات نے بھی منائی۔ یہ خوشی سمندر، دریا کے جانوروں نے بھی منائی۔ یہ خوشی مشرق والوں نے بھی منائی، یہ خوشی مغرب والوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی شمال والوں نے بھی منائی، یہ خوشی جنوب والوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی عرب والوں نے منائی یہ خوشی عجم والوں نے منائی۔ یہ خوشی مکہ والوں نے منائی، مدینہ والوں نے منائی، روس والوں نے منائی، چین والوں نے بھی منائی۔ برطانیہ والوں نے منائی امریکہ والوں نے منائی۔ زمین والوں نے منائی، آسمان والوں نے منائی۔ مکان والوں نے منائی، لامکان والوں نے منائی عرش والوں نے منائی فرش والوں نے منائی۔ جنّت کی حوروں نے منائی۔ جنّت کے رضوان نے منائی جنّت کے غلمان نے منائی۔ فرشتوں نے منائی۔ عزرائیل علیہ السلام نے منائی، اسرافیل علیہ السلام نے منائی۔ میکائیل علیہ السلام نے منائی۔ جبرائیل علیہ السلام نے منائی۔ نہیں نہیں خدا کی قسم، بلکہ خود رب العالمین نے یہ خوشی منائی۔

عظیم خوشی

حضراتِ محترم! آپ جانتے ہیں، یہ خوشی کون سی خوشی تھی؟ یہ خوشی تھی سیّد المرسلین رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین تاجدارِ انبیاء حبیبِ کبریا رسالت مآب حضور سیّدنا مولانا حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی خوشی۔ سامعین کرام جیسے حضور علیہ السلام رحمت اللعالمین ہیں ایسی ہی آپ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی بھی سرورالعالمین ہے۔

سبحان اللہ کیا خوب کہا کسی شاعر نے :-

وہ زمیں کی عید ہیں وہ آسماں کی عید ہیں
رحمۃ للعالمین کون و مکان کی عید ہیں
رحمتوں کا چاند بن کر جب ہوئے وہ جلوہ گر
ایک دُنیا نے کہا یہ دو جہاں کی عید ہیں
بھیج کر بزم جہاں میں دی مشیّت نے صدا
اے جہاں والو سنو یہ کُن فکاں کی عید ہیں

پھر خوشیوں کی عمریں مختلف ہوتی ہیں۔ کوئی خوشی ایک ساعت کے لئے ہوتی ہے تو کوئی خوشی دن بھر کے لئے ہوتی ہے۔ کوئی خوشی سال بھر کے لئے ہوتی ہے ــــ مگر یہ خوشی ولادت باسعادت سے لیکر منائی جارہی ہے اور انشاءاللہ تاقیامت منائی جاتی رہے گی اور ایمان والے اس خوشی کو ہمیشہ مناتے رہیں گے۔

سُنّت کی قسمیں

قبل اس کے کہ میں آپ کو یہ بتاؤں کہ نبی کریم علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی خوشی ساری کائنات نے کیسے منائی ہے،

یہ مسئلہ اور یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ سُنّت کی پانچ قسمیں ہیں ① سُنّتِ رب العالمین ② سُنّتِ محبوب رب العالمین ③ سُنّتِ انبیاء کرام علیہم السّلام ④ سُنّتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ⑤ سُنّتِ مُسلمین۔ اب ان کی تعریف سُنئے۔

○ سُنّتِ ربّ العالمین یعنی مخلوق پر رحم کرنا، کرم کرنا، عدل و انصاف کرنا، مخلوق کو معاف کرنا ان کی پردہ پوشی کرنا۔ مخلوق کو روزی عطا فرمانا اور توبہ کرنے والوں کو بخش دینا وغیرہ۔

○ سُنّتِ محبوبِ ربّ العالمین جیسے کسی کا دل نہ دُکھانا۔ معافی مانگنے والوں کو معاف کرنا۔ بے سہاروں کو سہارا دینا۔ گالیاں دینے والوں کو دعائیں دینا اور ان کو قبائیں عطا کرنا۔ کسی پر لعنت نہ کرنا، ہر چھوٹے بڑے کو پہلے سلام کرنا، غلام اور آقا میں ذرّہ بھر بھی فرق نہ کرنا وغیرہ۔

سُنّتِ انبیاء کرام علیہم السلام۔ جیسے داڑھی رکھنا۔ مونچھیں کٹوانا وغیرہ۔

سُنّتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یعنی وہ کام جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور صحابہ کرام اس کو اچھا سمجھ کر کرتے رہے ہوں۔ جیسے قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کرنا۔ بیس تراویح ہمیشہ باجماعت ادا کرنا۔ تراویح میں ہمیشہ قرآن پاک ختم کرنا وغیرہ۔

سُنّتِ مسلمین یعنی وہ کام جو زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہیں تھا اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں بھی نہیں تھا، مسلمانوں نے یہ کام بعد میں ایجاد کیا ہو لیکن سارے اولیاء، مشائخ علماء مفسّرین اور محدثین، ان کاموں کو اچھا سمجھتے ہوں اور ان کو کرتے رہے ہوں جیسے کہ ہمارے ہاں ایمان کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے۔ ایمان مفصل ایمان مجمل یہ دونوں ایمان نہ حضور علیہ السلام نے بنائیں، نہ صحابہ کرام نے بنائیں، اسی طرح چھ کلمے بچوں اور بڑوں کو یاد کرائے جاتے ہیں۔ ان کلموں کو چھ نہ حضور علیہ السلام نے بنایا نہ صحابہ کرام نے بنایا۔ قرآن شریف کے علیحدہ علیحدہ تیس ۳۰ پارے بنانا، قرآن میں رکوع قائم کرنا، حروف پر اعراب یعنی زبر، زیر، پیش، شد، مد جزم لگانا، یہ کام نہ حضور علیہ السلام نے کیا نہ صحابہ کرام نے کیا، جمعے کے خطبوں میں خلفاء راشدین کا نام لینا باقی صحابہ کرام کا ذکر کرنا یہ حضور علیہ السلام نے نہ اپنے زمانے میں خطبوں میں نام لئے نہ صحابہ کرام نے لیے وغیرہ۔

نبیٔ کریم علیہ السلام کا میلاد منانا گویا ان تمام سُنّتوں پر عمل کرنا ہے کیونکہ میلاد شریف میں یہ پانچوں سُنّتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی سُنّتِ ربّ العالمین، سنتِ محبوبِ ربّ العالمین سُنّتِ انبیاء کرام علیہم السلام، سُنّتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، سُنّتِ مسلمین، میلاد شریف میں رب کی سُنّت بھی ہے اور حضور علیہ السلام کی سُنّت بھی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی سُنّت ہے، صحابہ کرام کی سُنّت ہے اور مسلمانوں کی سُنّت بھی ہے۔ میلاد شریف اور درود شریف کے علاوہ کوئی نیکی ایسی نہیں جس میں یہ پانچوں سُنّتیں جمع ہوں۔

توحید کا جلسہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کو جنّت میں بھیج دیا وہاں آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السّلام کو جنت سے نکال کر زمین کی طرف بھیج دیا۔ حضرت آدم علیہ السّلام ہندوستان کے پہاڑ سراندیپ جو کہ کولمبو کے پاس ہے وہاں نازل فرمایا اور حضرت حوّا علیہا السلام کو جدّہ سعودی عرب میں اتارا۔ پھر تین سو سال تک ان میں جدائی رہی، تین سو سال کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کی توبہ قبول فرمائی، ہمارے پیارے نبیٔ کریم علیہ السلام کے صدقے پھر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السّلام کی ملاقات کرائی، عرفات کے میدان، پھر اسی عرفات میدان کے ساتھ ایک اور پہاڑ ہے نعمان، اس نعمان پہاڑ پر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کھڑا کیا اور اپنا بے مثل ہاتھ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی پُشت پر پھیرا جب اللہ تعالیٰ نے اپنا بے مثل ہاتھ سیّدنا آدم علیہ السلام کی پُشت پر پھیرا بس پھر کیا تھا کہ آدم علیہ السلام کی پُشت میں سے آپ کی اولاد نکلنی شروع ہوگئی۔ پھر آدم علیہ السلام کی اولاد کی اولاد نکلی پھر آگے اس اولاد کی اولاد نکلی یہانتک کہ قیامت تک جتنے بھی انسانوں نے اس دُنیا میں آنا تھا، وہ سب کے سب ظاہر ہوگئے۔ آپ کی اولاد میں نبی بھی تھے، تابعی بھی تھے تبع تابعی بھی تھے، غوث بھی تھے، ابدال بھی تھے اولیاء بھی تھے، متقی بھی تھے پرہیزگار بھی تھے، مومن بھی تھے مُشرک بھی تھے۔ مسلمان بھی تھے، کافر بھی تھے، اپنے بھی تھے اور پرائے بھی تھے۔ مَیں بھی تھا، آپ بھی تھے حتیٰ کہ قیامت تک تمام نسلِ انسانی کی رُوحیں میدان عرفات اور نعمان پہاڑ پر موجود تھیں اور ان کا وجود اتنا تھا جیسا کہ باریک چیونٹی ہوتی ہے چیونٹیوں کی طرح یہ رُوحیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر تھیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی رُوحیں ایسے چمکارے مار رہی تھیں جیسا کہ چودھویں کا چاند چمکارے مارتا ہے اور مسلمانوں کی رُوحیں

ایسی سفید تھیں جیسے دودھ سفید ہوتا ہے اور کُفّار کی روحیں ایسی کالی تھیں جیسے کہ سیاہ رنگ کا کپڑا ہوتا ہے یا کالی رات ہوتی ہے۔

حضرات محترم آپ خود سوچیں یہ کتنا بڑا اجتماع ہُوا، کتنی بڑی کانفرنس ہوگی کہ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر اپنی تجلّی ڈالی اور پھر اللہ پاک نے فرمایا۔

پ ۹ سورۃ اعراف رکوع ۱۱ آیت ۱۷۱۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۔

"اور اے میرے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کرو جب نکالا آپکے ربّ نے آدم کی پُشت سے اُنکی نسل کو اور گواہ بنایا خود انکو ان کے نفسوں پر"

سامعینِ کرام! اس آیت کریمہ سے معلوم ہُوا کہ نبی کریم علیہ السلام اس کارروائی میں سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ سُبحان اللہ، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولادِ آدم کو کیا فرمایا۔ قرآن سُنیئے مذکورہ بالا آیت کا اگلا حصّہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۔ اللہ تعالےٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ کیا مَیں تمہارا ربّ نہیں ہُوں؟۔ یعنی اے آدم علیہ السلام کی اولاد جواب دو، بولو کیا مَیں تمہارا خالق، تمہارا پروردگار، تمہارا پالن ہار نہیں ہُوں تو آدم علیہ السّلام کی تمام اولاد خدائے ذوالجلال کی یہ بات سُن کر خاموش ہوگئی۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو پھر کیا ہُوا۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب خصائصِ الکبریٰ ج اول ص ۱۱ میں یُوں فرماتے ہیں:۔

كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَنْ قَالَ بَلٰى ۔

تو سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے اور بلیٰ کہنے والے ہم سب کے آقاو مولا سیّد الکونین رحمت اللعالمین شفیع المذنبین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ سُبحان اللہ۔ جب نبی کریم علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالےٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانا۔ ربّ کریم کی توحید کا ڈنکا پوری

مخلوقِ خدا کے سامنے بجایا تو تمام مخلوق نے نبئ کریم علیہ السّلام سے سُن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کیا۔

قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا "سب نے کہا کہ بیشک تو ہی ہمارا رب ہے ہم نے گواہی دی"

حضراتِ محترم معلوم ہُوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیّت کا اقرار میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے بلیٰ سُن کر پھر تمام مخلوقات نے اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جانا مانا اور پہچانا۔ مفسّرین کرام فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السّلام سے اپنی وحدانیت کا اقرار لینا چاہا تو ان میں تمام فرشتوں کو بھی شامل کر لیا اور تمام فرشتے بھی اس اجلاس میں موجود تھے، جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں تمہارا ربّ نہیں ہُوں تو جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل بھی جواب نہ دے سکے جب ہمارے نبئ کریم علیہ السلام نے بلیٰ فرمایا تو فرشتوں نے بھی حضور علیہ السّلام سے سُن کر بلیٰ کہا۔ سُبحان اللہ اس بات کی گواہی خود قرآن نے بھی ہمیں دے دی کہ واقعی نبی کریم علیہ السلام نے سب سے پہلے بلیٰ فرمایا اور سب سے پہلے نبی کریم علیہ السلام نے خدائے پاک کو وحدہٗ لاشریک مانا۔ چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب علیہ السّلام کے بارے میں کہ میرا حبیب سب سے پہلے ایمان لایا کا اعلان فرماتا ہے پ۸ سورۃ انعام ع۷ آیت ۱۶۲۔

لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ "اس ذات کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ہُوا ہے کہ
اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ مَیں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔"

معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی گواہی دے رہا ہے۔

کیا خوب کہا کسی شاعر نے۔

سلام اس پر کہ جسکے نام سے دِل چین پاتے ہیں ٭ سلام اس پر فرشتے ذکر جس کا سُننے آتے ہیں
سلام اس پر کہ جسکا تذکرہ قرآن کرتا ہے ٭ سلام اس پر کہ جس کا ذکر خود رحمٰن کرتا ہے

ہاں تو بات ہو رہی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولادِ آدم سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے پہلے نبی کریم علیہ السلام نے جواب دیا بلیٰ یا اللہ کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے (نشر الطیب ص ۹)

ایک شاعر یوں اس کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ شاعر بھی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت میاں محمدؐ صاحب کھڑی شریف والے فرماتے ہیں کہ ؎

اوّل رُوح نبی رب سرجیا تے پچھے روح تمامی
تے سب تھیں پہلے جواب اَلَسْتُ تے آکھیا نبی گرامی
اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ رب کہیا جد تے کہیا بَلٰی ارواحاں
تے سب تھیں اوّل روح نبی دے کہیا تداھاں

نبی کریم علیہ السلام سے سُن کر تمام فرشتوں نے تمام صحابیوں نے تمام تابعیوں نے تمام غوثوں نے، تمام قطبوں نے، تمام ابدالوں نے، تمام ولیوں نے، تمام مسلمانوں نے تمام کافروں نے، تمام مومنوں نے تمام مشرکوں نے، تمام ایمان داروں سے بے ایمانوں نے غرضیکہ جتنے بھی قیامت تک حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے فرد تھے، سب کے سب یک زبان ہو کر پکار اُٹھے قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا کیوں نہیں مولا کریم تو ہمارا رب ہے۔ اللہ اللہ۔ آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات سے یہ توحید کا اقرار کیوں اقرار کرایا تو سُنو اللہ تبارک وتعالیٰ کو پتہ تھا اور اللہ تعالیٰ اجانتا ہے کیونکہ وہ مالک خالق عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یعنی دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے۔ وہ انسان کی ہر سوچ سے باخبر ہے۔ اللہ پاک کو پتہ تھا کہ جب یہ میرے بندے دُنیا میں جائیں گے تو یہ میری عبادت کو چھوڑ کر بتوں کو پُوجنا شروع کر دیں گے۔ یہ مسجدوں میں جانے کی بجائے مندروں میں سربسجود ہوں گے۔ یہ اللہ اللہ کرنے کی بجائے رام رام کریں گے یہ مجھ سے مانگنے کی بجائے مورتیوں اور پتھر کے بنے ہوئے جھوٹے خداؤں سے مانگے

گے، یہ میرا در چھوڑ کر غیر اللہ کے پاس جایا کریں گے۔ یہ میرا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے صنموں کا شکریہ ادا کریں گے۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ نے ان سے اپنی وحدانیت اپنی ربوبیّت کا اقرار کرالیا، اپنے ایک ہونے کا، اپنے وحدہٗ لاشریک ہونے کا ان سے وعدہ لے لیا تاکہ یہ دُنیا سے جب میری بارگاہ میں آئیں تو یہ بہانے بنانے شروع نہ کردیں کہ مولا ہمیں تو پتہ نہیں تھا ہم تو جانتے نہیں تھے، ہمیں تو کسی نے تیری وحدانیت کا سبق بھی نہیں سکھایا تھا۔ ہمیں تو تیرے گھر کا راستہ بھی کسی نے نہیں بتایا۔ مولا کریم ہم بے قصور ہیں، ہم معصوم ہیں یا اللہ ہمارا کوئی قصور نہیں یا اللہ اگر سزا ملے تو ہمارے باپ دادے کو ملنی چاہیئے جنہوں نے ہمیں صحیح طریقے سے آگاہ ہی نہیں کیا لہذا مولا کریم ہم اس سزا کے مستحق نہیں، اگر پھر بھی ہمیں سزا ملی تو یہ ہم پر ظلم ہوگا یا اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا، یہ تمام باتوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ کو خبر تھی، اس لیئے اللہ تبارک وتعالےٰ نے تمام اولادِ آدم علیہ السلام سے اپنی ربوبیّت کا وعدہ لے لیا۔ مخلوقِ خُدا سے اپنے ایک ہونے کا اقرار کرالیا تاکہ قیامت میں یہ بہانے اور جھوٹی تدبیریں نہ چل سکیں اور کافروں کو مشرکوں کو بے ایمانوں مرتدوں کو منافقوں کو جہنم میں بھیجنے سے میری رحمت کی چادر پر کسی قسم کا کوئی داغ نہ آئے سُبحان اللہ۔ اب آیئے ذرا قرآن مجید فرقانِ حمید کی زبانی یہ باتیں سُنیں کہ قرآن ہمیں کیا بتاتا ہے۔ پ ۹ سورۃ اعراف ع ۱۱ آیت ۱۷۱

اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ۔

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے اولادِ آدم یہ اپنی ربوبیّت اور وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی میں نے تم سے اسلیئے لی ہے تاکہ تم قیامت میں یہ نہ کہہ سکو کہ یا اللہ ہم اس سے بے خبر تھے۔"

اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

"یا یہ نہ کہو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا ہم سے پہلے اور ہم تو تھے انکی اولاد ان کے بعد تو کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس شرک کیوجہ سے جو کیا تھا

الْمُبْطِلُوْنَ ○ باطل پرستوں نے۔"

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے اولادِ آدم علیہ السلام! اب تم میری توحید کا اقرار کر رہے ہو، پشت آدم میں لیکن جب تم آدم علیہ السلام کی پشت سے نکل کر جسمانی طور پر تم دنیا میں ظاہر ہو گئے تو یہ وعدہ یاد دلانے کے لیئے! میں اپنے پیغمبر اپنے رسول، اپنے نبی تمہارے پاس بھیجوں گا تا کہ تم بھولا ہوا سبق یاد کر سکو اور اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکو۔ یہ نبی رسول پیغمبر بھیجنا ضروری تو نہیں تھا لیکن میری رحمت ہو گی تم پر کہ یہ بھولا ہوا سبق یاد دلانے کے لئے یہ ہستیاں میں تمہارے پاس بھیجوں۔ اللہ اللہ!

حضرات محترم! یہ وعدہ لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر پشت آدم علیہ السلام پر ہاتھ پھیرا اور تمام روحیں پھر آدم علیہ السلام کی پشت میں چلی گئیں۔ آپ سوچیں گے کہ جب ساری مخلوق خدا نے تمام اولادِ آدم علیہ السلام نے خدائے ذوالجلال کی وحدانیت کا اقرار کر لیا تھا تو پھر کیا وجہ ہے آج پوری دنیا میں اللہ اللہ کرنے والے کم ہیں۔ خدائے ذوالجلال کی وحدانیت کو ماننے والے تھوڑے ہیں اور اس کے مقابلے میں مشرک کافر مجوسی یہودی عیسائی سکھ زیادہ۔ جب سب نے روز اوّل کے دن اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر لیا تھا کہ مولا کریم کہ تو ہمارا رب وحدہٗ لاشریک خالق ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ یہ کافر قومیں کیوں وجود میں آئیں۔

تو مفسرین کرام اس مقام پر فرماتے ہیں کہ روز ازل کو جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام اولادِ آدم علیہ السلام سے وعدہ لیا تو وعدہ لینے سے پہلے تمام مخلوق پر اپنی تجلّی دو قسم کی تھی، رحمت کی تجلی، غضب کی تجلی یا یوں کہہ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام پر نگاہ فرمائی، ایک نگاہ کرم اور ایک نگاہ غضب جس جس خوش نصیب پر میرے ربّ العالمین کی نگاہ کرم ہوتی گئی تو وہ مسلمان ہوتے گئے، صحابی ہوتے گئے اور نبی رسول ہوتے گئے اور جس جس پر اللہ تعالیٰ نے غضب

کی نگاہ ڈالی، بلیٰ تو انہوں نے بھی کہہ دیا، لیکن دل سے نہیں بلکہ زبانی کلامی تو جنہوں نے زبانی کلامی بلیٰ کہا اور جن پر نگاہ غضب ہوئی وہ کافر بنتے گئے مشرک بنتے گئے یہودی بنتے گئے عیسائی بنتے گئے۔ مجوسی بنتے گئے، سکھ بنتے گئے۔ مسلمانو! ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر منانا چاہیئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں مسلمان بنایا پھر سُنّی بنایا، بریلوی بنایا اور ساری کائنات کے آقا و مولا حضرت سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنایا۔ سبحان اللہ، سُبحان اللہ!

بلیٰ والا وعدہ اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روزِ ازل کو جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے بلیٰ والا وعدہ لیا تھا، کسی کو یاد بھی ہے کہ نہیں، بولو میرے مسلمان بھائیو! آپ میں سے کسی مسلمان فرد کو یہ بلیٰ والا وعدہ یاد ہے؟ اگر کسی کو یاد ہے تو بتائے؟ لیکن نہیں ہمیں کسی کو یہ وعدہ یاد نہیں! ہم نے تو یہ وعدہ قرآن و حدیث سے مفسرین و محدثین اور اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سُنا کہ ربّ نے ہم سے روزِ ازل کو سے یہ وعدہ لیا تھا۔ لیکن میرے دوستو! نبی کریم علیہ السلام کے اُمتیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہو گزرے ہیں جن کو یہ بلیٰ کا وعدہ یاد ہے۔ علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے تحت واذاخذ ربک من بنی آدم یہ لکھتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا حضور وہ جو ربّ نے تمام مسلمانوں سے روزِ ازل کو بلیٰ والا وعدہ لیا تھا کیا آپ کو یاد ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں، وہ سارے کا سارا عہد و پیمان اور سارا وعدہ یاد ہے۔ اسی طرح کسی مُرید نے حضرت سہیل تستری سے پوچھا کہ حضرت وہ جو اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام سے اپنی ربوبیّت کا اقرار کروایا تھا کیا آپ کو یاد ہے تو حضرت سہیل تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میاں تو بلیٰ والے

وعدے کی بات کرتا ہے ارے میں نے تو اُسی دن اپنے مریدوں کو، شاگردوں کو بھی پہچان لیا تھا کہ کون کون میرا مُرید ہوگا اور کون کون میرا شاگرد ہوگا، سُبحان اللہ۔ اسی طرح کسی مُرید نے حضرت ذُوالنوُن مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا کہ حضرت کہ روزِ ازل کو جو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقِ خدا سے اپنی رُبُوبیّت کا اقرار کرایا تھا اور تمام مخلوق نے بلیٰ کہا تھا، کیا وہ منظر آپ کو یاد ہے۔ تو حضرت ذُوالنوُن نے فرمایا کہ تو یاد کرنے کی بات کر رہا ہے میاں ہزاروں سال گزرنے کے باوجود بھی میرے کانوں میں وہ آواز گونج رہی ہے جو اللہ پاک نے ساری مخلوق کو سنائی تھی اور تمام مخلوق نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی۔ اسطرح کسی مرید نے حضور محبوب سُبحانی قطب ربّانی شہباز لامکانی غوث صمدانی حضرت سیّدنا ومولانا حضور عبدالقادر جیلانی البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے سوال کیا کہ حضور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آج ہزاروں سال پہلے تمام نسلِ انسانی سے بلیٰ والا وعدہ لیا تھا کیا وہ وعدہ آپ کو یاد ہے تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ اللہ کے بندے جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقِ خُدا سے فرمایا کہ اَلَستُ بِرَبِّکُم کہ اے لوگو اے لوگو! کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں، تو سب سے پہلے میں عبدالقادر بلیٰ کہنے لگا، تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ بیٹا عبدالقادر پہلے اپنے نانا مصطفےٰ علیہ السلام کو جواب دینے دو۔ تو میں خاموش ہوگیا تو سب سے پہلے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیٰ فرمایا پھر مخلوقِ خُدا نے یہ سن کر بلیٰ کہا اور میں نے بھی کہا۔ مجھے تو یہ منظر آج تک یاد ہے، سُبحان اللہ۔ اسی طرح امام ربّانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرید نے اسی روزِ ازل والے وعدے کے بارے میں دریافت کیا کہ حضور آپ کو بھی بلیٰ والا وعدہ یاد ہے تو حضور محبوب سُبحانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جواب دیا بیٹا کیوں نہیں وہ بلیٰ والا وعدہ تو ابھی تک میری نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے اسی طرح گیارھویں صدی

کے عظیم راہنما قادریوں کے پیشوا حضرت سیّدی سیّد عبداللہ شاہ المعروف بابا بُلھّے شاہ قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ باباجی! فرمایا بیٹا کیا بات ہے۔ عرض کی باباجی روزِ ازل کا وعدہ جس میں تمام مخلوقِ خدا نے بلیٰ کہا تھا کیا وہ آپ کو یاد ہے۔ فرمایا کیوں؟ ۔عرض کیا حضور اسلئے کہ یہ وعدہ شیرِ خدا علی المرتضےٰ مشکلکشا، حسنین کے بابا، سرتاجِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، دامادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وعدہ یاد تھا۔ سہیل تستری کو یہ وعدہ یاد تھا۔ حضرت ذوالنون مصری کو یہ وعدہ یاد تھا، حضرت محبوبِ سُبحانی شہبازِ لامکانی حضور میراں غوث اعظم جیلانی البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو بھی یہ وعدہ یاد تھا، کیا آپ کو بھی وہ یاد ہے۔ تو بابا بُلھّے شاہ قصوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قصور والی سرکار نے اپنی مادری زبان پنجابی میں جواب دیا اور ایسا جواب دیا کہ باباجی کا ہر شیدائی اس جواب کو سُن کر جھُوم جاتا ہے۔ باباجی نے فرمایا کہ:۔

کُنْ فیکُون جدوں فرمایا تے اَسیں وی کولے ہاسے

قالُوابلیٰ اساں کنّی سُنیا تے گونگے ڈھورے ناسے

ھکّا لامکان اساڈا تے ایتھے آن بُتاں وچ بھاسے

نفس پلید پلید جا کیتا تے کوئی اصل پلیت تے ناسے

سُبحان اللہ کیسا پیارا جواب دیا کہ جب مخلوقِ خُدا نے بلیٰ کہا تو ہم نے اپنے کانوں سے یہ آواز سُنی تھی کیونکہ ہم وہاں موجود بھی تھے اور کوئی بہرے یا گونگے تو نہیں تھے لیکن یہاں آ کر دُنیا میں جُدا رب سے اس لئے ہو گئے ہیں کہ ہمارے ناپاک نفس نے ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا ہے ورنہ ہم بھٹکنے والے بالکل نہیں تھے۔ اللہ اللہ!۔

یہی بات کسی نے عارفوں کے بادشاہ سلطان العارفین حضرت سُلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پوچھی کہ کیا حضرت آپ کو بھی وہ بلیٰ والا وعدہ یاد ہے تو آپ نے اپنی زبان میں اُس کا جواب دیا کہ:۔

اَلَستُ بِرَبّکُم سُنیا دل میرے نت قَالُوبَلیٰ کوکیندی ہُو

حُبّ وطن دی غالب ہوئی ہِک پَل سوّن نہ دیندی ہُو

قہر پوے تینوں رَہزن دُنیا توں تاں حق دا راہ مُریندی ہُو

عاشقاں مُول قبول نہ کیتی باہو توڑے کر کر زاریاں روندی ہُو

کِتنا حسین جواب دیا۔ فرمایا کہ میاں تو یاد کرنے کی بات کرتا ہے میاں باہو کو وہ آواز یاد بھی ہے اور مسلسل میری رُوح اس کو ہر دم پکارتی رہتی بھی ہے۔ یہ علیحدہ بات کہ ہم دُنیا میں آکر دُنیا اور وطن کی محبّت میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن دنیا جتنا بھی زور لگائے مگر اللہ تعالیٰ کے سچے عاشقوں کو اللہ تعالیٰ کی محبّت سے پھیر نہیں سکتی۔

اسی طرح چودھویں صدی کے عظیم بزرگ اور چشتیوں کے عظیم قائد جنھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مناظرے میں عبرتناک شکست دی اور انگریزوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا یعنی حضرت سیدی سید پیر مہر علی شاہ چشتی سیالوی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مرید نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کو بھی وہ بلیٰ والا وعدہ یاد ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سہیل تستری، حضرت ذوالنون مصری حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت بابا بُلھے شاہ قصوری رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سب بزرگوں کو یہ وعدہ یاد تھا تو حضور پیر مہر علی شاہ گولڑوی چشتی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی زبان میں جواب دیا اور فرمایا کہ:۔

کُن فیکون تے کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی

توں ہیں حد نشان دی ناہی تے جدوں دِتی میم گواہی

اجے تے سانوں اوہ پئے دِسدے تے بیلے بُوٹے کاہی

مہر علیشاہ رَل ددویں بیٹھے تے جدوں سیک دوہانوں آہی

سُبحان اللہ! فرمایا کہ کُن فیکون تو ابھی کل کی بات ہی ہے اور مہر علی شاہ سے تم اس

سے پہلے کا حال پوچھو تو مہر علی شاہ تمہیں اس سے پہلے کا حال بھی بتائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وعدے سے پہلے کیا کیا کہا تھا۔ اللہ اللہ۔ قربان جاؤ عظمتِ اولیاء پر ارے میاں جب ولیوں کی نظرِ پاک کا یہ حال ہے تو نظرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت نے کہ :۔ ؎

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جسکا مکاں نہیں
سرِ عرش پہ ہے تری گذر، دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں
کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
کروں مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

برادرانِ اسلام! تو بات یہ ہو رہی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام نسلِ انسانی سے بلیٰ والا وعدہ لیا اور پوچھا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں۔ سب نے یک زبان ہو کر اقرار کیا کہ کیوں نہیں مولا کریم تو ہمارا ربّ ہے، خالق و مالک ہے، یہ وعدہ لینے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا اجلاس ختم کر دیا۔ جب یہ اجلاس ختم ہوا تو فرشتے اپنے اپنے مکانات کی طرف جانے لگے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا۔ جبرئیل۔ عرض کی۔ جی ربِّ جلیل۔ فرمایا ایک جلسہ تو ختم ہو گیا ہے، اب ایک جلسہ اور کرنا ہے۔ عرض کی مولا کریم! تمام مخلوقات کو حاضر ہونے کا حکم دو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ جبرئیل یہ جلسہ عام جلسہ نہیں ہے اس جلسے میں ہر خاص و عام شریک نہیں ہو سکتے بلکہ اس جلسے میں خاص خاص شخصیات

شریک ہوں گی یا اللہ وہ خاص خاص شخصیات کون لوگ ہیں۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا وہ میرے نبی ہوں گے، وہ میرے رسُول ہوں گے، وہ میرے پیغمبر ہوں گے وہ میرے محبُوب بندے ہوں گے جو جلسے میں شریک ہوں گے۔ جبرئیل علیہ السلام نے حیران ہو کر عرض کی کہ مولا کریم .....!

میلاد شریف کا پہلا جلسہ

لیکن جب پہلا جلسہ ہُوا تو اسمیں تو ہر خاص و عام کو تُو نے شرکت کی اجازت فرمائی یا اللہ اس جلسے میں تو تیرے نبی بھی تھے، پیغمبر بھی تھے، ابدال بھی تھے، رسُول بھی تھے، صفی بھی تھے، خلیل بھی تھے، ذبیح بھی تھے۔ کلیم بھی تھے، حبیب بھی تھے صحابی بھی تھے۔ تابعی بھی تھے۔ تبع تابعی بھی تھے۔ غوث بھی تھے۔ قطب بھی تھے، ابدال بھی تھے، اولیاء بھی تھے، مومن بھی تھے، مشرک بھی تھے، مسلمان بھی تھے، کافر بھی تھے۔ ایمان دار بھی تھے، بے ایمان بھی تھے۔ منافق بھی تھے، مرتد بھی تھے۔ اپنے بھی تھے، پرائے بھی تھے، لیکن یا اللہ اس جلسے میں صرف تیرے نبی ہوں گے؟ صرف تیرے پیغمبر ہوں گے صرف تیرے رسُول ہوں گے؟ صرف تیرے رسول ہوں گے؟ یا اللہ کیا اس جلسے کی کوئی خاص خصوصیّت ہے۔ یا اللہ یہ رمز سمجھ میں نہیں آئی بات کیا ہے؟ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ جبرئیل وہ جلسہ تھا میری توحید کا یہ جلسہ ہے میرے حبیب کا۔ وہ جلسہ تھا توحید کا یہ جلسہ ہے بسرت کا۔ وہ جلسہ تھا میری وحدانیت کا، یہ جلسہ ہے میرے حبیب کی رسالت کا۔ وہ جلسہ تھا اپنی شان دکھانے کا، یہ جلسہ ہے اپنے حبیب کی شان دکھانے کا۔ وہ جلسہ تھا میری کبریائی کا، یہ جلسہ ہے میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصطفائی کا۔ وہ جلسہ تھا لا الہ الا اللہ کا، یہ جلسہ اپنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ وہ جلسہ تھا ربّ العالمین کا، یہ جلسہ ہے رحمۃ للعالمین کا۔ وہ جلسہ تھا کائنات کے ربّ کا، یہ جلسہ ہے کائنات کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اے جبرئیل اس جلسے اور اس جلسے میں بڑا

فرق ہے اے جبرئیل میں رب العالمین کائنات ہستی کو بتانا چاہتا ہوں کہ اے دنیا والو!
دیکھو محبوب کے جلسے منانا محبوب کا میلاد منانا یہ کوئی شرک نہیں، یہ کوئی بدعت نہیں
یہ کوئی حرام نہیں، یہ کوئی ناجائز نہیں بلکہ یہ میری سنّت ہے، یہ میرا طریقہ ہے۔ اے
جبرائیل جاؤ میرے تمام نبیوں، میرے تمام رسولوں میرے تمام پیغمبروں کو میرے
دربار میں حاضر ہونے کا حکم دو کہ ساری کائنات کا مالک و خالق تمھیں اپنے دربار میں
بلا رہا ہے۔ اللہ اللہ!

میرے دوستو! جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام رسولوں کو اللہ
تبارک و تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دے دیا۔ تمام نبی، تمام پیغمبر، تمام رسول،
اللہ تعالیٰ کا حکم سنتے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو گئے۔

میرے بھائیو! ذرا خود سوچو اللہ تبارک و تعالیٰ کا دربار کیسا دربار ہوگا۔ جب اس
فانی دنیا کے بادشاہوں، وزیروں کے درباروں کی اتنی رونق ہوتی ہے کہ آنکھ ٹکائے
نہیں ٹکتی۔ بندہ دیکھ کر سوچتا ہے کہ میں اس دنیا میں کھڑا ہوں یا کہ جنت کے بازاروں میں
کیونکہ وہ اتنے حسین و جمیل ہوتے ہیں تو اس خالق حقیقی اس بادشاہ حقیقی جس کو کبھی زوال
آنا نہیں اس کے دربار گوہر بار کا کیا کہنا۔ سبحان اللہ۔

جب تمام انبیاء علیہم السلام، اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے تو
ہر پیغمبر کے بیٹھنے کے لئے ایک ایک مسند بچھی ہوئی تھی۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی
اپنی مسند پر آکر بیٹھ گئے۔ جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی مسند پر بیٹھ گئے۔
تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبیوں سے فرمایا۔ کہ اے تاجداران نبوت! تمام نبیوں
نے عرض کی۔ جی مولا کریم ہم حاضر ہیں۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے میرے
پیارے بندو! سنو میں خدائے ذوالجلال والاکرام نے تم سب کو اپنی تمام مخلوقات میں
سے چن لیا ہے۔ میں نے تمہیں نبی بنا دیا ہے۔ پیغمبر بنا دیا ہے، رسول بنا دیا ہے عنقریب

تم سب نبوت کا تاج پہن کر لوگوں میں جاؤ گے۔ میری توحید اور اپنی نبوّت و رسالت کا اعلان کرو گے۔ لوگ تمہارے غلام بن جائیں گے، تمہیں اپنا آقا و مولا سمجھیں گے، تمہاری شہرت تمہاری عزت کے چرچے ہو رہے ہوں گے۔ لوگ تمہاری اطاعت کر کے جنت میں جا رہے ہوں گے۔ میں اپنی کتابیں بھی دوں گا، صحیفے بھی دوں گا۔ عزت بھی دُوں گا، شہرت بھی دوں گا۔

پھر اسی حال میں جبکہ تمہاری نبوّت کا آفتاب خوب چمک رہا ہوگا، تمہارا کلمہ پڑھا جا رہا ہوگا، تمہارے نام کے ڈنکے بج رہے ہوں گے، پھر گلستانِ نبوّت کا سب سے زیادہ حسین پھول میرا سب سے زیادہ پیارا رسُول دعائے خلیل، بشارتِ مسیح، ساری مخلوق کا ہادی عرش و فرش کا بادشاہ احمد مجتبیٰ محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس تشریف لائے گا۔ تمہاری نبوّت اور تمہاری رسالت پر تمہاری کتاب اور تمہاری شریعت پر اپنی تصدیق کی مہر ثبت فرما کر تمہاری صداقت اور تمہاری دیانت کے ڈنگے بجائے گا۔ تو اے نبوّت کے تاجدارو! تم میرے اس نورانی دربار میں میرے سامنے اس شہنشاہِ رسالت کے لئے حلفِ وفاداری اٹھاؤ اور وعدہ کرو کہ وہ میرا پیارا حبیب جب تمہارے دَور میں تشریف لائیگا تو تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا، تم ضرور ضرور میرے حبیب کی مدد کرنا۔ بولو کیا تمہیں یہ بات منظور ہے۔ تمام رسولوں اور تمام نبیوّں نے یک زبان ہو کر عرض کی۔ کہ مولا کریم ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ جب تیرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے گا تو ہم تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لائینگے۔ تیرے حبیب کی مدد بھی کریں گے۔ اللہ اللہ!

میرے بزرگو، دوستو آؤ ذرا اب قرآن کی زبان سُنیئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیوّں سے کیسے وعدہ لیا اور تمام رسولوں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کیسے اقرار کیا۔ پ۳ سورہ عمران ع ۱۷ آیت ۸۰

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ۔ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ۔	اُے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے اس بات کا پختہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں۔

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

پھر آجائے تمہارے پاس بڑی عظمتوں والا رسول تمہاری تصدیق کرتا ہوا تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اسکی امداد کرنا۔"

یعنی اے میرے نبیّو، اے میرے رسولو، اے میرے پیغمبرو اے آدم اے نوح اے ابراہیم اے موسیٰ اے عیسیٰ علیہم السلام تمہاری رسالت کا چرچا دُنیا میں ہوگا، لوگ تمہیں اپنا اپنا نبی رسول سمجھ کر تمہاری تابعداری اور غلامی کر رہے ہوں گے۔ اگر اس زمانے میں میرا پیارا حبیب علیہ السلام اپنی نبوّت کا تاج چمکاتا ہُوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لہراتا ہُوا تمہارے پاس آجائے تو تم نے یہ نہیں کہنا کہ ہم نبی ہیں، ہم پیغمبر ہیں ہم رسول ہیں بلکہ تم یہ کہنا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ اے آدم تو یہ نہ کہنا کہ میں نبی ہوں بلکہ کہنا کہ محمد مصطفےٰ علیہ السلام کا اُمتی ہُوں۔ اے نوح تو یہ نہ کہنا کہ میں رسول ہوں بلکہ یوں کہنا کہ میں اللہ کے حبیب علیہ السلام کا اُمتی ہُوں صرف اُمتی ہی نہیں بلکہ اگر میرے مُصطفےٰ علیہ السلام کو لڑائی کے وقت فوج کی ضرورت پڑ جائے تو اے میرے نبیّو تم سب تلوار پکڑ کر میرے مُصطفےٰ علیہ السلام کی فوج بن کر میرے حبیب علیہ السّلام کی مدد بھی کرنا۔ اللہ اللہ۔

حضراتِ محترم! لَتُؤْمِنُنَّ سے معلوم ہُوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے خاص بندے بعد وفات کے بھی مدد کرتے ہیں کیوں؟ اگر مدد نہ کرتے ہوتے تو اللہ کریم، انبیاء کرام علیہم السّلام سے دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا وعدہ نہ لیتا حالانکہ اللہ تبارک وتعالےٰ جانتا تھا کہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں یہ حضرات وفات پا چکے ہوں گے؟ اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبیّوں نے بعد وفات بھی ہماری مدد فرمائی۔ دیکھو! جب حضور علیہ السلام شبِ معراج کی رات پچاس نمازیں لے کر آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہم پر رحم فرمایا اور ہماری مدد فرمائی اور ہمارے پیارے نبی کریم علیہ السلام کا ایک فوجی بن کر حضور علیہ السلام کو مشورہ

دیا کر اے میرے آقا یہ نمازیں زیادہ ہیں۔ آپ کی اُمّت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو بولو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی مدد سے پچاس کی پانچ ہوئیں کرنہ ہوئیں اور ضرور ہوئیں۔ یہاں پر ایک بات اور بھی یاد رکھیں کہ نبیوں پر یہ واجب نہیں تھا کہ ہر زمانے کے نبیوں پر ایمان لائیں اور اُن کے امتی بن جائیں، دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ایک زمانہ تھا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام کا ایک زمانہ تھا۔ ایسے ہی حضرت یحیٰی علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک زمانہ تھا۔ ان تمام نبیّوں پیغمبروں رسولوں میں سے کوئی کسی پر ایمان نہ لایا۔ بلکہ بعض ان میں سے نبی بادشاہ ہوئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اُمّت کے بادشاہ اور حضرت ہارون علیہ السلام آپ کے وزیر ہوئے مگر قربان جاؤں اپنے آقا و مولا سیّدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت پر کہ ابھی میرے آقا دنیا میں جلوہ گر ہوئے بھی نہیں لیکن ربّ نبیّوں سے میرے محبوب علیہ السلام کا اُمتی بننے کا وعدہ لے رہا ہے کہ اے میرے نبیّو! تم ایک دوسرے کے زمانے میں بیک وقت کئی کئی اکٹھے ہو کر جلوہ گر ہوگے لیکن ایک دوسرے پر ایمان لانا تمہارے لئے ضروری نہیں ہوگا مگر اے میرے پیارے رسولو! اگر تمہارے زمانے میں میرا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آجائے تو تم سب پر یہ ضروری ہوگا کہ اپنی نبوّت چھوڑ کر میرے حبیب علیہ السلام کے اُمّتی بن جاؤ۔ سُبحان اللہ۔ کیا خوب فرمایا سنیوں کے محسن اعلیٰ حضرت الشاہ مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ نے کہ۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے بالا و والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رُسل
اور رسُولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِنکا اُنکا تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے — ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے — ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو — کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت خضر علیہ السلام نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی بنے نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے اُمتی بنے، بلکہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ میرے کاموں پر صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔

پارہ ۱۵ سورۃ کہف رکوع نمبر ۲۰ آیت نمبر ۶۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ

قَالَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا۔

"آپ مجھے پائیں گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرنیوالا اور میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ آپ کے کسی حکم کا۔"

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں چل پڑے تو حضرت خضر علیہ السلام نے وہ کام کئے جو شریعت موسوی علیہ السلام کے خلاف تھے، جیسے کشتی توڑنا۔ بے قصور بچے کو ہلاک کرنا، گاؤں والوں کا کھانا نہ دینا لیکن حضرت خضر علیہ السلام کا ان کے میں ایک گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دینا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی شریعت پر رہتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:۔

قَالَ ھٰذَا فِرَاقُ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنِکَ ۚ سَاُنَبِّئُکَ بِتَاۡوِیۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعۡ عَّلَیۡہِ صَبۡرًا

"یہ میری اور آپ کی جدائی ہے اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔"

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے کاموں پر اعتراض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام آپ اور میں اکٹھے نہیں رہ سکتے لہٰذا میں آپ کو

ان کاموں کی تفصیل بتا دیتا ہوں جن کاموں پر آپ نے مجھ پر اعتراض کیا تھا حضرت خضر علیہ السلام نے تمام کاموں کی تفصیل بتا دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس اپنی قوم کے پاس تشریف لے آئے، نہ آپ خضر علیہ السلام کے اُمتی بنے نہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے اُمتی بنے لیکن، قربان جاؤں یہی حضرت خضر علیہ السلام نے بیعت رضوان کے موقع پر میرے اور آپ کے آقا و مولا سیدنا محمد الرسول اللہ علیہ وسلم کے نورانی ہاتھوں پر بیعت کی اور اُمتی ہونے کا اقرار بھی کیا۔ ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں سے کیسے وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا کہ

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ — کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم

عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ۔ — نے اس پر میرا بھاری ذمہ

قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا۔ — تو تمام نبی بولے یا اللہ ہم نے اقرار کیا۔

سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ تمام نبیوں نے میرے پیارے نبی کریم علیہ السلام کی نبوت کا اقرار بھی کیا اور ساتھ ساتھ اپنے اُمتی ہونے کا بھی اعلان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کو بھی تسلیم کر لیا۔ رب العالمین نے پھر فرمایا:۔

قَالَ فَاشْهَدُوْا — "اے نبیو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ"

اے آدم تو شیث پر گواہ ہو جاؤ۔ اے شیث تو نوح پر گواہ ہو جا۔ اے نوح تو ابراہیم پر گواہ ہو جا۔ اے ابراہیم تو اسمٰعیل پر گواہ ہو جا۔ اے اسمٰعیل تو لُوط پر گواہ ہو جا۔ اے لُوط تو اسحاق پر گواہ ہو جا۔ اے اسحاق تو یعقوب پر گواہ ہو جا۔ اے یعقوب تو یوسف پر گواہ ہو جا۔ اے یوسف تو موسیٰ پر گواہ ہو جا۔ اے موسیٰ تو ہارون پر گواہ ہو جا۔ اے ہارون تو یوشع بن نون پر گواہ ہو جا۔ اے یوشع تو بن نون تو کالب بن یوحنا پر گواہ ہو جا۔ ۔ اے کالب بن یوحنا تو حزقیل پر گواہ ہو جا۔ اے حزقیل تو یحیٰ پر گواہ ہو جا۔ اے یحیٰ تو عیسٰی پر گواہ ہو جا۔ اے میرے نبیو! اے میرے رسولو ایک

دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ۔

اللہ اللہ، قربان جاؤں ساری کائنات کے آقا و مولا سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ تمام نبیوں سے وعدہ لے رہا ہے اور خود فرماتا ہے کہ میں بھی گواہوں میں شامل ہوں ۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ آگے اور بھی فرمایا، حالانکہ اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا گیا تھا تو صرف یہی کہا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، ساری روحوں نے کہا کہ بَلٰی یا اللہ ہاں، تو ہمارا رب ہے ۔ بات ختم ہو گئی تھی مگر جب اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور میلاد شریف کا وقت آتا ہے تو تاکیدیں ختم ہی نہیں ہوتیں ۔ جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک دوسرے پر گواہ ہو گئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ پس جو نبی اس اقرار کے بعد بھی اپنے وعدے سے پھر جائے تو وہ لوگ حکم سے ہٹنے والے ہیں" ۔

حضرات محترم ! یہ تھی پہلی محفل میلاد جو حضور علیہ السلام کے لئے منائی گئی میلاد کرنے والا خالق کائنات ہے، سننے والے فرشتے اور نبی ہیں، میلاد کرنے والا رب العٰلمین ہے ۔ میلاد سننے والے رسول العالمین ہیں، میلاد کرنے والا بھی نور، میلاد سننے والا بھی نور، جس کا میلاد ہو رہا ہے وہ بھی نور سبحان اللہ ۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد منانا یہ سنت خدائے ذوالجلال ہے ۔ میلاد میں شریک ہونا سنت انبیاء علیہ السلام ہے ۔ اب جو لوگ محفل میلاد کو شرک کہتے ہیں، بتائیں اس میلاد کے جلسے کے بارے میں ان کا کیا فتویٰ ہے اگر کہیں گے کہ یہ محفل میلاد شرک ہے تو سوچو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں پر شرک کا فتویٰ لگانے سے باز نہیں آتے وہ تمہارے خیر خواہ کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر یہ کہیں گے کہ یہ محفل جائز تھی تو دوستو اگر حضور علیہ السلام کی ولادت سے قبل میلاد منانا

شرک نہیں تو اب تو حضور علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں اب میلاد منانا بھلا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

اللہ غنی! اب آؤ۔ میں آپ کو یہ بتاؤں کہ ہمارے پیارے نبی کریم علیہ السلام کا میلاد انبیاء

علیہم السلام نے کیسے منانا۔

میلاد منانا سنّت انبیاء کرام علیہم السّلام

حضرات محترم! حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک جتنے بھی نبیّ، پیغمبر، رسُول تشریف لائے سب کے سب حضوُر علیہ السلام کا میلاد مناتے آئے اور اپنی اپنی اُمّت کو حضوُر علیہ السّلام کی شہادتیں دیتے آئے اور میلاد شریف کی خوشیاں مناتے آئے۔ اب آئیے سب سے پہلے یہ سُنیئے کہ ہمارے جدِّ امجد سیّدنا آدم علیہ السّلام نے حضوُر علیہ السلام کا میلاد شریف کیسے منایا؟۔

میلاد شریف اور بابا آدم علیہ السلام

احادیث شریف اور تفسیروں میں آتا ہے کہ جب حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کے وصال پاک کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت سیّدنا شیث علیہ السّلام سے فرمایا کہ بیٹا اب میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ بیٹا میں تمہیں ایک وصیّت کرتا ہوں اس پر عمل ضرور کرنا، انشاءاللہ، دین و دُنیا میں کامیاب رہو گے۔ حضرت شیث علیہ السّلام نے عرض کی کہ ابا حضور فرمائیے آپ کا ہر حکم میرے سر اور آنکھوں پر میں آپ کی ہر وصیّت پر عمل کروں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا! بیٹا جب تمہیں کبھی کوئی مصیبت آجائے تو بے صبری نہ کرنا، بلکہ صبر کرنا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضوُر دعا مانگنا کہ اے ربّ کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور وسیلے کے اس مصیبت کو دُور فرما انشاءاللہ حضور علیہ وسلم کے وسیلہ، جلیلہ کے طفیل، اللہ تعالیٰ تیری یہ دُعا ضرور قبول فرمائے گا

اور تیری مصیبت بہت جلد دور ہو جائیگی۔ حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کی کہ ابا جان یہ جناب محمد علیہ السلام کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ نے فرمایا کہ بیٹا یہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری اولاد میں سے ہونگے اور تقریباً میری وفات کے چھ ہزار ایک سو پچپن سال بعد مکہ شریف میں پیدا ہوں گے اور اُن کے فلاں فلاں اوصاف ہوں گے۔ حضرت شیث علیہ السّلام نے عرض کی کہ ـــــ اے ابا جان آپ نے کیسے یہ پہچان لیا کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک ہر مشکل میں کام آتا ہے اور اس نام کے طفیل خدائے پاک ہر مصیبت کو دُور فرما دیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا یہ بات میں نے سُنی سنائی نہیں کہہ رہا بلکہ یہ بات میں تجربے کی بنا پر تمہیں کہہ رہا ہُوں، حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کی کہ ابا جان یہ تجربہ آپ نے کب اور کیسے کیا، ذرا مجھے بھی تو بتا دیجئے۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے فرمایا کہ بیٹے سُننا چاہتے ہو تو سنو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اور تمہاری اُمّی حضرت حوّا علیہا اسلام کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اے آدم علیہ السّلام اے حوّا علیھا السلام ساری جنت کے میوے کھانا، ساری جنت کی نعمتیں استعمال کرنا، ساری جنت کے پھل توڑ کر کھا لینا۔ لیکن اس درخت (گندم، انگور یا پھر زیتون) کے پاس نہ جانا۔ ہم نے عرض کی ـــ مولا کریم ٹھیک ہے ہم اسی طرح کریں گے، لیکن پھر بیٹا ہم سے بھول کر وہی گندم کا پھل کھا لیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم دونوں کو جنت کا لباس اتار کر، تیری ماں کو جدہ میں اور مجھے ہندوستان کے پہاڑوں میں اُتار دیا۔ بیٹا میں اللہ تعالےٰ کے خوف سے اپنے گناہ پہ نادم ہو کر تین سو سال تک روتا رہا، معافی مانگتا رہا، توبہ کرتا رہا مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کوئی رحمت بھرا جواب نہ آیا۔ اللہ تعالےٰ نے میری معافی کا اعلان نہ فرمایا۔

حضرات محترم! سیّدنا آدم علیہ السّلام تین سو سال تک اس قدر روئے جس کی مثال دُنیا میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی، حالانکہ آپ نے گندم کا پھل جان بوجھ کر نہیں کھایا تھا بلکہ بھول

کر سہواً یہ کھالیا تھا لیکن اس کے باوجود حضرت آدم علیہ السّلام اتنا روئے، اتنا روئے کر رونے کی حد کر دی لیکن ہم لوگ جو دن رات، صبح و شام چوبیس ۲۴ گھنٹے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں لگے رہتے ہیں، کبھی ہم بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کو یاد کرکے روئے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ گناہ کرکے ہم رونے کی بجائے قہقہے لگاتے ہیں، ہنستے ہیں، مسکراتے ہیں اور اگر کوئی اللہ کا بندہ ہمیں سمجھائے کہ میاں خوفِ خدا کرو۔ اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں روؤ، توبہ کرو، نماز پڑھو اور برائی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گردن جھکا دو۔ تو پتہ ہم اس اللہ تعالیٰ کے بندے کو کیا جواب دیتے ہیں۔ کہ چل پرے ہٹ بڑا آیا مُلّاں، مولوی ہمیں سمجھانے۔ توبہ کریں گے ہم اپنے لئے، نماز پڑھنی ہے تو ہم نے اپنے لیئے، تُو کون ہوتا ہے ہمیں سمجھانے والا۔ اللہ غنی۔ افسوس ایسے نام نہاد مسلمان پر جو اس قسم کا جواب دے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی کما حقہٗ بندگی کرنے کی توفیق دے۔

دیکھو! میرے بھائیو۔ ہمارے جدِّ امجد حضرت سیّدنا آدم علیہ السّلام نے ایک بھول کر کے اللہ تعالیٰ کی خطا کی اور رونے کی حد کر دی اور انہوں نے اپنی گناہ گار اولاد کو سبق دیا کہ اے میرے فرزندو! میری طرف دیکھو اور عبرت حاصل کرو جب میری ایک غلطی پر اللہ تعالیٰ کی طرف تین سو سال تک میری بخشش کا اعلان نہیں فرمایا۔ میری آواز کا کوئی جواب نہ دیا۔ میرے رونے پر کوئی توجہ نہ فرمائی تو خود تم سوچو، تم تو دن رات ہر وقت گناہ کرتے رہتے ہو تو تمہارا کیا بنے گا؟۔ تم قیامت کو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے سکو گے؟ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا منہ لے کر جاؤ گے، کیسے حساب دو گے، اللہ غنی۔

اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز اسی مقام پر ہم گناہ گاروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

دن لہو میں کھونا تیرا اور شب بھر تک سونا ترا
شرم نبی، خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رزق خدا کھایا کیا فرمان حق ٹالا کیا
شکر کرم ترس سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ہے بلبل رنگین رضا یا طوطئ نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنے روئے، اتنے روئے کہ حد کردی۔ حضرت وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہندوستان کی سرزمین سراندیپ جہاں پر اتارے گئے تھے یہ ایک بہت بڑا پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ پر منہ رکھ کر تین سو سال تک روتے رہے اور تین سو سال میں ایک مرتبہ بھی ندامت کی وجہ سے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ آپ کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسوؤں سے سراندیپ پہاڑ پر چشمے جاری ہو گئے اور وہ چشمے اس قدر گہرے اور رواں تھے کہ ان میں کشتی چل سکتی تھی۔ اللہ اللہ!

اور آپ کی آنکھوں میں نکلے ہوئے آنسو ندی کی طرح بہتے جاتے اور پرندے آتے اور حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں کو پیتے اور آپس میں کہتے تھے کہ آج تک اس سے بہتر پانی ہم نے پہلے کبھی نہیں پیا۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام ان کی زبان سے واقف تھے تو حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے رب کائنات، اب تو ان پرندوں نے بھی میری حالت زار پر افسوس کیا ہے۔ قربان جاؤں، حضرت آدم علیہ السلام کے رونے پر تفسیروں میں آتا ہے کہ پانچ آدمی اس دنیا میں آکر بہت روئے ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنی خطاء پر ۲۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر ۳۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خوف پر ۴۔ حضرت فاطمہ

فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور علیہ السلام کے وصال مبارک پر۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند کربلا کے واقعات پر، مگر ان تمام بزرگوں سے زیادہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام روئے کیونکہ آپ تین سو سال تک متواتر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ زاری کرتے رہے۔ حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسقدر روئے کہ آپ کے رونے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی رونا آگیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی حضرت آدم علیہ العلام کے لیئے اللہ تعالیٰ سے ان کی بارگاہ میں سفارش کی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر کرم فرمایا اور توبہ کرنے کا طریقہ بھی بتلایا۔ آیئے ذرا قرآن پاک سُنیئے۔ پ ا سورۃ بقرہ رکوع ۴ آیت ۳۶:

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

"پھر سیکھ لیئے آدم نے اپنے رب سے چند کلمے اور اللہ تعالیٰ نے اسکی توبہ قبول فرمائی وہی بہت توبہ قبول کرنیوالا نہایت رحم کرنیوالا ہے"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کا طریقہ حضرت آدم علیہ السلام کو خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے بتایا کہ پیارے اگر مجھے راضی کرنا چاہتے ہو تو ان الفاظ سے میری بارگاہ میں دعا کرو جب تم ان الفاظ سے دعا کروگے تو میں تمہاری دعا قبول فرماتے ہوئے تیری خطا کی معافی کا اعلان کردوں گا اور ساتھ ساتھ تیری نبوت کا اعلان بھی کردوں گا۔ اور تیرے سر پر نبوت کا تاج بھی پہنا دوں گا تو حضرت آدم نے کن الفاظ سے معافی مانگی تو آیئے سُنیئے جب توبہ کا وقت آیا تو آدم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو القا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان سے چلے پھر سب سے پہلے کعبہ شریف میں آئے اور کعبہ معظمہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور پھر ان کلمات سے دعا مانگی۔ دسویں محرم کی تاریخ تھی اور جمعہ شریف کا دن تھا۔

پارہ ۸ سورت اعراف رکوع ۸ آیت ۲۲ :- دونوں نے یعنی حضرت آدم اور

حضرت حوّا نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخشا تو ہمارے لئے اور نہ رحم فرمایا ہم پر تو ہم یقیناً ہر نقصان اٹھانے والوں میں ہونگے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

یہ دعا کرنے کے بعد پھر یہ کلمات اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں پیش کئے اور ان الفاظ سے دعا مانگی :-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ خَطِیْئَتِیْ

کہ اے رب کائنات میں تجھ سے تیرے بندہ خاص جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور مرتبے کے طفیل اور اسکی بزرگی کے صدقے جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں - یا اللہ اپنے حبیب پاک کے صدقے میں میری خطا کو معاف فرما دے'' اللہ اللہ!

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدم علیہ السّلام تو نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچان لیا حالانکہ میں نے ان کے جسم کو پیدا ابھی نہیں کیا - تو حضرت آدم علیہ السّلام نے عرض کی کہ اے ربّ کائنات جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تھا اور میرے اندر روح پھونکی تھی

تو رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَاَیْتُ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰی اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ

تو میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو میں نے عرش کے ستونوں پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے تھے کون سے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس میں نے جان لیا کہ جسکا نام تو نے اپنے نام کیساتھ ملا کر لکھا ہوا ہے وہ نام والا پیارا انہیں ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے -''

فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ صَدَقْتَ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم تو نے بالکل صحیح فرمایا کہ
یَا اٰدَمُ اِنَّہٗ لَاَحَبُّ — بیشک وہ حبیب مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے اور اے
الْخَلْقِ اِلَیَّ — آدم جب تو نے میرے حبیب کے وسیلے سے بخشش کی دعا مانگی
تو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اور اے آدم علیہ السلام اگر وہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم
نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ سبحان اللہ۔ عاشق رسول، خاک پائے مصطفٰے صلی اللہ
علیہ وسلم حضرت مولانا جامی نور اللہ مرقدہٗ نے کیا خوب نقشہ کھینچا فرماتے ہیں۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ نُورٍ کَزُو شُد نورہا پیدا
زمیں از حُبِّ او ساکن فلک در عشق او شیدا
اگر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجیا
ز سِرِّ اش جامیؔ الم نشرح لک برخواں
ز معراجش چہ می پرسی کہ سبحان الذی اسریٰ

اس کا ترجمہ جناب محمد اعظم چشتی صاحب نے کیا اور کمال کر دیا — کہ ؎

سلام اس نور تے جس چوں ہوئے نے نور سب پیدا
زمیں مست اوہدی اُلفت دِچہ فلک دی اوس دا شیدا
اگر سرکار دے نال دا نہ واسطہ آدم نہ دیندا
نہ آدم دی سُنی جاندی نہ بچدا نوح دا بیڑا
الم نشرح لک جامی صفت ہے اُسدے سینے دی
اوہدے معراج دی تعریف سبحان الذی اسریٰ

علامہ احمد بن محمد قسطلانی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم
علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم علیہ السلام کے نام کے واسطہ کو پیش کیا

اور اپنی غلطی کی معافی چاہی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ آدم میں نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے تمہیں تو معاف کر دیا ہے لیکن

یَا اٰدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاکَ۔

"اے آدم اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق کی شفاعت کی دعا کرتا تو ہم تمہاری شفاعت قبول کر لیتے اور تمام اہلِ آسمان اور تمام اہلِ زمین کی مخلوق کو معاف فرما دیتے"۔ سبحان اللہ۔

قربان جاؤں سید المرسلین حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کی طفیل رب تعالےٰ نے ہمارے جدِ امجد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ میرے بھائیو! غور کرو جب حضور علیہ السلام کے صدقے ہمارے باپ کی توبہ قبول ہو سکتی ہے تو اگر اس آدم علیہ السلام کے بیٹے حضور علیہ السلام کے اُمتی کملی والے کے غلام، سرکار کے نمکخوار نبی علیہ السلام کے در کے گدا، رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا، اللہ تعالےٰ کے حبیب علیہ السلام کا واسطہ پیش کر کے دعا مانگے گے تو بولو اللہ تعالےٰ، کملی والے کے غلاموں کی دعا نہیں قبول کرے گا۔ ضرور کرے گا، انشاء اللہ۔ کتنے بے وفا بیٹے ہیں وہ اور کتنے نمک حرام اُمتی ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے نام میں، حضور علیہ السلام کے دربار میں کیا رکھا ہے۔ جو نبی اپنے آپ کو قیامت کو نہیں بخشوا سکے گا جو یہ کہتے ہیں کہ جس نبی کو یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ خود بھی جنت میں جائے گا کہ نہیں۔ معاذ اللہ وہ ہمیں کیسے بخشوا سکے گا۔ اس کے نام میں کیا پڑا ہے۔

سامعین کرام! آپ خود جواب دیں کہ ایسا انسان مسلمان ہو سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں اور ہمارے اہلسنت کے علماء کرام، عوام کا تو یہ عقیدہ ہے۔ کملی والیا تیرے نام سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی تو انشاء اللہ تیرے صدقے سے ہمارا بھی بیڑا پار ہو جائے گا۔

جناب شکیل بدایونی نے اس مقام پر کتنے اچھے یہ شعر فرمائے ہے

نہ کلیم کا تصور نہ خیالِ طورِ سینہ
میری آرزو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری جستجو مدینہ
مَیں گدائے مصطفےٰ ہوں میری عظمتیں نہ پوچھو
مُجھے دیکھکر جہنم کو بھی آ گیا پسینہ
میرے ڈوبنے میں باقی نہ کوئی کسر رہی تھی
کہا المدد یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اُبھر گیا سفینہ
کبھی اے شکیل دِل سے نہ مٹے خیال احمد صلی اللہ علیہ وسلم
اِسی آرزو میں مرنا، اِسی آرزو میں جینا

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا یہ تھا وہ تجربہ، وہ کہانی، یہ تھا وہ قصہ جو میرے ساتھ پیش آیا۔ بیٹا جب سے اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے اُس دن سے میرا یہ وظیفہ ہو گیا ہے کہ مجھے جو حاجت اللہ تعالےٰ کے دربار میں پیش آتی ہے تو میں اسی نام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ پیش کرتا ہوں تو اللہ تبارک و تعالےٰ میری حاجت کو منظور فرما کر میری دعا قبول فرما لیتا ہے۔ بیٹا تم بھی اسی نام پاک کے طفیل ہمیشہ دُعا مانگنا، انشاء اللہ تیری بھی ہر دُعا و تمنا پوری ہو گی حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کی کہ ابا حضور ایسا کیا کروں گا جیسے آپ نے فرمایا ہے۔

(تفسیر روح البیان اول۔ تفسیر عزیزی اول، تفسیر نعیمی اول پارہ، بیہقی شریف، طبرانی شریف زرقانی۔ در منثور۔ نشر الطیب ۱۳۔ المستدرک حاکم۔ خصائص کبریٰ اوّل ۱۷۔ الوفا اول ۳۳۔ شواھد الحق صہ ۱۳۷۔ مواہب الدنیہ صہ ۱۲۔ انوار محمدیہ صہ ۱۰ شمائل رسول صہ ۲۲ معارج النبوت اول صہ ۴۶۳۔ جواہر البحار دوم صہ ۳۲۰۔ شفا شریف اول صہ ۲۶۳ تبلیغی نصاب صہ ۵۸۹)

میلاد شریف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرات محترم! یہ تھے حضرت آدم علیہ السلام جنہوں نے نبی کریم علیہ السلام کا میلاد منایا اور میلاد مناتے مناتے دُنیا سے تشریف لے گئے۔ اب آیئے اور دیکھیئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیسے کملی والے کا میلاد منایا۔ حضرت علامہ صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب نزہۃ المجالس اول صفحہ ۳۶۷ میں حضرت علامہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا مقدس گھر بیت اللہ شریف چھ مرتبہ تعمیر کیا گیا ہے۔ ۱۔ سب سے پہلے کعبہ شریف کو فرشتوں نے بنایا۔ ۲۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ ۳۔ اسکے بعد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ تعمیر کیا ۴۔ اس کے بعد پھر قریش مکہ نے اسے بنایا ۵۔ اس کے بعد حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیر کروایا ۶۔ اور آخری مرتبہ حجاج ابن یوسف نے بنایا اور آج تک وہی بنا موجود ہے۔ مگر بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سن ۱۰۴۰ھ میں سلطان مراد بن احمد خان شاہ قسطنطنیہ نے جب کعبہ شریف کی خستہ حالت دیکھی تو اس نے کعبہ شریف کو گرا کر پھر نئے سرے سے حجاج بن یوسف کے طرز پر کعبۃ اللہ شریف کو بنوایا۔ کعبۃ اللہ کے اندر سنگ مرمر کا فرش عمدہ طریقہ سے بچھایا گیا اور کعبہ شریف کی چھت اندرونی طور پر نہایت گہری مخملی لگائی۔ باہر کی دیواریں سنگ خارا سے چونا میں چنیں گئیں۔ اور تمام کعبہ شریف پر بہترین قسم کا ریشمی پردہ ڈلوایا جس پر لکھا گیا تھا لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ موجودہ کعبہ شریف سلطان مراد کا بنا ہوا ہے (تفسیر نعیمی پ ۱ صفحہ ۶۸۰)

لیکن حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب تفسیر روح البیان اول صفحہ ۵۱۷ میں لکھتے ہیں کہ کعبۃ اللہ شریف کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی ہے۔

۱: تعمیر ملائکہ، آدم علیہ السّلام کی ولادت سے پہلے۔ ۲: تعمیر آدم علیہ السلام ۳: حضرت آدم علیہ السّلام کے فرزند حضرت شیث علیہ السلام ۴: تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السّلام ۵: قوم عمالقہ ۶: قوم جرہم ۷: قصی بن کلاب ۸: قریش مکّہ ۹: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ ۱۰: حجاج بن یوسف۔ تعمیر کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ شریف کی دیواریں درست کی جاتی رہیں نہ کہ بنیادیں اکھاڑ کر بنانا۔

جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے کعبہ شریف تعمیر کیا تو یہ تعمیر سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک پھر کسی نبی یا رسول نے نہ کی۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بنا ہوُا کعبہ سیّدنا نوح علیہ السّلام تک بالکل صحیح رہا لیکن جب حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے نافرمانی کی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے بددُعا فرمائی کہ مولا کریم میری قوم تیری وحدانیت اور میری رسالت کو نہیں مانتی، ان سب کو غرق کر دے۔

قرآن شریف پارہ ۲۹ سورۃ نوح رکوع ۱۵ آیت ۲۵

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔

"اور نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ اے ربِ کائنات نہ جمع کر رُدئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوُا۔"

حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے تمام کافر غرق ہو گئے سوائے اسّی (۸۰) افراد کے جو مُسلمان تھے اور پوری دنیا میں پانی ہی پانی ہو گیا جب عذاب والا سیلاب آیا تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے مقدس گھر کی عمارت کو بھی آسمانوں پر اٹھا لیا۔ طوفان کے ختم ہونے کے بعد بیت اللہ شریف کا مقام صرف ایک سُرخ ٹیلہ سا رہ گیا۔ لوگ آتے اور اسی ٹیلے کی زیارت کرتے اور دعائیں مانگتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اسی حال میں رہا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ پیارے خلیل۔ عرض کی جی مولا کریم۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو لیکر میرے

میرے مقدس گھر کعبہ شریف کو نئے سرے سے بناؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ مولا کریم تیرا گھر میں بنانے کے لیئے تو تیار ہوں، لیکن مولا کریم اس کی چوڑائی کتنی اور لمبائی کتنی ہوگی، اس کی بنیاد کہاں تک ہے، یہ تو بتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے خلیل! اس کا بندوبست میں کئے دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل۔ عرض کی جی رب جلیل فرمایا جا میرے خلیل کو میرے گھر بیت اللہ کی چوڑائی، لمبائی اور سنگ بنیاد کہاں تک ہوگی۔ بتا کے آؤ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدھے خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے، جگہ کا تعین فرمایا اور بتایا کہ اس اس مقام پر بیت اللہ شریف کی تعمیر کی جائے تو یہاں اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ شریف کی تعمیر شروع ہوگئی، قربان جاؤ بیت اللہ شریف تیری شان پر کر تیرے بنانے کا حکم دینے والا کائنات کا مالک خالق و مالک ہے، تیری حدیں بتانے والا نوری فرشتوں کا پیشوا جبرئیل علیہ السلام ہے تیری تعمیر کرنے والا اللہ تعالیٰ کا خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے اور تیرے پتھر رکھانے والا! ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں، دونوں باپ بیٹا یعنی حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام کعبے کو بنانے لگے۔ کعبہ کی تعمیر کا سلسلہ یکم ذیقعدہ سے شروع ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا اسمٰعیل۔ عرض کی جی اباجان۔ فرمایا بیٹا بیت اللہ شریف کی تعمیر کے لئے گارا بناؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گارا بنایا — فرمایا بیٹا پہلے پتھر بھی جمع کر لو جن سے کعبہ شریف تعمیر کرنا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اباجان کا حکم سن کر پتھر اکٹھے کرنے شروع کر دیئے۔ کعبہ شریف کی تعمیر میں تین پہاڑوں کے پتھر استعمال ہوئے (۱) کوہ ابوقبیس (۲) کوہ حرا (۳) کوہ ورقان۔ جب گارا پتھر اور سامان تعمیر اکٹھا ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کو تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ مستریوں والا کام اللہ کا خلیل کر رہا تھا اور پتھر گارا اٹھانے کا کام جس کو ہم مزدوری کہتے ہیں اللہ کا پیارا نبی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کر رہا تھا۔ دیواریں بنتی گئیں لیکن جب دیواریں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قد مبارک سے اونچی ہوئیں تو ہاتھ پہنچنا دشوار ہو گیا۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا اسمٰعیل ۔ عرض کی جی اباجان فرمایا بیٹا ۔ دیواریں اونچی ہو گئی ہیں، ہاتھ نہیں پہنچ رہا۔ عرض کی اباجان، اب کیا، کیا جائے؟ اللہ! اللہ۔

سامعینِ کرام! آپ جانتے ہیں کہ آجکل جب مستری تعمیر کا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو بہت بڑے بڑے بانس وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن اس زمانے میں تو یہ بانس وغیرہ بھی نہیں تھے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا بیٹا جاؤ، ان پہاڑوں میں سے کوئی بڑا پتھر اٹھا کر لاؤ جس پر میں کھڑا ہو کر کعبہ شریف کی تعمیر کر سکوں۔ چنانچہ خلیل اللہ کا حکم سن کر، ذبیح اللہ پتھر کی تلاش میں نکلے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے فرمایا اے جبریلؑ۔ عرض کی یا ربّ جلیل ۔ فرمایا ہمارے خلیل کو پتھر کی ضرورت پڑ گئی ہے ۔ جاؤ پیارے اسمٰعیل علیہ السلام کو وہ پتھر دو جو میرا آدم جنت سے لے کر دنیا میں گیا تھا اور طوفانِ نوح کے وقت ہمارے نبی ادریس علیہ السلام نے ہمارے حکم سے ان پتھروں کو بوقبیس پہاڑ میں دفن کر دیا تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ ادھر اللہ کا نبی پتھر کی تلاش میں کوہ قبیس پر چڑھا ادھر نگاہ حضرت جبریل پڑی۔ وہ فوراً حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لائے۔ جبریل علیہ السّلام نے پوچھا حضرت اسمٰعیل نے فرمایا کیا بات ہے، جبریل نے فرمایا آپ کیا تلاش کر رہے ہیں؟ فرمایا جبریل! اباجان کعبہ شریف کی تعمیر فرما رہے تھے کہ دیواریں اونچی ہو گئی ہیں۔ ہاتھ مبارک نہیں پہنچ رہا، اسلئے پتھر تلاش کر رہا ہوں ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی آئیں آپ کو پتھر دوں جن کو آپ کے دادا حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں لائے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے خوش ہوئے۔ ساتھ چل پڑے جہاں پر وہ پتھر دفن تھے وہاں سے دو پتھر حضرت جبریل علیہ السلام نے نکالے ایک بڑا

تھا اور ایک چھوٹا تھا۔ جبریل علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے اسمٰعیل علیہ السّلام یہ دونوں لے جاؤ۔
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے دو نہیں صرف ایک پتھر کی ضرورت ہے
وہ بھی بڑے کی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ذبیح اللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا حکم
ہے، اپنے ابّا جان کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سُنا دینا کہ یہ بڑا پتھر اپنے قدموں کے نیچے رکھ کر
کعبہ شریف کی تعمیر کریں اور یہ جو چھوٹا پتھر ہے اسکو کعبہ شریف کے درمیان میں رکھ دینا۔
تاکہ جب حاجی حج کرنے آئیں گے، اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کریں گے تو اس پتھر کو چومیں
گے۔ جو اس پتھر کو چومیں گے یہ پتھر اُن کے گناہوں کو چوس لے گا۔ اور قیامت کے دن یہ
اپنے چومنے والوں کی سفارش کر کے جنّت میں بھی لے جائے گا۔ سُبحان اللہ!

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ان دونوں پتھروں کو لے کر اپنے ابّا جان کی خدمت آئے اور
اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم سُنایا جو جبرئیل علیہ السّلام نے سُنایا تھا۔ حضرت ابراھیم
علیہ السلام اب اس پتھر پر کھڑے ہو گئے اور پھر بیت اللہ شریف کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر
دیا۔ اللہ کا خلیل پتھر لگاتا جاتا، ذبیح اللہ پتھر اور گارا پکڑاتا جاتا، لیکن جوں جوں کعبہ
شریف کی دیوار اونچی ہوتی گئی، ربّ کائنات کی قدرت اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے
قدموں کی برکت کی وجہ سے وہ جنّتی پتھر خود بخود اُونچا ہوتا گیا۔ قرآن مجید نے کیا خوب
منظر پیش فرمایا۔ پارہ اوّل سورۃ بقرہ۔ رکوع ۱۵ آیت ۱۲۷

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ۔

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کرو جب اُٹھا رہے تھے ابراھیم اور اسمٰعیل علیہم السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی۔"

سُبحان اللہ! آیت کریمہ کے شروع پر غور کیجئے، کتنا پیارا جملہ ربّ کریم نے
فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کیجئے! کون سا وقت کعبہ شریف
کی تعمیر کا وقت۔

سامعینِ کرام! چیز اس کو یاد دلائی جاتی ہے جو چیز پہلے بھی دیکھی ہو لیکن ذھن سے اُتر جائے، تو گویا رب فرما رہا ہے، محبوب جب تمہارے دادا اور باپ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام بیت اللہ شریف تعمیر کر رہے تھے تم بھی اپنے نورِ نبوت سے ملاحظ فرما رہے تھے، محبوب وہ وقت یاد کرو — اللہ اللہ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ "اے ہمارے پروردگار قبول فرما ہم سے یہ عمل بیشک تو سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے"

کعبہ شریف تعمیر ہوتا رہا، جب بیت اللہ شریف کی دیواریں اونچی ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق وہ چھوٹا پتھر دیوارِ کعبہ میں نصب کر دیا گیا جس کو آجکل ہم سنگِ اسود کہتے ہیں، جب سنگِ اسود دیوار کعبہ میں نصب کیا گیا تو اُس کی روشنی چاروں طرف دُور دُور تک جاتی تھی، جہاں جہاں تک سنگِ اسود کی روشنی پہنچی وہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے حَرَم کے حدود مقرر کر دیئے جس میں شکار وغیرہ منع کر دیا گیا۔ یہ جو پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لگایا تھا جس کو سنگِ اسود کہا جاتا ہے اس کا رنگ اس وقت بالکل سفید تھا، گناہگاروں کے ساتھ لگ لگ کے اب بالکل سیاہ ہو گیا ہے۔ کعبہ شریف کی تعمیر چھبیسویں ذیقعدہ کو مکمل ہو گئی۔ گویا کعبہ شریف کی تعمیر میں کل پچیس (۲۵) روز لگے۔ کعبہ شریف کی تعمیر کچھ یوں بنی۔ بلندی نو ہاتھ، رکن اسود سے رُکن شامی تک کی دیوار ۳۲ ہاتھ۔ رکن شامی سے رکن غربی تک کی دیوار ۲۲ ہاتھ رُکن غربی سے رُکن یمانی تک ۳۱ ہاتھ۔ رُکن یمانی سے پھر رُکن اسود تک ۲۰ ہاتھ۔ جب کعبہ شریف مکمل ہو گیا تو خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنا سر آسمانوں کی طرف اٹھایا اور عرض کی کہ اے ربّ کائنات ہم دونوں باپ بیٹے نے تیرے گھر کی تعمیر مکمل کر لی ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے خلیل تو نے اور تیرے فرزند نے میرے گھر کو مکمل کر کے مجھے خوش کر دیا ہے۔ اے ابراہیم علیہ السلام تم نے میرے گھر کی مزدوری کی۔ اے ابراہیم میں اس گھر کا مالک ہوں تو میرے گھر کا مزدور ہے۔

اب ہاتھ اُٹھا اور اپنے مالک سے مزدوری مانگ، اُجرت مانگ، پیارے مانگنا تیرا کام ہے عطا کرنا ہمارا کام، لینا تیرا کام ہے، دینا ہمارا کام ہے، جھولی پھیلانا تیرا کام ہے، تیری جھولی کو اپنی رحمتوں سے بھرنا ہمارا کام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگنا شروع کر دیا، کیا مانگا؟ دُنیا مانگی؟ دولت مانگی، سونا مانگا، چاندی مانگی، بادشاہت مانگی، وزارت مانگی، سفارت مانگی؟ نہیں، ان میں سے کچھ بھی نہیں مانگا، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دُعا مانگی جو آج بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔

پارہ اوّل سورت بقرہ رکوع ۱۴ آیت ۱۲۶۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

"اے ہمارے رب ہمکو فرمانبردار اپنا بنا دے، اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو اور بتا دے ہمیں ہماری عبادت کے طریقے اور توجہ فرما ہم پر اپنی رحمت سے بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔"

یہ دُعا مانگنے کے بعد پھر جو آخری دُعا مانگی تو کمال کر دیا، کون سی دُعا کہ۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

"اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک عظمتوں والا رسول انہیں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انہیں بیشک تو ہی بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔"

حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام نے دعا مانگی کہ اے ربّ کائنات، اس کائنات میں ایک عظمت والا، ایک مرتبے والا، ایک عظیم الشان والا رسول بھیج۔ عرض کی رَسُوْلًا مطلب کیا تھا کہ مولا کریم ہو بھی ہم دونوں میں سے کی اولاد سے ہو بھی ایک اور ہو بھی

عظمت والا، شان وکمال والا۔

میرے بھائیو! تفسیروں، حدیثوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے بڑے بڑے نبی آئے، بڑے رسُول آئے، لیکن ان دونوں بزرگوں کی اولاد میں سے جو دونوں کی شان کو دوبالا کر سکے۔ وہ صرف اور صرف تمہارے اور میرے کائنات کے والی سیّدنا و مولانا حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں جو ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی مشترکہ اولاد ہیں، گویا حضور علیہ السّلام کی ولادت باسعادت سے ہزاروں سال پہلے، اللہ کے نبی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کملی والے کا میلاد شریف کی خوشیاں، دعائیں مانگ کر اور حضور علیہ السّلام کی دنیا میں تشریف آوری کی التجائیں کر کے منا رہے ہیں اور گویا ابراہیم علیہ السّلام کہہ رہے ہیں کہ مولا کریم یہ تیرا مقدس گھر بیت اللہ شریف مَیں نے بنا دیا ہے اب اس گھر کو بسانے والا کائنات کا دولہا، میرا جگر پارہ اپنا حبیب، رسولوں کا سردار سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مولا کریم تو بھیج دے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا میرے خلیل تُو خوش ہو جا ہم نے تیری دُعا کو مقبول فرما لیا ہے، میرے خلیل تمام نبیّوں کے بعد تیری دعاؤں کا ثمر، تیری دعاؤں کا پھل تیری آرزوؤں کا سہارا، آمنہ جی کا لعل جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں ضرور آئے گا اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے آخر میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر صداقت کی مُہر لگا دی۔ اس پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر کعبہ شریف کو وہ بسایا کہ آج پندرہ سو سال ہو گئے کہ کعبے کی عظمتیں دن بدن عروج پر جا رہی ہیں، جب نبی کریم علیہ السلام پیدا ہوئے ہوں گے تو اس وقت اللہ تعالےٰ کے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشیوں کی کوئی انتہاء نہ ہوگی۔ شاعر اس خوشی کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ (روح البیان اوّل پارہ)

؎ محمد مصطفےٰ آئے فضاواں مسکرا پیّاں
گھٹاواں نور برساون ہواواں مسکرا پیّاں
خلیل اللہ دے خواباں دی ہوئی تعبیراج پوری
جو رو رو منگیاں سن دعاواں مسکرا پیّاں
دُعا دے واسطے صائم جدوں سوہنے ہتھ چائے
خُدا دیاں رحمتاں بن بن گھٹاواں مسکرا پیّاں

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کعبہ شریف بنا کر دعا مانگی کہ اے خالقِ کائنات کعبے شریف کو بسانے والا جانِ عالم سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیج دے تاکہ تیرا مقدس گھر اس کی آمد پر کائناتِ عالم کا کعبہ بن جائے۔ معلوم ہُوا کہ کعبہ شریف کی بنیاد عشقِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھی گئی، اب اگر کوئی انسان حج کرنے کے لیئے مکہ شریف میں جاتا ہے تو پہلے ضروری ہے کہ اس کے دل میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ ہو اگر عشقِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دل خالی ہُوا اور کعبہ شریف کا طواف کرنے چلا گیا تو یاد رکھنا طواف تو ہوگا لیکن برائے نام۔ حج تو ہوگا لیکن لوگوں کو دکھلا دے گا —— کیوں؟ اسلیئے کہ کعبہ شریف بھی ہر حاجی کو گویا بزبانِ حال یوں کہتا ہے۔ ؎

اگر دِل میں عشقِ محمّد نہیں	تو کعبہ میں آنے کی کوشش نہ کرنا
نمازِ محبّت نیازِ خُدا ہے	وہ سجدہ ہی کیا سر جو جھک کر اُٹھا ہے
اگر تجھ میں جذبہ حسینی نہیں ہے	تو سر کو جُھکانے کی کوشش نہ کرنا
محمّد کا غم دو جہاں کی خوشی ہے	یہی زندگی ہے یہی بندگی ہے
غمِ مصطفےٰ سے اگر بیخبر ہے	غمِ دِل سنانے کی کوشش نہ کرنا

حضراتِ محترم! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی دُعا مانگ کر ہم غریبوں پر، ہم حضور علیہ السلام کے غلاموں پر بہت بڑا احسان کیا، اسلیئے

ہمیں چاہیئے کہ نبی کریم علیہ السلام کے دادا جان کا تذکرہ بھی کیا کریں۔ ان کی شان کے چرچے بھی کیا کریں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہہ سکیں کہ نبی کریم کے اُمتی بے وفا نہیں باوفا ہیں۔ میں نے ان کے لیئے حضور علیہ السلام کی آمد کی دعا مانگی تھی اور حضور علیہ السّلام کے اُمتی میرے تذکرے کرتے ہیں، میری شان اور میری عظمت کے ڈنکے بجاتے ہیں۔

ایک نکتہ

اس مقام پر ایک بڑا پیارا نکتہ بھی سن لیجئے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ جب ہم نماز میں درود پاک پڑھتے ہیں تو ہمیں حضور علیہ السلام کے نام پاک کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا نام پاک بھی لیتے ہیں اور یوں پڑھتے ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ دیکھئے اس درودِ پاک میں نبی کریم علیہ السّلام کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بھی نامِ پاک ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام درودِ پاک میں ہے۔ اورکسی نبی کا نہیں؟

تو سُنیئے مفسّرین کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اور بزرگان دین نے اس کی بڑی پیاری وجہ لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ہمارے پیارے نبی سیدنا و مولانا محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے لئے دُعا کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اُمتّ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کی دُعا سے ہمیں اللہ کا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ملا ہے۔ چونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے، اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پڑھنے کے لئے جو درود شریف تعلیم فرمایا، اس میں اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محسن حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی شامل فرمالیا تاکہ اُمّت کی طرف سے اپنے محسن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیئے بھی ہدیہ درود شریف پیش ہو جائے۔

اور هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے' پر بھی عمل کیا جائے ۔ (جواہر البحار اول ط ۲۴۴)

سامعینِ کرام! یہ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جنہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف دُعا مانگ کر منایا اور رہتی دُنیا تک بتا دیا کہ کملی والے کا میلاد شریف منانا شرک نہیں، بدعت نہیں، حرام نہیں، ناجائز نہیں بلکہ یہ تو کملی والے کے دادا ابراہیم علیہ السّلام اور کملی والے کے باپ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی سُنّت ہے ۔اب آئیے میں آپ کو یہ بتاؤں کہ میلاد شریف حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السّلام نے کیسے منایا ؟ ۔

میلاد شریف اور حضرت سُلیمان علیہ السلام

حضرات محترم! اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کو پوری دُنیا کی حکومت عنایت فرمائی تھی ۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان تھی ۔ دُنیا میں بڑے بڑے عظمتوں والے حکمران ہوئے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے لیکن جو عظمت اور شان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی وہ شاید ہی کسی کو ملی ہو اور ایسی عظمت والی بادشاہت حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیسے نہ ملتی جبکہ خود حضرت سُلیمان علیہ السلام نے ایسی بادشاہت کی دعا مانگی تھی ۔چنانچہ قرآن پاک پارہ ۲۳ سورت صٓ آیت ۳۶ میں وہ دعا آج بھی موجود ہے حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا مانگی ۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے یوں کہا

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔

"اے میرے ربّ مجھے معاف فرما دے اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسّر نہ آئے میرے بعد بیشک تو ہی بے انداز عطا کرنے والا ہے"

اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام نے جب یہ دعا مانگی تو یہ دعا قبول فرماتے ہوئے آپکو ایسی

ہی حکومت عطا فرمائی جو آپ کے بعد پھر کسی اور کو نہ ملی ، وہ حکومت کیسی تھی ، اللہ اللہ!
حضرت سلیمان کی بادشاہی انسانوں پر تھی ، جنوں پر تھی ، نباتات پر تھی ، جمادات پر تھی ،
حیوانات پر تھی ، ہوا پر بھی تھی ، سمندروں پر بھی تھی ، سمندر کی مچھلیوں پر تھی حتیٰ کہ تمام
زمینی مخلوق ، اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت تھی۔ حضرت سلیمان تمام
مخلوق کی بولی بھی سمجھتے تھے ۔ آپ انسانوں کی بولیاں بھی جانتے تھے ، جنوں کی زبان بھی
جانتے تھے ۔ پرندوں کی بولیاں بھی ، درندوں کی بولیاں بھی جانتے تھے ، شیاطین کی بولیاں بھی
غرضیکہ ہر قسم کی بولی ، اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی سیدنا سُلیمان علیہ السلام کو آتی تھیں ،
سُبحان اللہ ۔

میاں جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ وہ تمام مخلوقِ خُدا کی بولیاں
جانتے تھے تو خود سوچو حضرت سُلیمان علیہ السلام کے بھی نبی ، اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت
سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہوگی جو کائنات کے ذرّہ ذرّہ
کے نبی ہیں ۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیئے جنات نے ایک بہت بڑا تخت
بنایا تھا ، کتنا بڑا ؟ کہ تین میل لمبا ، تین میل چوڑا وہ تخت سونے اور ریشم سے تیار کیا گیا ۔
اس تخت کے درمیان ایک سونے کا منبر بچھایا جاتا تھا جس پر حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام
تشریف فرمایا کرتے تھے ۔ اس تخت کے ارد گرد سات لاکھ سونے اور چاندی کی کرسیاں
بچھائی جاتی تھیں ، سونے کی کرسیوں پر آپ کے وُزراء ، سُفراء اور چاندی کی کرسیوں پر
علماء کرام بیٹھتے تھے اور باقی جو جگہ بچتی تھی وہاں عام انسان اور جنات بیٹھا کرتے تھے
جب حضرت سُلیمان علیہ السلام کہیں تشریف لے جانا چاہتے تو آپ کا تخت ہوا میں ہوائی جہاز
کی طرح اڑتا تھا ۔ جب یہ نورانی جماعت ہوا میں تخت پر پرواز کرتی تو حضرت سلیمان علیہ
السلام کے حکم سے پرندے اس پوری جماعت پر پروں سے سایہ کرتے تاکہ سورج کی کرنیں
اور گرمی سے محفوظ رہ سکیں ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پوری دُنیا کا دورہ اسی تخت پر

بیٹھ کر کرتے، جہاں جہاں کوئی تکلیف یا پریشانی ہوتی اس کی تکلیف اور پریشانی کو دور فرما دیتے۔ آپ کے تخت کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ ایک ایک مہینہ کا سفر آپ کا تخت ایک دن بلکہ آدھے دن میں طے کر لیتا اور پھر شام کو وہ سفر طے کر کے گھر واپس تشریف لے آتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک پارہ ۱۷ سورۃ انبیاء آیت ۸۰ میں ارشاد فرمایا۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۔

"اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کیلئے تیز ہوا کو فرمان بردار بنا دیا۔ چلتی تھی وہ ہوا ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف جسے ہم نے بابرکت بنا دیا تھا اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت سلیمٰن کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ ہوا کو تابع اور مطیع کر دیا۔ میرا نبی علیہ السلام جہاں کہیں بھی جانا چاہتا تو وہ ہوا کو حکم دیتا تو ہوا اس کے تخت کو اڑائے پھرتی۔ اللہ اکبر کیا شان ہے اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی۔ اے نبیوں کے مثل بننے والو! ایک تم ہو کہ تمہیں گدھا بھی اپنی پشت پر بیٹھنے نہیں دیتا پھر کس منہ سے تم نبیوں ولیوں کی مثل بنتے ہو۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک انگوٹھی عطا فرمائی تھی، جب وہ انگوٹھی آپ پہن لیتے تو سارے جنات حیوانات، پرندے، چرندے، تمام مخلوقات خدا آپ کے دربار میں حاضر ہو جاتی تھی جب وہ انگوٹھی اتارتے تو دربار برخاست ہو جاتا۔ قربان جائیے اس انگوٹھی کے جس میں اللہ تعالے نے اتنی تاثیر اور برکت رکھی تھی۔

اب آیئے! ذرا دیکھئے اس انگوٹھی میں یہ تاثیر اور برکت کیوں تھی؟ اور اس انگوٹھی پر لکھا ہوا کیا تھا۔ امام المحدثین امام اجل حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان

بن داؤد علیہما السلام کو ایک نگ عطا فرمایا۔ اس نگ کو حضرت سلیمٰن علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی میں جڑوایا تھا۔ اس نگ کا رنگ آسمانی تھا اور اس نگ پر لکھا ہوا تھا

كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ سُلَيْمٰنَ	"اس انگوٹھی کے نگ پر لکھا ہوا تھا
بْنِ دَاوُدَ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	لا الہ الا اللہ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔	محمد رسول اللہ ۔

گویا یہ برکت تھی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جس کے صدقے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام کائنات کی سلطنت عطا فرمائی تھی، یہاں جب نبی کریم علیہ السلام کے نام میں اتنی برکت ہے کہ آپ کے نام کے صدقے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملی تھی تو خود سوچو حضور علیہ السلام کی اپنی بادشاہی اور اپنی سلطنت کتنی وسیع ہوگی۔ سبحان اللہ! حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت تو صرف زمین پر تھی، لیکن ہمارے آقا و مولا سیدنا و مولینا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہی صرف زمین پر ہی نہیں بلکہ میرے پیارے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہی زمینوں پر بھی، عرش پر بھی ہے فرش پر بھی، جنت پر بھی، دوزخ پر، منتہیٰ پر بھی ہے اور لا منتہیٰ پر، مکاں پر بھی ہے لامکاں پر بھی، تحت الثریٰ سے لیکر سدرۃ المنتہیٰ تک میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت ہے۔ چنانچہ خود نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰

فَاَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ اَهْلِ	"مگر ہمارے آسمانی وزیر جبرئیل علیہ السلام و
السَّمَآءِ فَجِبْرَائِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ	میکائیل علیہ السلام ہیں۔ اور ہمارے زمین
وَاَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ اَهْلِ	والوں میں سے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی
الْاَرْضِ فَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ	اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی سلطنت زمینوں پر بھی ہے، آسمانوں پر بھی آسمانوں کے وزیر ہیں حضرت جبرئیل اور حضرت

میکائیل علیہم السّلام اور زمینوں کے وزیر ہیں حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ'۔

ہاں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت سُلیمان علیہ السّلام کو پوری دُنیا کی سلطنت عطا فرمائی تھی اور ہوا آپ کے حکم کی منتظر رہتی تھی، جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لے جانا چاہتے، ہوا کو حکم دیتے ہوا آپ کے تخت کو وہیں لے جاتی ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ طریقہ پاک تھا کہ آپ اپنی سلطنت کا دورہ فرماتے، کبھی کبھی کسی مُلک میں تشریف لے جاتے تو کبھی کسی مُلک میں ۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السّلام اپنے تخت پر بیٹھے دُنیا اور اپنی سلطنت کا سفر فرما رہے تھے آپ کے ساتھ تخت پر اس زمانے کے انبیاء کرام اور علماءِ عظام بھی تشریف فرما تھے، کناروں پر جنّات کھڑے تھے، تخت برابر اُڑ رہا تھا ایک جگہ پر پہنچ کر حضرت سلیمان علیہ السّلام نے تخت کو نیچے اترنے کا حکم دیا ۔ تخت نیچے اُتر آیا تو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے تمام حاضرین کو حکم دیا کہ یہ تمام جنگل اور یہ تمام رستہ تمام حاضرین جنگل پیدل چل کر طے فرمائیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم پر تمام حاضرین نے اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ جنگل وہ راستہ جو کہ تقریباً سات آٹھ کلومیٹر تھا پیدل چل کر طے فرمایا، جب یہ ٹکڑا زمین کا تمام حاضرین نے پیدل طے فرمالیا تو حضرت سُلیمان نے تمام امتیوں کو اور تمام بزرگوں کو حکم دیا کہ اب آپ اس تخت پر سوار ہو جائیں تا کہ ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں ۔ حاضرین میں سے ایک بزرگ بولے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات ہے کہ آپ نے تمام روئے زمین کو اس تخت پر بیٹھ کر عبور کیا ۔ اسی تخت پر بیٹھے بیٹھے تمام سلطنت کا دورہ فرمایا کہیں کسی مقام پر کسی زمین پر، کسی زمین کے حصے کو پیدل طے نہیں فرمایا۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ جب یہ جنگل کا ٹکڑا آیا تو آپ خود بھی اس تخت سے نیچے اتر آئے اور تمام حاضرین کو بھی نیچے اترنے کا حکم فرمایا اور پھر یہ زمین کا ٹکڑا پیدل چل کر طے فرمایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام

نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندے یہ زمین کا ٹکڑا ہم نے پیدل چل کر اسلئے پار کیا ہے کہ یہ زمین بڑی برکت والی ہے، بڑی عظمت والی ہے، بڑی شان والی ہے، لہذا ہم نے اس جنگل کا ادب کرتے ہوئے احترام کرتے ہوئے اس کی تعظیم کی ہے اور پیدل چل کر اس کو طے کیا ہے۔

سوال کرنے والے نے عرض کی کہ حضور اس میں کون سی برکت ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی تو یہ جنگل ہے، ابھی تو یہ ویران جگہ ہے لیکن ایک زمانہ آئیگا جب اس جنگل میں منگل ہوگا۔ ویرانی آبادی میں تبدیل ہو جائے گی۔ اور اس آبادی کا نام پاک ہوگا "مدینہ منورہ" اس آبادی پاک میں ساری کائنات کا آقا، سارے رسولوں کا تاجدار، ساری مخلوق کا شفیع، اللہ تعالیٰ کا آخری نبی، رب العالمین کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی شریف کے آخری خسال اسی بستی میں گزارے گا۔ اور پھر یہیں انکا وصال ہوگا۔ اور اسی آبادی میں ان کا روضہ شریف بنے گا۔ یہ سرزمین ساری کائنات کے لوگوں کی زیارت گاہ بنے گی، انسان تو انسان، فرشتے بھی آسمانوں سے اس مقام کے لئے ترسیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ستر ہزار فرشتے صبح، ستر ہزار شام کو فرشتے دیدار مزار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاضر ہوں گے۔ اللہ اکبر! حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔

هٰذِهٖ دَارُ هِجْرَةِ نَبِيِّ اٰخِرِ الزَّمَانِ طُوْبٰى لِمَنْ اٰمَنَ وَاتَّبَعَهٗ۔

اے میرے امتیو! یہ گھر اس نبی آخر الزماں کا ہجرت گاہ ہوگا اور بڑے ہی خوش نصیب ہونگے وہ لوگ جو ان پر ایمان لائیں گے۔"

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے اُمتیو! یہ شہر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہوگا، بڑے ہی خوش نصیب ہوں گے وہ انسان جو اس گلی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور اُن کی غلامی کریں گے۔ جب حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے تو حاضرین نے عرض کی کہ یا نبی

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اُن کا نام کیا ہوگا اور ان کی صفات کیا ہوں گی - حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا - میرے اُمتیو! اس کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آسمانوں پر احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور زمین پر آپ کا اسمِ گرامی محمدؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - آسمان والے اس کو احمدؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر پکاریں گے اور زمین والے ان کو محمدؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے یاد کریں گے اور اس کملی والے کی یہ صفات ہوں گی کہ وہ ساری کائنات کا رسُول ہوگا - اللہ تعالےٰ کا حبیب ہوگا، ساری کائنات کا سردار ہوگا - لیکن پھر بھی عاجزی انکساری کا پیکر ہوگا - لوگ اُسے گالیاں دیں گے، وہ لوگوں کو دعائیں دے گا - کُفّار اُسے مجنُوں کہیں گے وہ کُفّار کو سینے سے لگائے گا، مُشرک اسے پتھر ماریں گے وہ ان کے لیئے رحمت کی چادر بچھائے گا - غرضیکہ حضرت سُلیمان علیہ السلام نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف اور تعریف ایسی بیان فرمائی کہ سُننے والے جھوم اُٹھے -

ایک بزرگؒ نے پُوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پیدا کب ہوں گے - تو آپ نے فرمایا کہ میری وفات سے تقریباً ایک ہزار سات سو سال بعد دنیا میں تشریف لائیں گے - حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میاں، اب چلو اپنی منزلِ مقصود کی طرف تو حاضرین میں سے ایک بزرگ تھے جن کا نام "تُبّع" تھا وہ نبی کریم علیہ السلام کی شان سن کر ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر غائبانہ طور پر عاشق ہو چکے تھے، سبحان اللہ! میاں یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی شان کو سُن کر ہر مومن جان قربان کرنے کے لیئے تیار ہو جاتا ہے - جب نبی علیہ السلام کی غائبانہ شان سن کر ہر مومن کا دل جھوم اُٹھتا ہے اور وہ قربان ہونے کے لیئے تیار ہو جاتا ہے تو میاں جو حضرات ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہوں گے وہ کیسے حضور علیہ السلام پر قربان ہوتے ہوں گے - کیا خوب فرمایا نجم نعمانی صاحب نے کہ ؎

جب حُسن تھا ان کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہوگا

بنِ دیکھے فِدا ہے ہر کوئی دیدار کا عالم کیا ہوگا

جسِ وقت تھے خدمت میں ان کی ابوبکر عمر عثمان و علی

اس وقت رسولِ اکرم کے دربار کا عالم کیا ہوگا

کہتے ہیں عرب کے ذرّوں پر انوار کی بارش ہوتی ہے

اے نجمؔ نہ جانے طیّبہ کی گلزار کا عالم کیا ہوگا۔

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ ایک بزرگ جن کا نام تُبّع تھا وہ نبی کریم علیہ السلام کی شان اور صفات سُن کر کملی والے آقا پر غائبانہ طور پر عاشق ہو چکا تھا تو اس بزرگ نے نہایت ہی ادب سے حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السّلام کی خدمت میں عرض فرمائی کہ یانبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کی کہ آقا اگر آپ اجازت فرمادیں تو مَیں اس جنگل میں ڈیرے ڈال کر نبیٔ کریم علیہ السلام کی آمد کا انتظار کروں۔ شاید میری عمر میری زندگی میرے ساتھ وفا فرمائے اور مَیں نبی آخر الزّمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوسکوں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تُبّع نامی بزرگ سے فرمایا کہ ٹھیک ہے میری طرف سے اجازت ہے، تم رہو اگر تمہاری ملاقات اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صل اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے تو ان کو میرا بھی سلام عرض کرنا۔ اللہ اکبر۔

حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام تو تشریف لے گئے لیکن یہ بزرگ تُبّع اسی جنگل میں ڈیرے ڈال کر اس اُمید پر بیٹھ گئے کہ شاید حضورؐ علیہ السلام کی زیارت سے مستفیض ہو سکوں کیونکہ اس زمانے میں لوگوں کی عمریں بڑی لمبی لمبی ہوتی تھیں جیسے کہ حضرت نُوح علیہ السلام کی عمر پاک پندرہ سو سال کی تھی۔ اسی طرح اور بھی بڑے بڑے بزرگ لمبی لمبی زندگیاں پاکر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اسی بزرگ نے مدینہ شریف کی بستی کی بنیاد رکھی معلوم ہوا ہے کہ مدینہ شریف کی بنیاد عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھی گئی اور یہ بھی معلوم

ہوا کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف پہلے نبی علیہ السلام اور پہلے نبیوں کی اُمتیں بھی مناتی آئیں۔

میاں جب پہلے انبیاء کرام علیہ السلام، ہمارے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منائیں اور ان کی اُمتیں ہمارے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد سُن کر عشق سے سرشار ہو کر جھومنے لگیں تو ہم پر تو زیادہ حق بنتا ہے، ہمارے اوپر تو زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف منائیں اور جھوم جھوم کر کہیں کہ ؎

آقا کے غلاموں کو اب میلاد منانے دو — سرکار کی آمد ہے راہوں کو سجانے دو
گھر گھر میں چراغاں ہے رحمت کا اُجالا ہے — آقا کی ثنا کر کے تقدیر جگانے دو
چرچا ہے یہی ہر سو کہتا ہے یہ ہر کوئی — تشریف نبی لائے محفل کو سجانے دو

سامعینِ کرام! مکہ معظمہ آباد ہوا تھا قوم جرہم کی بنا پر جو کہ آبِ زم زم کا پانی لینے آئے تھے۔ لیکن مدینہ شریف کی بستی کی آبادی ہوئی دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر اور پھر ایسی آبادی ہوئی کہ آج ساڑھے تین ہزار سو سال ہونے کو ہے اور مدینہ شریف کی رونق بڑھتی جا رہی ہے اور انشاء اللہ تا قیامت اس کی عظمت بڑھتی ہی جائے گی اور زائرین کے میلے لگے رہیں گے اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کی زیارت کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو مسرور کرتے رہیں گے۔ اسی مقام پر اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے
تو زندہ واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھُپ جانے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

(روح البیان شریف پ ۱۹ ۔ نصرت الواعظین) معلوم ہوا نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف منانا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سُنّت ہے ۔ اب آیئے میں آپ کو بتاؤں ۔ کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ السلام کا میلاد شریف ، حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کیسے منایا ؟

میلاد شریف اور حضرت عیسٰی علیہ السلام

پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ السلام نے کیسے منایا ۔ قرآن مجید پارہ ۲۸ سورۃ صف آیت ۶ :۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

"اور یاد کرو جب فرمایا عیسٰی ابن مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں ۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو تشریف لائیگا میرے بعد اسکا نام نامی احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا ۔ پس جب وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لیکر آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے"۔

حضراتِ محترم ! آیت کریمہ پر غور فرمائیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جو کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام سے ۵۷۰ برس پہلے اس دُنیا میں تشریف لائے اور نبوّت و رسالت کا پرچار کیا اور ساتھ ساتھ ہمارے پیارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت کی خوشخبری بھی اپنی قوم کو سناتے ہوئے دُنیا سے تشریف لے گئے چنانچہ انجیل شریف اس بات کی آج بھی گواہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جب

تک اس دُنیا میں لوگوں کو اپنی تبلیغ سے نوازتے رہے تو تقریباً ہر تقریر میں اپنی قوم کو ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بتاتے رہے۔ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے ڈنکے بجاتے رہے اور لوگوں کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سناتے رہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر مبارک جب تیس [۳۰] برس کی ہوئی تو آپ پر وحی آئی اور تین سال تک آپ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دیتے رہے اور تینتیس [۳۳] سال کی عمر میں رمضان شریف کی ستائیسویں تاریخ کو یعنی شب قدر میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر زندہ اٹھا لیا۔ اب انشاء اللہ قیامت کے قریب آپ پھر دنیا میں تشریف لائیں گے۔ نبی بن کر نہیں بلکہ میرے اور آپ کے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بن کر آئیں گے۔ اور چالیس [۴۰] سال تک دنیا میں قیام فرمائیں گے۔ شادی بھی کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی اور پھر آپ کا وصال ہو جائے گا۔ اور نبی کریم علیہ کے روضۂ پاک کے ساتھ آپ کا مزار شریف بھی بنے گا۔ جب قیامت قائم ہوگی تو سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ شریف سے اُٹھیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر حضرت صدیق اکبر و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنھما، یہ چاروں بزرگ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ سُبحان اللہ!

کتنا نورانی منظر ہوگا۔ ہاں تو عرض کر رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین سال تک اپنی قوم کو تبلیغ فرماتے رہے لیکن جب بھی خدائے ذوالجلال والاکرام کی توحید بیان کی تو ساتھ ساتھ نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پاک ذکر بھی ضرور فرماتے، چنانچہ آیئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل شریف کا مطالعہ کریں جو اللہ پاک نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ذات پاک پر اتاری۔

کل آسمانی کتابیں

حضرت محترم۔ یہاں ایک بات عرض کروں پھر آگے چلوں تفسیر ابن کثیر نے بہت سی اسناد کے ساتھ یہ بات اپنی تفسیر میں

درج فرمائی ہے کہ ایکدن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے نبی کریم علیہ السلام سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فرمایا ابوذر! کیا بات ہے۔ عرض کی میرے آقا۔ اس دنیا میں کل کتنے نبی تشریف لائے۔ فرمایا کہ اے ابوذر، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی مخلوق کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے ہیں۔ ابوذر فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں کُل رسُول کتنے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین سو تیرہ (۳۱۳)۔

سامعین کرام! رسُول وہ باکمال مرد ہوتا ہے جو رب کی طرف سے تبلیغ کے لئے بھیجا گیا ہو اور اس کے ساتھ کوئی نئی یا پرانی آسمانی کتاب بھی ہو۔ لیکن نبی وہ ہوتا ہے جو صرف تبلیغ کے لئے آئے وہ کوئی کتاب وغیرہ لیکر نہیں آتا نہ پُرانی نہ نئی بس جو اللہ تعالےٰ کا حکم ہوتا ہے اس پر عمل کرتا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر رسول نبی تو ہے لیکن ہر نبی رسُول نہیں ہوتا۔

ہاں تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل آسمانی کتابیں اور صحیفے کتنے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابُوذر، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر ایک سَو (۱۰۰) صحیفے اور چار (۴) کتابیں نازل فرمائیں۔ پچاس صحیفے اللہ رب العزت نے حضرت شیث علیہ السلام پر۔ تیس (۳۰) صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر، دس (۱۰) صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر، اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ توریت شریف کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور شریف حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل شریف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، قرآن پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

(تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر نعیمی پ ۶ صفحہ ۹۰)

تو بات کیا عرض کر رہا تھا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر جو کتاب مقدس انجیل شریف

اتری اس میں بھی ہمارے پیارے آقا و مولا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف موجود ہے۔ اس وقت عیسائیوں کے پاس چار انجیلیں ہیں، جن کو عیسائی مستند قرار دیتے ہیں۔ ۱۔ انجیل متی ۲۔ انجیل مرقس ۳۔ انجیل لوقا ۔۴۔ انجیل یوحنا۔ یہ چاروں انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھائے جانے کے ستر (۷۰) برس بعد لکھی گئیں اور جن حضرات نے ان کتابوں کو مرتب کیا وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے صحابہ میں سے نہ تھے بلکہ لکھنے والوں نے جب یہ کتابیں لکھیں تو اس وقت تک انہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا دین عیسوی بھی قبول نہیں کیا تھا اور نہ ہی مصنفین و مرتبین حضرات نے یہ بتانے کی کوشش کی اور نہ ہی یہ زحمت گوارا کی کہ انہیں یہ کلام فلاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے صحابی کے ذریعہ ملا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں مسلمانوں کی احادیث شریف کی کتابیں ہیں، اُن میں تمام راویوں کا ذکر حضور علیہ السلام تک موجود ہوتا ہے، جن جن حضرات نے اُس حدیث کو روایت کیا ہوتا ہے باقاعدہ ان کا نام ان کے والد کا نام ان کی ذات، صورت و سیرت، تقویٰ، پرہیزگاری غرضیکہ ان کے ایک ایک کردار کی عکاسی ہوتی ہے تاکہ حدیث شریف پڑھنے والے کو یقین کامل ہو جائے کہ واقعی یہ حدیث شریف ہمارے پیارے نبی کریم علیہ السلام کی حدیث شریف ہے۔ آئیے نمونے کے طور پر ایک حدیث شریف سناؤں تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ مسلمانوں کا دین کس طرح سچا ہے:۔

ایک حدیث شریف

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۶

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى قَالَ اَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِي سُفْيَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا عبید اللہ بن موسیٰ نے اسے حنظلہ بن ابی سفیان نے انہیں عکرمہ بن خالد نے انہیں ابن عمر جن کا نام ہے عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں۔ ——————— کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ۱۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا ۲۔ وقت پر نماز پڑھنا ۳۔ ہر سال زکوٰۃ ادا کرنا۔ عمر میں ایک مرتبہ حج کرنا اور ہر سال رمضان شریف کے روزے رکھنا۔"

سامعین کرام! غور فرمائیں کہ اس حدیث پاک کو کیسے پیارے انداز سے بیان کیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ کیسے کیسے حدیث چلی اور کیسے مجھ تک یعنی امام بخاری تک پہنچی، سبحان اللہ، یہ اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ محدثین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے راویوں کی ایسی چھان بین کی ہے کہ پڑھ کر خدا یاد آجاتا ہے اور پڑھنے والا پڑھکر بخوبی اندازہ لگالیتا ہے کہ جب حدیث بیان کرنے والے اتنے پاکیزہ اور نیک سیرت حضرات تھے تو ان کی روایت میں بھلا کیسے شبہ ہوسکتا ہے۔

بہرحال بتانا یہ منظور تھا کہ جن مصنفین نے ان چاروں انجیلوں کو تصنیف کیا ہے انہوں نے یہ بات لکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کہ یہ آیت مجھے کہاں سے ملی ہے یا کس راوی نے بتائی، تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ جن انجیلوں کو ۷۰ ستر سال تک مرتب نہ کیا گیا تھا تو اس طویل عرصے کے بعد جن حضرات نے یہ انجیلیں لکھی ہوں گی تو انہوں نے ضرور اپنی مرضی کی ہوگی، جو دل میں آیا ہوگا لکھا ہوگا۔ اور جو بات دل کو پسند نہ آئی ہوگی، وہ چھوڑ دی ہوگی - لہٰذا یہ تمام انجیلیں غیر مستند اور غیر تسلی بخش اور غیر معتبر ہیں، انہیں الہامی، کہا جاسکتا نہ اصلی و معتبر، البتہ عیسائیوں کے پاس ایک اور کتاب بھی ہے جس کا نام انجیل برنباس ہے۔ اس انجیل کو اگر پڑھا جائے تو اسمیں بہت سارے احکامات اور

بہت ساری آئیتں ایسی موجود ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کئی مقامات پر تقریر کرتے ہوئے ہمارے پیارے آقا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے اور حضور علیہ السلام کا میلاد شریف اپنی اُمت کو سنایا اور یہی انجیل برنباس پڑھنے سے اصل انجیل معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس انجیل کا جو مصنف ہے، وہ کوئی معمولی انسان نہیں تھا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بڑا چہیتا صحابی تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی نبوّت کا اعلان فرمایا تو اس برنباس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے غلامیِ عیسےٰ علیہ السلام قبول کرلی۔ یہ برنباس قبرص ایک مُلک ہے وہاں کا رہنے والا تھا اور یہ مذہب کا یہودی تھا اور اس کا اصل نام JOSES جوسز تھا لیکن جب اس جوسز نے دینِ عیسوی کی اشاعت کے لیئے سردھڑ کی بازی لگادی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرے حواریوں یعنی صحابہ کرام نے اس کو برنباس کا لقب دے دیا برنباس کے معنی ہیں واضح نصیحت کا فرزند۔ یہی حضرت برنباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافی عرصے تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہے اور جو جو کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے جن جن مقامات پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعوت وارشاد فرماتے یہ برنباس اس کو ساتھ لکھتے رہتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب تمام کلام لوگوں کو سُنا دیا اور آپ اللہ کے حکم سے آسمانوں کی طرف چلے گئے، تو برنباس نے اس کلام کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اور جو انہوں نے اپنی قوم کو سنایا تھا اس کو ایک کتاب صورت دے کر عیسائیوں میں پھیلا دیا اور اس کا نام انجیل برنباس یعنی وہ انجیل جو برنباس نے لکھی۔

یہ برنباس کی انجیل ۳۲۵ عیسوی تک مستند انجیل تسلیم کی جاتی رہی اور لوگ اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھتے اور سنتے رہے۔ چنانچہ اس کتاب میں واضح طور پر موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور پیارے [illegible] اور آپ نے بار بار اس کتاب میں اپنی قوم کو یہ نصیحت فرمائی کہ خدائے

ذوالجلال وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں وہ اولاد سے پاک ہے، چنانچہ جب عیسائیوں میں گروپ بندی شروع ہوئی اور عیسائیوں نے یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ، خدا اور خدا کے بیٹے ہیں ۔ یہ عقیدہ اتنا زیادہ پھیلا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا سچا دین مٹنا شروع ہو گیا اور پوری دُنیائے عیسائیت عقیدۂ تثلیث پر قائم ہے یعنی تین خداؤں پر ۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ بھی خدا ۔ ۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خُدا کے بیٹے جو خدا کے شریک کار ہیں (نعوذ باللہ) حضرت مریم علیہا السلام اللہ بھی خدائی میں شریک (نعوذ باللہ) یہ عقیدۂ تثلیث پوری دنیا میں پھیل گیا اور اس کے بعد یہی عقیدہ عیسائی مُلکوں کے بادشاہوں نے بھی سرکاری طور پر نافذ کر دیا اور ۳۸۲ء عیسوی میں یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اُٹھائے جانے کے تین سو بیاسی ۳۸۲ سال بعد انجیل برنباس جو صحیح اور اصل انجیل تھی اس پر تمام عیسائی پادریوں نے پابندی لگوا دی اور غلط اناجیلیں چھاپ کر اُسی کو اپنی دین کی بنیاد بنا لیا اور آج تک اسی غلط عقیدے پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اپنی دنیا و آخرت برباد کر رہے ہیں تو اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ اصل انجیل وہی ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پیارے صحابی اور شاگرد حضرت برنباس نے لکھی ۔ آئیے اب اسی انجیل شریف کا مطالعہ کریں

انجیل شریف المعروف انجیل برنباس باب ۴۲ صفحہ ۶۲ باب ۹۶، ۹۸ صفحہ ۱۴۰-۱۴۴

عیسےٰ علیہ السلام کا وعظ

ایک دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے نبی حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے تقریر فرما رہے تھے ، سُبحان اللہ کتنی پیاری تقریر ہو گی وہ کہ تقریر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی تھے اور تقریر سُننے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب تھے ـــــــ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات سُنائے جہنم کے خطرات سے آگاہ کیا اور جنت کی خوشخبریاں سنائیں ، تو آپ کی قوم یہ سُن کر رونے لگی اور جنت کی بشارتیں سُن کر عش عش کر اُٹھی ۔ تو آپ کی قوم کی ایک بی بی

جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا وعظ سُن رہی تھی، کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی قربان جاؤں! اس مُبارک ماں پر جس ماں کا اے عیسےٰ علیہ السّلام تو نے دودھ پیا۔ قربان جاؤں اس ماں کی گود پر جس گود میں اے رُوح اللہ علیہ السّلام تو کھیلا ہے اور صدقے جاؤں اس ماں کے قدموں پر جس ماں نے اے پیارے تمہیں جنم دیا ہے۔

جب یہ کلمات اس بی بی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ماں حضرت مریم علیہا السلام کی ثناء و تعریف میں کہے۔ تو حضرت سیّدنا عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بی بی بے شک میری ماں بڑی شان والی ہے، بڑے کمال والی ہے، لیکن اے بی بی میری ماں حضرت مریم علیہا السّلام سے بڑھکر شان والی، بھاگاں والی، کمال والی ایک بی بی ایک مقدس خاتون، ایک باکمال ماں دُنیا میں تشریف لانے والی ہے۔ جن کی گود میں سارے نبیوں کے امام، ساری کائنات کے آقا و مولا، ساری مخلوق کے سردار، اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے اور کھیلیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جب میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان فرمائی تو سامعین کرام میں سے آپ کے صحابی تھے تو انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ اے اللہ تعالےٰ کے پیارے مسیح علیہ السلام کیا آپ وہی نبی ہیں جن کی خبر آج سے اڑھائی ہزار برس قبل، اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت موسٰی کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی کہ اے دُنیا والو! میرے بعد ایک اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لانے والا ہے یاد رکھو جس نے اس کی پیروی کی وہ کامیاب ہوگیا جس نے اُس کی نافرمانی کی وہ دونوں جہانوں میں ذلیل و رُسوا ہوگیا۔

تو سُنو یہاں حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔ فرمایا اے میرے اُمتیو! جس نبی کی بشارت حضرت مُوسٰی کلیم اللہ علیہ السلام نے دی تھی، وہ میں ہرگز نہیں ہوں بلکہ میرے اندر ان کی کچھ بھی صلاحیت نہیں اور میری تو اتنی بھی شان نہیں کہ میں اس اللہ تعالیٰ کے پیارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے تسموں کو بھی کھول سکوں۔ اللہ اکبر!

حضرات سامعین کرام! یہ کلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہنایت عاجزی اور انکساری کا تھا دگرنہ نبوت کے لحاظ سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام برابر ہیں درجے، مرتبے میں ضرور فرق ہے اور سب سے بڑھ کر اعلیٰ وارفع درجہ میرے اور آپ کے آقا و مولا جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے اُمتیو! میں وہ نبی ہرگز نہیں ہوں جس کی خبر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دی تھی بلکہ میرے اندر تو اُن کا سا کچھ بھی نہیں۔ مَیں تو اس قابل بھی نہیں کہ مَیں اُس نبی کے نعلین پاک کے موزوں کو کھول سکوں، بلکہ وہ نبی تو وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات سے پہلے اپنے نور سے پیدا کیا تھا اور ظہور اس نبی کا میرے بعد ہوگا اور اس کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

ایک صحابی نے سوال کیا کہ یا روح اللہ علیہ السلام، اس پیارے آقا علیہ السلام کا نام کیا ہوگا؟ اور اس کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کیا ہوں گے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر میرے اور آپ کے آقا جناب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ کرام، نبیٔ کریم علیہ السلام کا میلاد شریف سُن کر حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کے بارے میں سُن کر جھومنے لگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے غلامو! اس کملی والے کا نام زمینوں پر ہوگا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آسمانوں پر ہوگا "احمد" صلی اللہ علیہ وسلم۔ زمین والے انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارا کریں گے جبکہ آسمان والے انہیں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نام سے پکاریں گے۔

سامعین کرام! جب عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتیوں نے صحابیوں نے نبیٔ کریم علیہ السلام کا نام پاک سُنا۔ میلاد شریف سُنا تو زور زور سے پکار کر کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ

وسلم، اب آجا اپنا مکھڑا پیارا دکھا جا۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب آجا اپنا پیارا چہرہ دکھا جا۔ سبحان اللہ گویا عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتیوں نے یوں کہا ہوگا۔

یوں تو سارے نبی مُحترم ہیں مگر
سرورِ انبیاء تیری کیا بات ہے
رحمتِ دو جہاں اِک تیری ذات ہے
اے حبیبِ خُدا تیری کیا بات ہے
روحِ کون و مکاں یہ نکھار آ گیا
سب کی بے چینیوں کو قرار آ گیا
مَرحبا مَرحبا ہر کسی نے کہا
آمدِ مصطفےٰ تیری کیا بات ہے
حضرتِ آمنہ کے دُلارے نبی
غمزدہ اُمتّوں کے سہارے نبی
روزِ محشر کہے گی یہ خلقِ خُدا
سب کے مُشکل کُشا تیری کیا بات ہے

معلوم ہُوا کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کا میلاد شریف وہ پیاری سُنّت ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مناتے آئے۔ اسی طرح جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام دُنیا میں تشریف لائے سب ہی کہتے آئے کہ حضور علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائیں گے اور ہم کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دُنیا میں تشریف لا چکے ہیں۔ چیز ایک ہی ہے صرف ماضی اور مستقبل کا فرق ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کملی والے کا میلاد منانا شرک، بدعت، ناجائز اور حرام نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام کی سُنّت ہے۔ نہیں۔ نہیں آئیں آپ کو یہ بھی بتاؤں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کا میلاد شریف منانا خود ہمارے آقا جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سُنت بھی ہے

میلادِ شریف خود کملی والے نے منایا

(مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳ ۔ ترمذی شریف نشر الطیب ص۱۸)

نبی کریم علیہ السلام کے پیارے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ شریف میں بعض بدبخت منافقوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حسب ونسب شریف میں طعنہ زنی کی کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف باپ دادے کے لحاظ سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے، بلکہ نبی کریم علیہ السلام بھی عام عربیوں کی طرح حسب ونسب والے ہیں ۔ یہ خبر جب کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلی تو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو اپنے دربار شریف مسجد نبوی شریف میں بُلایا، اُن میں منافق بھی چلے آئے جو بظاہر مسلمانوں کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے ۔ جب تمام صحابہ کرام مسجد نبوی شریف میں جمع ہوگئے ۔

فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا ۔ فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف کے منبر پر چڑھ گئے اور اپنے صحابہ کرام سے پوچھا کہ میں کون ہوں ؟ تو صحابہ کرام نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں ۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمدؐ ہوں اور میں بیٹا ہوں عبداللہ کا اور پوتا ہوں عبدالمطلب کا ۔ بعد میں فرمایا کہ اے میرے صحابیو! اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اپنے اچھے لوگوں میں سے بنایا پھر اچھے لوگوں کی دو جماعتیں بنائیں اور مجھے ان لوگوں کی بہتر جماعت میں سے بنایا یعنی انسان ۲ دو قسم کے ہیں ۔ عرب اور عجم ان دونوں میں سے عرب افضل ہیں مجھے عربی بنایا پھر اللہ تعالیٰ نے ان اچھے لوگوں کے قبیلے بنائے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچھے قبیلے میں رکھا ۔

ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا۔ فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔

پھر اللہ پاک نے بہتر لوگوں کے گھر بنائے تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اچھا گھر بنایا۔پس میں ذات کے لحاظ سے حسب کے لحاظ نسب کے لحاظ سے صورت اور سیرت کے لحاظ اور گھر کے لحاظ سے مخلوقِ خدا میں سے بہتر ہوں۔۔

اللہ غنی، حدیث پاک کو غور سے پڑھیں اور توجہ فرمائیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے خود اپنا میلاد شریف سُنایا، اپنے تمام صحابیوں کو باقاعدہ مسجد شریف میں بُلایا اور اپنا پورا حسب ونسب شریف بیان فرما دیا اور گویا اشارہ کر دیا کہ میرے غلامو! میں محمّد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منانا، میری سیرت اور صُورت کو میلاد شریف کے جلسے میں بیان کرنا۔میرے بے ادب گُستاخ لوگوں کو ڈنکے کی چوٹ پر جواب دینا ہیں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت پاک ہے۔

الحمدللہ آج اہل سنّت وجماعت بھی ربیع الاوّل شریف میں پاکستان کے کونے کونے، بلکہ پوری دُنیا کے چپے چپے پر حضور علیہ السّلام کا میلاد شریف منا کر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کے حسب ونسب کو بیان کر کے اور دشمنانِ مُصطفےٰ علیہ السّلام کو جواب دے کر حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پاک پر عمل کرتے ہیں۔

اے احمدِ مرسل نورِ خُدا تیری ذات وصفا کا کیا کہنا
پڑھتے ہیں ملائک صلِّ علیٰ تیری شانِ علا کا کیا کہنا
چہرے پہ قربان شمس وقمر زُلفوں پہ تصدّق شام وسحر
رُخساروں پہ ٹھیرے کس کی نظر تیرے منہ کی جلا کا کیا کہنا
صابرؔ سے کہاں ہو مدح تیری ترے خُلق میں ہے قرآن بھی
جب تیری ثنا اللہ نے کی پھر مُجھ سے گدا کا کیا کہنا

تفسیر ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۳۶۔ خصائص الکبرٰی جلد اوّل صفحہ ۲۴۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۳۔

تاریخ الخمیس جلد ۴ صفحہ ۲۳۱ —— نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک دن کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداک ابی وامیّ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہمیں ایک بات تو بتایئے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پوچھو کون سی بات ہے۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ ہمیں اپنے بارے میں بتایئے کہ آپکی دنیا میں کیسے جلوہ گری ہوئی اور آپ کا ظہور پاک کیسے ہُوا۔

تو کائنات کے والی، دُنیا کے سہارے، میرے اور آپ کے پیارے آقا و مولا جناب محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،۔

اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ میں اپنے باپ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہُوں یعنی دُعائے خلیل ہُوں۔

وَبُشْرٰی عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت یعنی خوشخبری ہُوں

وَرَأَتْ اُمِّیْ حِیْنَ حَمَلَتْ اور جب میری والدہ ماجدہ مجھ سے حاملہ ہوئیں

بِیْ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ تو انہوں نے کہا کہ ایک نور کا ان سے ظہور ہُوا

اَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے وہ نور میں ہُوں

اللہ اللہ! گویا کملی والے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو اپنا میلاد سنا رہے ہیں

حضرات محترم اس حدیث پاک سے ثابت ہُوا کہ حضور علیہ السّلام اپنا میلاد شریف اپنی بعثت پاک کا خود ذکر فرما رہے ہیں گویا اُمّت کو بتا رہے ہیں کہ میری صورت وسیرت میری آمد پاک کا ذکر کرنا یہ ناجائز نہیں بلکہ میں محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت عظیمہ ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے اپنا میلاد شریف بیان کرتے ہوئے فرمایا وَمِنْ کَرَامَتِیْ عَلٰی رَبِّیْ وُلِدْتُ

مختون تھا۔ اے میرے غلاموں جب میں پیدا ہوا تو میرا ختنہ بھی کیا ہوا تھا سبحان اللہ

میلادِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم
اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلادِ پاک خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے منایا اور جب تک دنیا میں رہے حضور علیہ السلام کا میلاد مناتے رہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میلاد شریف کی خوشی میں ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ پیر کا دن، کتنا پیارا دن ہے کہ اس دن میں ساری کائنات کا پیر ہمارے آقا و مولا، اللہ تعالٰے کے پیارے حبیب جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اسلام لانے سے قبل یہودی تھے اور توریت شریف جو کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی، اس کے بہت بڑے عالم اور حافظ تھے۔ جب وہ اسلام لے آئے تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بن گئے، لیکن پھر بھی توریت شریف انہیں مکمل طور پر یاد تھی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انہی حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بھائی کعب ہمیں توریت شریف کی وہ آئتیں تو پڑھ پڑھ کر سناؤ جن میں ہمارے اور تمہارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ پاک نے میلاد سنایا ہے تو حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر نبی کریم علیہ السلام کے تمام غلاموں کو اپنے گھر میں بٹھا کر توریت شریف کھول کر وہ آیات کریمہ سنایا کرتے جن میں اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی شان بیان فرمائی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سنتے تو وہ عش عش کر اٹھتے اور اللہ تعالیٰ کی ثناء اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کا

نذرانہ پیش کرتے ۔ اللہ اکبر! (مشکوٰۃ ۔ باب فضائل سید المرسلین)

حضرات محترم! معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف بیان کرنا حضور علیہ السلام کا میلاد منانا یہ ناجائز نہیں بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی سنت عظیمہ ہے ۔ لیکن افسوس کہ بعض لوگ آج اس زمانے میں ایسے بھی موجود ہیں جو برملا کہتے پھرتے ہیں ۔ حتیٰ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پاک پر بیٹھ کر بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ لوگو! نبی کریم علیہ السّلام کا میلاد شریف منانا ناجائز بدعت، شرک اور حرام ہے اور جو لوگ میلاد شریف مناتے ہیں ان کو پتہ نہیں کیا کیا خرافات اور گالیوں سے نوازتے ہیں اور پھر پوچھتے ہیں عوام سے کہ لوگو بتاؤ کیا نبیٔ کریم علیہ السّلام کا میلاد شریف صحابہ کرام نے منایا ۔ اب غریب عوام جن کو وضو کے فرضوں کا پتہ نہیں ہوتا ، غسل کرنے کا طریقہ نہیں آتا اُن کو کیا پتہ ، بس جس طرح مولوی صاحب نے کہا عوام نے ہاں میں ہاں میں ملا دی ، لیکن اگر کسی سُنّی عالم سے یہ سوال کریں تو انشاء اللہ وہ ان مولویوں کو بتائے کہ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف صحابہ کرام نے منایا کہ آسمان کے فرشتے بھی ان کے میلاد منانے پر آفرین آفرین پکار اُٹھے ۔

میلاد نہ منانے والوں کو ایک عالم کا جواب

سامعینِ کرام ۔ آپ حضرات نے مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی ، اسم گرامی تو سنا ہوگا یہ بزرگ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور بہت بڑے ولی تھے ۔ آپ ۱۲۱۳ھ یکم رمضان المبارک کو پیدا ہوئے اور ۱۳۲۳ھ ۲۲ ربیع الاوّل شریف کو آپ کا بھارت کے شہر گنج مُراد آباد میں وصال ہوا ۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گنج مراد آباد میں لوگوں کو درسِ حدیث اور درسِ قرآن پاک دیا کرتے تھے اور باقاعدگی سے ۱۲ ربیع الاوّل

شریف کو بنی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف مناتے اور تقریر ہوتی - مسجد سجائی جاتی صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا - غرضیکہ جو اہلسنت کرتے ہیں مولانا صاحب کیا کرتے تھے -
گنج مراد آباد میں ایک منکرِ میلاد رہتا تھا - وہ حضرت صاحب کے میلاد کو دیکھ کر میلاد شریف کی شرینی تقسیم ہوتے دیکھ کر بڑا پریشان ہوتا - ایک دن اس سے رہا نہ گیا اور گھر سے سیدھا حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا - حضرت اس وقت اپنے مریدوں اور شاگردوں میں بیٹھے تھے - اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ سے لوگوں کو مستفیض فرما رہے تھے -

وہ منکرِ میلاد آیا نہ سلام کیا نہ مصافحہ کیا بس آ کر بیٹھ گیا اور بیٹھتے ہی سوال کرنے لگا - کہ مولانا کیا صحابہ کرام کے زمانے میں بھی میلاد شریف ہوتا تھا - مولانا صاحب نے فرمایا کہ میاں میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے - کیا میلاد شریف میں گالی گلوچ ہوتی ہے، وہ منکر میلاد جو کہ مولوی بھی تھا، کہنے لگا کہ حضرت نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں - تو حضرت نے پھر سوال کیا کہ میلاد شریف کے جلسے میں ڈھول باجے یا تماشے ہوتے ہیں - وہ منکرِ میلاد مولوی صاحب کہنے لگے کہ حضرت جی یہ بات بھی نہیں - تو حضرت نے پھر سوال کیا کہ میلاد شریف کے جلسے میں کفریات یا گناہ کے کلمات کہے جاتے ہیں - مولوی صاحب فرمانے لگے کہ نہیں حضرت جی یہ بھی نہیں ہوتا -

تو حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مولوی جی آپ خود ہی بتائیے کہ میلاد شریف کے جلسے میں کیا ہوتا ہے - مولوی صاحب ذرا پریشان سے ہو گئے اور پھر سنبھل کر بولے کہ میلاد شریف میں اسٹیج بنایا جاتا ہے، روشنی کی جاتی ہے پھر عوام کو جمع کر کے پہلے تلاوت کلام پاک ہوتی ہے پھر نعت شریف ہوتی ہے - پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے حالات، آپ کے معجزات و کمالات بیان ہوتے ہیں -

پھر صلوٰۃ وسلام پڑھ کر لڈو اور شیرینی وغیرہ تقسیم ہوتی ہے پھر نعت شریف ہوتی ہے، بس۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو اس کا مطلب ہُوا کہ میلاد شریف میں ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سِوا کچھ نہیں ہوتا۔ مولوی صاحب سر ہلا ہلا کر کہنے لگے۔ جی ہاں جی ہاں! بس رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہی ہوتا ہے۔ جب حضرت صاحب نے یہ سُنا تو آپ جلال میں آگئے اور تڑپ کر فرمایا۔ مولوی جی جب میلاد شریف میں ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتا ہے تو مَیں کہتا ہوں کہ بیشک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی میلاد شریف ہوتا تھا اور ضرور ہوتا تھا، یقیناً ہوتا تھا مگر فرق صرف اتنا ہے کہ آجکل لوگ قالین کا فرش بچھاکر، اسٹیج لگاکر، بتیاں جلاکر اور مسجدوں اور گھروں کی چھتوں کے نیچے میلاد شریف کرتے ہیں، لیکن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میدانِ جنگ میں، چلچلاتی دھوپ میں، گرم گرم جھلستی ہوئی ریت پر اور تلواروں کے سایہ میں میلاد شریف پڑھا کرتے تھے

مولوی جی! ہم تو آج میلاد شریف پر لڈو بانٹتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور علیہ السلام کی شان پر سر قربان کرتے تھے۔ مولوی صاحب کیا تمہیں معلوم نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے گھروں میں، جنگلوں میں، سفر میں حضر میں یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں بھی کملی والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کے چرچے کرتے تھے۔ کیا تم نے یہ پڑھا اور سُنا نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب میدانِ جہاد میں لشکرِ کفار کے سامنے پہنچے تھے تو سب سے پہلے صحابہ کے لشکر کے سپہ سالار کافروں کے سامنے یہ تقریر فرماتے تھے "کہ اے کفّار کے گروہ سنو! ہم لوگ پہلے مشرک تھے، بتوں کے پرستار تھے، قتل و غارت گری، لُوٹ مار کے عادی تھے، شراب خوری اور حرامکاری جیسی بُری لعنتوں پر ہم فخر کرتے تھے۔ کہ اچانک ہم پر فضلِ خداوندی نازل ہُوا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اندر مبعوث ہوئے اور انہوں نے

ہمیں لاالہ الا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس کلمہ عطا فرمایا اور ہم کو خدائے وحدہ لاشریک کا پرستار بنا دیا، انبیاء کرام علیہم السلام کا جانثار بنا دیا اور اسلام کی مقدس تعلیم سے ہمیں نیکوکار و پرہیزگار بنا دیا۔ لہٰذا اے کافروں کے گروہ تم بھی کلمہ پڑھ کے اسلام کے دامنِ رحمت میں آجاؤ یا کم از کم نظامِ کی برتری تسلیم کر کے جزیہ یعنی اپنے اناج میں سے مسلمانوں کو ٹیکس دیتے رہو ورنہ پھر لڑنے کے لیئے تیار ہو جاؤ۔

حضرت صاحب نے فرمایا دیکھ لو مولوی جی، اسلامی لشکر کا امیر میدانِ جنگ میں بھی میلادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکا ہے اور پھر اگر مشرک، کفارِ اسلام یا جزیہ دینے سے انکار کر دیتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ اور نبی کریم علیہ السّلام کے خلاف باغیانہ جنگ کے لئے تیار ہو جاتا تو پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میلاد شریف ختم کر کے تلواریں سونت لیتے اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر اپنے سر نچھاور کرنا شروع کر دیتے اور صبر و استقلال کے پیکر اور عزم کے پہاڑ بنکر اللہ عزّوجل اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں سے ایسی شجاعت سے جنگ کرتے اور مرتے کہ آسمان پر فرشتے بھی مرحبا مرحبا پکار اُٹھتے تھے۔

مولوی صاحب! حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر، بدعت کا فتویٰ لگانے آئے تھے لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیاری پیاری گفتگو سُنی، نورانی وعظ سنا دل میں اُتر جانے والی تقریر سُنی تو ہوش و حواس اُڑ گئے۔ اُٹھے اور حضرت مولانا کے قدموں میں گر پڑے اور رو کر کہنے لگے کہ حضرت جی میں غلطی پر تھا، مجھے معاف کر دیں۔

حضرت مولانا نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ عرض کی حضور اب تو میں بھی ہر سال اپنے محسن آقا کملی والے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منایا کروں گا۔ اللہ اللہ! سامعین کرام دیکھا آپ نے، اللہ والے کتنا نفیس جواب دیتے ہیں کہ دِل کی ساری سیاہی اُتر گئی اور حضور علیہ السلام کی سچی غلامی نصیب ہو گئی۔ یہاں یہ اللہ والوں کی شان ہوتی ہے کہ ایک ہی نگاہ میں کایا پلٹ دیتے ہیں۔

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو خدا سے ملا دیتے ہیں

میلادِ مصطفےٰ اور اُمّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضراتِ محترم! نبیٔ کریم علیہ السّلام میلاد پاک ہر جگہ کے مسلمان مناتے ہیں مناتے آئے ہیں اور مناتے رہیں گے انشاء اللہ۔ حضرت علامہ امام اسمٰعیل نبھانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے انوارِ محمدیہ صـــ۴۳ میں۔ حضرت علامہ امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب لدینہ شریف میں جلد۱ صـــ۱۵۹ پر۔ عارف باللہ حضرتِ علامہ شیخ عبدالحق محدّث دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ماثبت بالسنہ صـــ۸۵ میں واضح تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ اسلام ربیع الاوّل شریف کے مہینے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت پاک کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں اور طرح طرح کے کھانے پکا کر صدقات کرتے آئے ہیں۔ اور جس رات نبی کریم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی اس رات اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجا لاتے رہے ہیں۔ اور خوب مسرّت اور خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ یہ تجربہ بھی کیا گیا ہے کہ جس سال مسلمان جس شہر میں نبی کریم علیہ السّلام کا میلاد پاک مناتے رہے، وہ سال مسرّتوں اور خوشیوں کا سال ثابت ہُوا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے میلاد پاک کی برکت سے اس سال رزق میں وسعت نصیب فرمائی، پریشانی دُور فرمائی اور دل کے تمام نیک ارادے پورے ہُوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس بندے پر رحمت فرماتے ہیں جو ربیع الاوّل شریف کے مہینے نبیٔ کریم علیہ السّلام کی آمدِ پاک پر عید منائے اور مسرّت کا اظہار کرے، سُبحان اللہ!

حضراتِ سامعین! معلوم ہُوا کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کا میلاد پاک منانا یہ صرف بریلویوں کا ہی طریقۂ کار نہیں بلکہ یہ سلسلہ تو روزِ ازل سے چلا آرہا ہے اور ہر زمانے کے مسلمان محبّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم میں سرشار ہو کر اپنے پیارے محبوب مَولا و آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کا میلاد پاک مناتے آئے ہیں اور مناتے ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت مناتے جائیں گے۔ پتہ نہیں بعض نام نہاد مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نہ تو خود وہ میلاد پاک مناتے ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے بزرگ میلاد پاک مناتے ہیں۔ چنانچہ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے امداد المشتاق صفحہ ۵ میں اپنے مُرشد حضرت علامہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"ربیع الاوّل شریف میں حضور علیہ السلام کا مولود شریف تمام اہل حرمین یعنی مکہ شریف اور مدینہ شریف کے لوگ کرتے ہیں۔ پس ان کا میلاد شریف منانا ہی ہمارے واسطے حجّت یعنی دلیل کافی ہے اور نبی کریم علیہ السلام کے ولادت کے قیام یعنی تعظیماً کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھے قیام کے دوران یعنی میلاد شریف میں کھڑے ہو کر عین وقت پر ایک خاص لطف آتا ہے اور ایک خاص قسم کی کیفیت و سرور حاصل ہوتا ہے۔" ———— اللہ اکبر

یہ لوگ بدعت و شرک کے فتوے لگاتے ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ ہمارے لئے حرمین شریف کا میلاد منانا کافی ہے لہٰذا ہم بھی منائیں گے، لیکن یہ میلاد منانے والوں کو بدعتی کہتے ہیں۔ دوستو یاد رکھو میلاد شریف منانا بہت بڑی سعادت ہے جس گھر میں میلاد شریف منایا جائے وہ گھر بڑا بابرکت ہوتا ہے۔ جس محلہ میں منایا جائے وہ محلہ بڑی برکت والا ہوتا ہے جس مُلک میں منایا جائے وہ مُلک بھی بڑی برکت والا ہوتا ہے اور میلاد شریف میں لطف و سرور بھی بڑا ہوتا ہے۔ جب عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد سنتا ہے تو اس کا دل عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہو جاتا ہے، انسان تو انسان حیوان بھی میرے کملی والے

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سن کر ادب و تعظیم سے سنتے ہیں۔ ملفوظات حضرت اعلیٰ جلد ۴ صـ۱۱۴ میں اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بارہ (۱۲) ربیع الاول شریف کو اپنے مکان میں بیٹھ کر اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد شریف پڑھ رہا تھا، حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے واقعات، حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کے واقعات پڑھ رہا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا ایک بندر باہر سے دوڑتا ہوا آیا اور میرے کمرے کی دیوار سے چمٹ کر بڑے باادب طریقے سے بیٹھ گیا، جب تک میں حضور علیہ السلام کا میلاد پڑھتا رہا وہ بندر بھی بیٹھ کر میلاد شریف سنتا رہا۔ میلاد پڑھنے کے بعد میں نے قیام کیا یعنی کھڑے ہو کر اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام پڑھنا شروع کر دیا، تو میں نے دیکھا کہ وہ بندر بھی باادب طریقے سے کھڑا ہو گیا اور جب تک میں حضور علیہ السلام پر صلاۃ و سلام پڑھتا رہا وہ بندر برابر کھڑا رہا۔ جب اعلیحضرت عظیم البرکت، میلاد شریف اور صلاۃ و سلام پڑھنے سے فارغ ہوئے تو وہ بندر چپ کر کے جس طرف سے آیا تھا اسی سمت روانہ ہو گیا۔

اعلیحضرت فرماتے ہیں، دیکھو بندر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سن کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوم گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ بندر تھا۔ وھابی نہ تھا۔

اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے (شفا شریف اول صـ۲۰۶)

كُلُّ شَيْءٍ يَعْلَمُ اَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا كَفَرَةُ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔

کہ کافر جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوقات خدا جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔"

اسی طرح اعلیحضرت عظیم البرکت کا ایک مرید تھا جناب مرزا بیگ صاحب وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں ربیع الاول شریف کے مہینے میں نبی کریم علیہ السلام کی میلاد شریف کی محفل کا اہتمام کیا۔ منبر بچھایا گیا، کرسی رکھی گئیں، علمائے کرام تشریف لائے

شہر کے سُنی عوام کثیر تعداد میں حضور علیہ السلام کی محفل میلاد میں شریک ہوئے۔ علماء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت کے واقعات لوگوں کو سُنانے شروع کر دیئے۔ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سُنکر مسرور ہو رہا تھا کہ اچانک لوگوں نے کیا دیکھا کہ بہت بڑا سانپ خدا جانے کہاں سے آیا دوڑتا ہوا سیدھا منبر کے نیچے آکر بیٹھ گیا اور علماء کرام کا واعظ سُننے لگا۔

لوگوں نے کہا کہ مرزا صاحب میں نے کہا کیا بات ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایک سانپ منبر کے نیچے بیٹھا ہے، خطرہ ہے کہ کہیں کسی انسان کو تکلیف نہ پہنچائے، لہٰذا اس کو مار دینا چاہیئے۔ مرزا صاحب نے کہا کہ نہیں میاں میں نے یہ محفل اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کیلئے بلائی ہے، خدا کی قسم جس طرح تم میرے مہمان ہو اسی طرح یہ سانپ بھی میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کا مہمان ہے۔ میں اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک محفل میلاد جاری رہی وہ سانپ بڑے ادب سے سُنتا رہا، اور جب محفل ختم ہو گئی تو وہ جس طرف سے چل کر آیا جھومتا ہوا اسی طرف چلا گیا۔ کسی نے بھی اس کو اور نہ اُس نے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔ گویا میلاد شریف سُن کر اپنے ٹھکانے کی طرف چلا چلا گیا ——— اللہ اللہ!

کونین کے گوشے گوشے پر چھائی ہوئی رحمت ہوتی ہے
محبوبِ خُدا کی دُنیا میں جب عیدِ ولادت ہوتی ہے
تھے جنّ و بشر حور و غلماں استادہ پئے تعظیم نبی
کیوں لوگ قیام کے مُنکر ہیں کیا اِن پہ قیامت ہوتی ہے
تعظیم کا مُنکر شیطاں تھا وہ دیو لعین مردود ہوا
توقیرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کرتے نہیں خواراں کی جماعت ہوتی ہے

حضرات سامعین کرام میری اس تقریر سے یہ ثابت ہُوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف منانا یہ کوئی نیا کام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اور تمام مسلمانوں نے نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف منایا اور انشاء اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے غلام قیامت تک میلاد شریف مناتے رہیں گے۔

اللہ عزّوجل ہر سب کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منانیکی اور اسکی برکتوں، رحمتوں کو لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین ثم آمین۔

الحمد للہ رب العالمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دُوسرا وعظ شریف

میلاد شریف منانے کا فائدہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاٰلِ سُنَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ ھُوَا رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ہ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ۔

وَ اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ۔ پارہ ۳۰ رکوع ۱۸ آیت ۱۱

ترجمہ :- ”اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کا خوب چرچا کر۔“

محترم سامعین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی نعمتوں کے ملنے پر خوشی کرنے کا حکم دیا ہے اور بتا دیا کہ لے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں جب میری نعمت کا ظہور ہو تم پر ہو تو اس کا خوب چرچا کرو۔ اس کی خوب تشہیر کرو اور میرے بندوں کو بتاؤ کہ اے مخلوق خدا۔ اے نبیٔ کریم علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والوں۔ اِدھر دیکھو، ادھر آؤ اور دیکھو میرے اللہ پاک نے مجھ پر کتنا کرم کیا ہے۔ کتنی مہربانی فرمائی کہ فلاں فلاں نعمتیں اپنی بارگاہِ بے نیاز سے اُس نے مجھے عنایت فرمائیں ہیں۔

مسلمانو! معلوم ہوا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کوئی مسلمانوں کو نعمت عطا فرمائے اُس دن خوشی کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور بلا شبہ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات رحمت عالم نور مجسم سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ذالاصفات مسلمانوں کے لیئے، ایمان والوں کے لیئے نبیٔ کریم علیہ السلام کے اُمتیوں کے لیے، عاشقوں کے لیئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں۔

تو جس روز اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نعمت کو ہمارے پاس بھیجا اس روز خوشی کرنا جلوس نکالنا، جلسے کرنا، کھانا پکا کر غریبوں، مسکینوں میں تقسیم کرنا، مسجدیں سجانا، گھروں کو دلہن بنانا۔ اس آیت کریمہ پر عمل کرنا ہے، جو لوگ نبیٔ کریم علیہ السلام کا میلاد منانے اور خوشیاں کرنے سے روکتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کریمہ سے در پردہ انکار کر رہے ہیں، کیونکہ اللہ تعالےٰ تو فرمائے کہ میری نعمت ملنے پر خوب خوشی کرو، خوب چرچا کرو لیکن یہ یہ کہیں کہ ناں ناں بارہ ربیع الاوّل شریف کو خوشی نہ منانا، جلسے نہ کرنا، جلوس نہ نکالنا مٹھائیاں نہ بانٹنا۔ چراغاں نہ کرنا۔

کیوں صاحب! یہ کیوں نہ کریں۔ جواب ملتا ہے بارھویں ربیع الاوّل شریف کو خوشی منانا شرک ہے، جلوس نکالنا بدعت، چراغاں کرنا حرام ہے۔ خیرات کرنا ناجائز۔ جلسے کرنا فضول گھروں کو سجانا اسراف۔ میرے دوستو بتاؤ یہ زیادتی ہے کہ نہیں؟ زیادتی ہے اور ضرور ہے!

اب دعوتِ فکر دیتا ہوں، اُن مسلمانوں کو جو نبیٔ کریم علیہ السّلام کا میلاد شریف نہ خود مناتے ہیں اور نہ ہی منانے والوں کو اچھا سمجھتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کرلیں، بات خالقِ کائنات کی ماننی چاہیئے یا مخلوقِ خدا کی ؟ ۔

اور سُنیئے آیئے قرآن پاک کی آیت کریمہ سنیئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک پارہ ۱۳ آیت ۵ سورت ابراہیم میں ارشاد فرماتا ہے :-

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۔ ترجمہ:۔ یاد دلاؤ ان کو اللہ کے دن ۔

حضراتِ گرامی ! اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ تمام دن اور تمام راتیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہی پیدا فرمائے ہیں اور تمام دن اور تمام راتیں اللہ پاک کی ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے دن ہیں جن کو خاص طور پہ یاد دلانے کا حکم دیا جارہا ہے تو رئیس المفسرین صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نبیٔ کریم علیہ السلام کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر مفسرین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ایامُ اللہ سے مُراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے ۔

میرے بھائیو ! ایمان والے جانتے ہیں کہ سردارِ دوجہاں باعثِ کون و مکان رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین سیدنا و مولانا و ماوٰنا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اور باقی تمام نعمتیں کملی والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں ۔ خدا کی قسم اگر حضور علیہ السّلام نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا ۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
ارے جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

تجھ سا سیاہ کار کون اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

اُن کا صدقہ

حضرت مُلّاں معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب معارج النبوت اول ص ۳۰۸ معارج النبوت دوم ص ۳۴/۳۵ اور ص ۵۷ میں اور حضرت علامہ مُلّا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موضوعات کبیر ص ۳۲۵ میں یہ روایت درج فرمائی ہے کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو طور پہاڑ پر بُلا کر اپنے پیارے کلام سے نوازا اور اپنی بارگاہِ لم یزل سے اپنی پیاری کتاب توریت شریف عطا فرمائی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے خوش ہوئے۔ اور بارگاہِ خداوندی میں اپنا سر جھکا کر عرض کی۔ کہ اے ربِ کائنات تو کتنا کریم ہے، تُو نے مجھ پر کتنا لطف فرمایا کہ اپنی پیاری کتاب توریت شریف مجھکو عنایت فرمائی ہے اور یہ ایسی کتاب ہے جو آجتک کسی نبی کو نہیں عطا کی لیکن یہ تُو نے مجھکو ہی عطا فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے جواب آیا۔ کہ اے میرے پیارے کلیم اللہ علیہ السلام ہم نے تیرے دل کو کُشادہ اور وسیع پایا تو یہ کتاب تجھ کو عطا فرمادی۔ ربِ کائنات نے فرمایا۔ اے موسیٰ علیہ السلام کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تمہارے قریب سے قریب تر ہو جاؤں، یہانتک کہ تمہاری آواز سے بھی زیادہ قریب، تمہاری زبان سے بھی زیادہ قریب، تمہاری فکر سے بھی زیادہ قریب

تمہارے دل سے بھی زیادہ قریب، تمہاری روح سے بھی زیادہ قریب، تمہارے بدن سے بھی زیادہ قریب، تمہاری آنکھوں سے بھی زیادہ قریب، تمہارے کانوں سے بھی زیادہ قریب، یہاں تک کہ تمہارے جسم کے ہر عضو سے بھی زیادہ قریب۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یا ربّ ظلم یزل کیوں نہیں، تو میرے قریب سے قریب تر ہو جائیں تیری رحمت کے قریب ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا:- فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ وَمُتْ عَلَى التَّوْحِیْدِ وَعَلٰى حُبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَكْثِرُ الصَّلٰوتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اے میرے پیارے کلیم اللہ علیہ السلام جو کچھ میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اسکا شکریہ ادا کرو اور میری توحید اور میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر جان دینا اور جبتک زندہ رہنا زیادہ سے زیادہ میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے رہنا۔"

اے میرے پیارے موسیٰ علیہ السلام جوں جوں تو کثرت سے میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے گا توں توں میری رحمت تیرے قریب ہوتی جائیگی اور میرے کلیم اللہ علیہ السلام یہ میرا پیغام اپنی قوم بنی اسرائیل تک بھی پہنچا دو کہ جو شخص میرے پیارے نبی علیہ السلام کا منکر ہوگا اور اس سے بغض رکھے میں اس کو دوزخ کے شعلوں میں ڈالوں گا۔ قیامت کے دن اس کو اپنی زیارت سے محروم کر دوں گا۔ اور کوئی میرا پیغمبر ان کی شفاعت بھی نہیں کرے گا اور جہنم کے فرشتے اس کو کھینچتے کھینچتے دوزخ میں لے جائیں گے اور وہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں جلتا رہے گا اور اس کی نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے ربِّ کائنات یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون سی ہستی ہے جس کی محبت تیری توحید سے ملی ہوئی ہے اور جس پر درود پاک پڑھنے کے بغیر تیری

قربت نصیب نہیں ہو سکتی اور جس کے وسیلے کے بغیر تیرے نزدیک نہیں آیا جا سکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے کلیم علیہ السلام، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم وہ عظیم شخصیت ہیں، جن کا نام نامی اسم گرامی ہیں خدائے عزّوجلّ نے آسمان اور زمین کی پیدائش سے دو ہزار پہلے اپنے عرشِ عظیم پر اپنے نام پاک کے ساتھ ملا کر لکھا تھا۔ اے موسیٰ علیہ السلام اگر میرا قرب چاہتے ہو تو دن رات، صبح و شام، ہر آن ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر ساعت میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر پاک کیا کرو، درود شریف پڑھا کرو۔ صلاۃ وسلام کی لڑیاں نچھاور کیا کرو۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے خدائے پاک مجھے محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات سے آگاہ فرما دیں، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم کا تھوڑا سا تعارف کروا تاکہ میں حقیقتِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ ہو سکوں اور شانِ رسالت اور شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر اپنی اُمّت کو بھی سمجھا سکوں۔

تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا کہ اے میرے کلیم علیہ السلام، سُن میرے حبیب علیہ السلام کون ہے؟ ۔ لَوْلَا مُحَمَّدٌ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَ لَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلَ وَ لَا النَّهَارَ وَلَا مَلَكًا مُّقَرَّبًا وَّلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا وَلَا اِيَّاكَ

"اگر میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکی اُمّت نہ ہوتی تو نہ میں جنّت پیدا کرتا نہ دوزخ، نہ دن پیدا کرتا نہ رات، نہ سورج پیدا کرتا نہ چاند نہ فرشتے پیدا کرتا نہ کوئی نبی اور رسول اور اے موسیٰ علیہ السلام حد تو یہ ہے کہ اگر میرا کملی والا نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔"

اللہ اللہ ــــ گویا کائنات کی تمام چیزیں اگر معرضِ وجود میں آئیں ہیں تو یہ سب صدقہ ہے مائی آمنہ کے لعل، صدّیق اکبر کے یار، اللہ تعالےٰ کے دلدار حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا۔ نہیں نہیں ــ میاں اللہ تعالیٰ نے تو یہ بات فرما کر کہانی

ہی ختم کردی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

لَوْلَاہُ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْخَلْقُ وَلَمَا اَظْھَرَ الرَّبُوْبِیَّۃَ ۔

" اے میرے پیارے اگر میں رب العالمین اپنے حبیب کو دُنیا میں ظاہر کرنے کا ارادہ نہ فرماتا تو نہ میں ساری مخلوق پیدا کرتا اور نہ ہی میں اپنے رب ہونے کو ظاہر کرتا ۔ "

اللہ اکبر! ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۔

کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ کو دنیا میں نہ بھیجتا تو میں آسمانوں کو بھی نہ پیدا فرماتا —— نہیں نہیں

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ ۔

" میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپکو پیدا نہ فرماتا تو اپنے خدا ہونے کو بھی ظاہر نہ کرتا ۔ "

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ کو ظاہر نہ فرماتا تو میں اپنے خدا ہونے کو بھی ظاہر فرماتا گویا ہمیں خدا ملا وہ بھی نبی کریم علیہ السلام کے صدقے پاک سے ۔ سبحان اللہ ، اسی مقام پر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کہا ۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں
بوبکر و عمر عثمان و علی ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی
ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

اور اسی بات کو پنجاب کے معروف نعت خوان و شاعر محمد علی ظہوری قصوری

نے اپنی پنجابی زبان میں ادا کیا ہے کہ

جاواں صدقے مدینے دے سُلطان توں دو جہان جس دی خاطر بنائے گئے
کملی والے دے آون توں قربان میں بے کساں دے نصیبے جگائے گئے
سیر سارے زمانے دی کردی رہے جلوے ایہہ رحمتاں دے نہ کدھرے ملے
ریس اوہناں دی کیہڑا ظہوری کرے بختاں والے مدینے بُلائے گئے۔

یہ حدیثیں، سراج العلماء حضرت محمد اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر روح البیان جلد ۵ صفحہ ۵۲۹ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۲۲ میں دیوبندیوں کے مایہ ناز عالم مولانا ذوالفقار علی دیوبندی نے اپنی کتاب عطر الوردہ ص ۱۷ میں لکھی ہے۔

میرے دوستو میں کیا عرض کر رہا تھا۔ ہاں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اگر میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ فرماتا تو میں کائنات کی کوئی چیز بھی پیدا نہ کرتا حتیٰ کہ اپنے رب ہونے کو بھی ظاہر نہ کرتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ میں تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں اور جب تک اس دنیا میں رہوں گا تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہی رہوں گا۔ لیکن مولا کریم مجھے ایک بات تو بتا دیجیے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام پوچھ کون سی بات پوچھنا چاہتا ہے

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ اے خالق کائنات میں تیرے دربار میں زیادہ محبوب ہوں یا تیرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

يَا مُوسٰى اَنْتَ كَلِيْمِىْ وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبِيْبِىْ۔

"اے موسیٰ علیہ السلام تم میرے کلیم ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے حبیب ہیں۔"

وَالْحَبِیْبُ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْکَلِیْمِ — "اور قاعدہ یہ ہے کہ حبیب، کلیم سے زیادہ پیارا ہوتا ہے"۔

اَنَا کَلِیْمُکَ وَمُحَمَّدٌ حَبِیْبُکَ فَمَا الْفَرْقُ بَیْنَ الْکَلِیْمِ وَالْحَبِیْبِ — یا اللہ میں تیرا کلیم ہوں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے حبیب ہیں لیکن مولا کریم تو یہ تو بتا کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے میرے نبی علیہ السلام، کلیم اور حبیب میں دو طرح کا فرق ہوتا ہے:۔

اَلْکَلِیْمُ یَعْمَلُ بِرِضَاءِ مَوْلَاہُ — کلیم وہ ہوتا ہے جو اپنے مولا کی رضا چاہے یعنی جو بھی اللہ کا حکم ہو اس پر عمل کرے اور یہ کلیم کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے لیکن حبیب کی شان ہی نرالی ہے یا اللہ بتائیے تو سہی کہ حبیب کی شان کیا ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

یَعْمَلُ مَوْلَاہُ بِرِضَاءِہٖ۔ — حبیب کی شان یہ ہوتی ہے کہ مولا اسکی رضا چاہتا ہے۔

سُبحان اللہ! امام المحدثین حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر کبیر جلد ۲ صـ۵ میں حضرت علامہ عبد الرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے نزہتہ المجالس دوم صـ۴۷ میں حدیث قدسی لکھی ہے۔ سامعین کرام حدیث قدسی وہ حدیث ہوتی ہے کہ کلام اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہو اور نقل کرنے والے بیان کرنے والے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے یوں فرماتا ہے کہ:۔

یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اَحَدٍ یَّطْلُبُ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَکَ فِی الدَّارَیْنِ — "اے میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کی ہر چیز میری رضا چاہتی ہے اور میرے حبیب میں دونوں جہانوں میں تیری رضا چاہتا ہوں۔"

اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نے جب اس حدیث پاک کا مطالعہ فرمایا تو جھوم اٹھے اور چند اشعار فرمائے اور کمال کر دیا۔

فرماتے ہیں کہ :۔

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم ۔۔۔ خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ
دمِ نزع جاری ہو میری زباں پر ۔۔۔ محمدؐ محمدؐ خدائے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے پروردگار ایک فرق کا تو پتہ چل گیا کہ کلیم اللہ کیا ہوتا ہے اور حبیب کیا ہوتا۔ اب دوسرا فرق بھی بتا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔
اَلْکَلِیْمُ یَاْتِیْ عَلٰی طُوْرِ سِیْنَا ثُمَّ یُنَاجِیْ۔ کہ اے موسیٰ علیہ السلام کلیم وہ ہوتا ہے جو چالیس دن تک روزے رکھے پھر چالیس راتیں گڑ گڑا کر میری عبادت کرے پھر چل کر طور پر آئے اور کہے مولا میں آگیا ہوں تیرا کلیم! کر کر میرے ساتھ کلام، پھر بھی میری مرضی آئے تو کلام کروں یا نہ کروں اور پھر کہے مولا اپنے چہرے سے نورانی پردہ ہٹا اور اپنا دیدار کرائیں۔ میں کہوں لَنْ تَرَانِیْ۔ اے کلیم علیہ السلام تو میرا دیدار نہیں کر سکتا اور حبیب اَلْحَبِیْبُ یَنَامُ عَلٰی فِرَاشِہٖ حبیب وہ جو اپنی بہن اُمِ ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے گھر بستر پر آرام فرما رہا ہو ـــ ادھر میری طرف سے وصال کے تقاضے ہو رہے ہوں اور میں رب العالمین ستر (۷۰) ہزار نوری فرشتوں کو جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ بھیجوں اور کہوں کہ جبرئیل جا میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہا ہے، دیکھنا کہیں بے ادبی نہ کرنا۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کے تلوؤں پر اپنا نورانی منہ رکھ دو، جب میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو تو ہاتھ باندھکر، دست بدستہ ہو کر میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ اور کہو!
اِنَّ اللّٰہَ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ــــــــــ "اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ تعالیٰ آپ کے دیدار اور ملاقات کا مشتاق یعنی چاہنے والا ہے۔"

اور جب حبیب آئے تو میں خدا عرش و کرسی، جنت و دوزخ، مکان و لامکاں

کی سیر کراؤں ۔ حتیٰ کہ اپنے چہرے سے نورانی پردے ہٹا کر محبوب کو بلا کر بغیر کسی حجاب کے دیدار کرا دوں گا اور کہوں کہ حبیب ساری کائنات پیدا کرنے والا میں آج سے ساری کائنات کا مالک تو ہے ۔ محبوب جا دنیا میں اعلان کر دے جو مجھے دیکھے گا گویا اس نے خدا کو دیکھ لیا ہے — اللہ اللہ ! قربان جاؤں عظمتِ حبیب کبریا علیہ السلام پر اعلیٰحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ جھوم اٹھے اور فرمایا :۔

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
تبارک اللہ شان تیری تجھ کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
نبیٔ رحمت شفیعِ امت رضاؔ پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی اُن خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

حضرات محترم ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات کی بارش برسائی ، اُس دن خوشیاں منانا یہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ ذاتِ پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی ، روحی وجسدی تو جس دن کملی والا آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لایا ۔ اُس دن خوشیاں منانا اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے چنانچہ نبی کریم علیہ السلام نے خود بھی اُن دنوں کی تعظیم و تکریم فرمائی اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیا ۔ جن دنوں میں اللہ تعالےٰ نے گزشتہ نبیوں پر کرم فرمایا ۔

(بخاری شریف ، مسلم شریف ، ابوداؤد شریف ، مشکوٰۃ شریف ۱۸۰)

مقدس دن

نبی کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

فرماتے ہیں کہ جب نبیٔ کریم علیہ السّلام ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ شریف سے ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لے آئے تو مدینہ شریف کے یہودیوں کو دسویں محرم الحرام کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو نبی کریم علیہ السّلام نے پوچھا کہ تم لوگ دسویں محرم الحرام کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ —— تو یہودیوں نے جواب دیا —— کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ دن ہمارے نزدیک نہایت ہی مقدس اور مبارک ہے ۔ کیونکہ دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم بنی اسرائیل کو ایک جابر، ظالم بادشاہ اور ہمارے دشمن فرعون سے نجات بخشی تو ہم لوگ اس دن کی تعظیم و تکریم کے لیئے ہر سال دسویں محرم کو روزہ رکھتے ہیں ۔

تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ : ——

فَنَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْكُمْ فَصَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ .

"اے یہودیو! ہم موسیٰ علیہ السلام کا فتح کا یہ دن منانے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں ۔"

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے دسویں محرم الحرام کو خود بھی روزہ رکھا اور اپنے صحابیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا ۔

سامعینِ کرام ! آپ غور فرمائیں ، حضرت موسیٰ علیہ السّلام ہمارے آقا و مولا حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت سے دو ہزار سال پہلے دنیا میں تشریف لائے تھے اور آپ کا دشمن فرعون دریائے قلزم میں غرق ہوا تھا اور موسیٰ علیہ السّلام کے امتی فرعون کے غرق ہونے اور اپنی قوم کے بچ جانے کی خوشی میں روزہ رکھتے تھے ، تو جب ہمارے پیارے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہودیوں کو فرعون سے نجات بخشی کے دن خوشیاں مناتے ہوئے ، روزہ رکھتے ہوئے ، اپنے نبی کے گیت گاتے دیکھا تو نہیں فرمایا کہ اے یہودیو! تم یہ کیا بدعت کرتے ہو ۔ تم نے یہ کیا تماشا بنایا ہوا ہے ۔ تم نے یہ کیا فضول رسم ایجاد کی ہوئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو وصال کیئے اور فرعون کو غرق ہوئے

ہوئے تو دو⁽۲⁾ ہزار سال کا طویل عرصہ گزر گیا ہے تم ابھی تک خوشیاں منا رہے ہو چھوڑ دو اس خوشی کو، ترک کر دو اس بدعت کو؟ ـــــ کیا یہ فرمایا؟ ـــــ نہیں ہرگز نہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی بات یہودیوں کو نہیں فرمائی ـــــ بلکہ یہودیوں کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ ـــــ یہودیوں! تم تو میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے امتی ہو اور ہمارے جب تم امتی ہو کر اپنے نبی کی خوشی میں شریک ہو سکتے ہو تو میں تو پھر موسیٰ علیہ السلام کا بھائی ہوں، موسیٰ علیہ السلام کا دیر ہوں، موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ تو پھر میں اور میرے غلام اس خوشی میں شریک کیوں نہ ہوں؟۔

میرے دوستو! توجہ فرمائیں جس دن اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات بخشی، وہ دن قوم بنی اسرائیل کے نزدیک مبارک اور حضور علیہ السلام کے نزدیک معظم، تو جس دن کائنات کے نجات دلانے والے مبارک و مکرّم رسول علیہ السلام خود تشریف لائیں اور جن کی تشریف لانے سے کائنات کو کفر و شرک، ظلم و ستم، جہالت و گمراہی سے نجات ملی ہو وہ دن بھلا منانے میں کیسے بدعت ہو سکتا ہے؟

میاں یہ دن منانا، اس دن خوشیاں منانا، اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا بہت بڑی سعادت ہے۔ بہت بڑی فضیلت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ دن منانے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین ثم آمین

حضرات گرامی! یاد رکھیں کہ نبی کریم علیہ السلام کی ذات پاک تو ہے ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت۔ اس دن تو عید منانا یعنی خوشی منانا بڑے نصیب کی بات ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرآن گواہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام سے چھوٹی نعمتوں کا بھی جب دنیا میں نزول ہوا تو اللہ والوں نے عید منائی، خوشی منائی آیئے قرآن پاک پڑھیئے اور سنیئے اور دیکھئے کیسے اللہ والوں نے خدائے عزوجل کی نعمتوں کے ظہور پر عید منائی۔

انوکھا دسترخوان

قرآن مجید پارہ ۷ سورۃ مائدہ آیت ۱۱۲-۱۱۴
تفسیر خازن - روح المعانی - کبیر - تفسیر نعیمی -

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیارے نبی حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو اس دنیا میں اپنا نبی اور رسول بنا کر بھیجا ــــ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اُمتیوں، اپنی قوم، اپنے قبیلے سے فرمایا ــــ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسُول ہُوں لہٰذا مجھ پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو ــــ اور مجھے اس کا نبی اور بندہ مان کر میری بات کو مانو۔ آپ کے قبیلے کے چند ہزار لوگ جن کی قسمت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان کی دولت نصیب فرمائی تھی، وہ ایمان لے آئے - ایمان لانے کے بعد آپ کے صحابی جن کو قرآن نے حواری یعنی مخلص دوست فرمایا ــــ ان حواریوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ ــــ اے ہمارے پیارے نبی، کیا آپ کا اور ہمارا رب ہم سب پر آسمانوں سے پکا پکایا کھانا بھیج سکتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ، اے میرے کلمہ پڑھنے والے حواریو! اللہ سے ڈرو، ایسے مطالبات نہ کرو۔ اگر تم ربِّ کائنات پر یقین رکھتے ہو تو ــــ عیسےٰ علیہ السّلام کے حواریوں نے جب اپنے نبی کی یہ بات سُنی تو سب کہنے لگے ــــ اے اللہ تعالیٰ کے مقدّس رسُول یہ مطالبہ ہم کسی شک و شبہ کی بنا پر نہیں کر رہے بلکہ ہم تو چاہتے کہ آسمانوں سے پکّی پکائی غذا آئے۔ پکا پکایا کھانا آئے اور ہم کھانا کھا کر اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لائیں - اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم یقینِ کامل سے کہیں کہ ربّ العالمین وحدہٗ لاشریک ہے اور آپ اس کے سچّے رسُول اور نبی ہیں ــــ ہمارے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو جلیل القدر صحابی حضرت سیّدنا سلمان فارسی اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حواریوں نے حضرت عیلےٰ علیہ السلام کو ہر طرح سے یہ یقین دلا دیا کہ ہم نے یہ دسترخوان، یہ کھانا کسی تفریح، کسی شوق کی لحاظ نہیں بلکہ اسلئے منگوا رہے ہیں

اس کو کھا کر ہمارے دین میں، ہمارے ایمان میں، ہمارے اسلام میں اور اضافہ ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصلی کپڑے مبارک اتار کر غسل کیا اور ٹاٹ کا لباس پہنا اور رو رو کر یوں دعا کرنے لگے کہ :۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۔

" اے اللہ ہم سبکو پالنے والے اتار ہم پر خوان (دسترخوان) آسمان سے بن جائے عید ہم سب کیلئے (خوشی) کا دن (یعنی) ہمارے اگلوں کیلئے اور پچھلوں کیلئے اور رہے ایک نشانی تیری طرف سے اور رزق ہمیں اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی تو اتوار کا دن تھا ۔ جونہی اللہ تعالیٰ کے پیارے اور لاڈلے نبی نے رو رو کر دعا مانگی تو رب لم یزل کی رحمت جوش میں آگئی اللہ پاک نے ایک سرخ رنگ کا دسترخوان بادلوں میں چھپا کر اپنے نبی کے بھیجا جب یہ دسترخوان آیا تو عیسیٰ علیہ السلام دعا مانگ کے اپنے ہاتھ اپنے معصوم چہرے پر پھیر رہے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے امتی اپنے نبی کی گریہ زاری بھی دیکھ رہے تھے کہ اچانک بادلوں کی آواز آئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے حواریوں نے آسمان کی طرف دیکھا کہ ایک بادل آسمانوں سے زمین کی طرف آرہا ہے ۔ جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آگے ایک سرخ رنگ کا دسترخوان لا کر رکھ دیا آپ کے حواری یہ سب منظر دیکھتے رہے ۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دسترخوان اپنے آگے پڑا دیکھا تو دسترخوان کو دیکھ کر بہت روئے اور دعا کی مولا مجھے شکر کرنے والوں میں سے بنا اور اس دسترخوان کو میرے حواریوں کے لئے رحمت بنا، عذاب نہ بنا ۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اس دسترخوان سے ایسی ایسی خوشبوئیں محسوس کیں

جو اس سے پہلے کبھی نہ محسوس کی تھی ـــــ حضرت عیسٰے علیہ السّلام نے اپنے حواریوں سے
فرمایا کہ اس دستر خوان کو کون کھولے گا، کیونکہ وہ دستر خوان سُرخ رنگ کے کپڑے سے
ڈھکا ہُوا تھا ـــــ سب حواریوں نے عرض کہ حضور ہی اس دستر خوان کو کھولیں۔ چنانچہ
حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے دوبارہ تازہ وضو کیا ۔ دو رکعت نفل پڑھکر دیر تک دعائیں
مانگتے رہے، پھر دستر خوان سے غلاف اور کپڑے کو اٹھایا تو اس دستر خوان میں سات روٹیاں
تھیں ـــــ سات مچھلیاں تھیں اور اُن مچھلیوں میں خدا کی قدرت سے ایک کانٹا
بھی نہیں تھا اور ان سے روغن ٹپک رہا تھا اور مچھلیوں کے ساتھ طرح طرح کی سبزیاں
بھی پکی ہوئی موجود تھیں ـــــ اور زیتون، گھی، پنیر، بھُنا ہُوا گوشت بھی موجود تھا۔
حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ایک حواری حضرت شمعون نے پوچھا کہ اے
اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی یہ کھانا جنّت کا ہے یا زمین کا ـــــ حضرت عیسٰی علیہ السلام
نے فرمایا کہ ـــ اے شمعون یہ کھانا نہ تو زمین سے آیا ہے اور نہ ہی جنّت سے، یہ تو
میرے ربّ نے اپنی قدرت کاملہ سے ابھی ابھی پیدا فرما کے ہماری طرف بھیجا ہے۔
حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے ایک حواری سے فرمایا کہ جاؤ شہر میں جتنے بھی بیمار، فقیر
غریب، مسکین، برص و جذام کے مریض، اپاہج، کوڑھی، لنگڑے لُولے وغیرہ ہیں ان
سب کو بُلا کر میرے پاس لاؤ۔ شہر کے تمام بیمار، فقیر، مسکین جذام و برص کے مریض
و اپاہج سب حاضر ہو گئے ـــــ تو آپ نے ان تمام کو فرمایا کہ تم سب لوگ ہاتھ دھو کر اس
دستر خوان پر بیٹھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پیٹ بھر کر کھانا کھالو ـــــ سب لوگ
بیٹھ گئے اور کھانا کھانا شروع کر دیا ـــــ سب فارغ ہوئے تو خدا کی قدرت سے اور اس
کھانے کی برکت سے جتنے بھی بیمار اور مریض تھے سب کے سب شفایاب ہو گئے۔
برص و جذام کے مریض بالکل ٹھیک ہو گئے۔ فقیر کھانا کھانے چند روز بعد غنی ہو گئے اور
مادر زاد اندھے لوگ بھی چنگے بھلے اور آنکھوں والے ہو گئے۔ غرضیکہ جس کو جو بھی دکھ اور بیماری

بھی سب دُور ہوگئی ــــــ پھر حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے دوسرے تمام لوگوں کو فرمایا
کہ تم بھی کھالو۔ چنانچہ پہلے دن سات ہزار تین سو آدمیوں نے ان سات مچھلیوں، سات
روٹیوں میں سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ــــــ لیکن دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ لوگ
پیٹ بھر کر اور خوب سیراب ہو کر کھا کے فارغ ہو گئے لیکن اس دسترخوان کے کھانے
میں سے کسی چیز میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ نہ تو مچھلیوں میں کمی آئی نہ روٹیاں کم ہوئیں،
اور نہ ہی کسی اور چیز میں کوئی کمی نظر آئی ــــ اللہ غنی!

پھر وہ دسترخوان، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوا میں اُڑتا ہُوا بادلوں میں جا کر
چھُپ گیا اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ پھر وہ دسترخوان ہر روز خدا کی قدرت سے
زمین پر آتا، لوگ پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتے، پھر وہ آسمانوں کی طرف چلا جاتا۔

تفاسیر میں علمائے کرام نے لکھا ہے کہ وہ دسترخوان چالیس (۴۰) روز تک آتا رہا اور سب
لوگ اسمیں سے کھانا کھاتے رہے۔ چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے
عیسٰی علیہ السّلام! عرض کی جی مولا کریم۔ فرمایا پیارے اب اپنی اُمت کے رئیسوں اور امیروں
اور مالداروں کو حکم فرمادیں کہ اب تم لوگ اس دسترخوان میں سے کھانا نہیں کھا سکتے اب
صرف غرباء اور مساکین ہی اس دسترخوان سے کھانا کھائیں گے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے رب کا یہ پیغام اپنے امیر حواریوں کو سنایا تو
وہ امیر حواری ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے عیسٰی یہ دسترخوان اللہ تعالیٰ کی طرف
سے نہیں آتا بلکہ نعوذ باللہ یہ سب تمہارے جادو کا کرشمہ ہے۔ ان منکرین کی تعداد
تین سو تیس (۳۳۰) بتائی گئی ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ظالموں خدا سے
ڈرو۔ جبتک تم اس میں کھاتے رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اور اب کہتے ہو
یہ میرا جادو ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ ۳۳۰
آدمی جو کہ سب کے سب مالدار تھے، رات کو سوئے، جب صبح بیدار ہوئے تو سب کے سب

بندر، سؤر، خنزیر بنے ہوئے تھے ــ راستوں میں بھاگتے پھرتے تھے، گندگی یا خانہ کھاتے تھے ــ کیونکہ اللہ پاک کے نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں بے ادبی کے مرتکب ہوئے تھے بے ادبوں کا یہی حال ہوتا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ بزرگوں کی بے ادبی سے محفوظ رکھے آمین۔

تو جب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باقی حواریوں نے یہ منظر دیکھا تو سب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھاگے بھاگے ہوئے آئے اور روتے ہوئے کہنے لگے کہ ــ یا اللہ کے نبی ہماری برادری کے لوگ تو بندر اور خنزیر بن چکے ہیں مہربانی فرما کر ان کے لئے کچھ تیجئے۔ اتنے میں وہ سؤر بھی آپ کے پاس پہنچ گئے اور زور زور سے رونے لگے ــ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ میرے حواریو! جو کچھ ہونا تھا ــ اب وہ تو ہو چکا ہے۔ اگر یہ لوگ میری اور اللہ رب العزت کی نعمت کی بے ادبی نہ کرتے تو ان کا یہ حال ہرگز نہ ہوتا ــ وہ انسان جو سؤر کی شکلیں اختیار کر چکے تھے وہ بھی سن کر رو رہے تھے لیکن بول نہیں سکتے تھے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کا نام لے کر باری باری ان کو بلاتے ــ تو وہ سارے سؤر سر ہلاتے، مگر کچھ کہہ نہ سکتے ـــــ آخر تین دن کی ذلت و خواری سے جیتے رہے اور چوتھے روز سب کے سب ہلاک ہو گئے ـــــ

ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ عذاب الٰہی دسترخوان والے عیسائیوں، فرعونی لوگوں اور منافقوں کو دے گا ـــــ

حضرات محترم! یہ واقعہ اب آپ سن چکے ہیں۔ اب آپ غور فرمائیں کہ اگر آسمان سے چالیس دن تک پکا پکایا کھانا نازل ہو تو اللہ تعالےٰ کا نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام عید منائے اور عید فرمائے، خوشیاں کرے اور خوشیاں کرنے کا حکم دے۔ چنانچہ آج دو ہزار سال بیت چکنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا سے آسمان کی طرف گئے ہوئے مگر اس کے باوجود عیسائی اتوار کو آج تک عید منا رہے ہیں۔ خوشیاں مناتے ہیں تو پھر تم

ہی بتاؤ دوستو! اگر دسترخوان آنے پر اللہ کا بنی خوشیاں منا سکتا ہے تو جس کے صدقے یہ دسترخوان بنا۔ جس کے صدقے یہ جہانِ رنگ و بُو بنا۔ جس کے صدقے یہ انبیاء کرام علیہم السلام بنے اور اگر وہ دنیا میں تشریف لائیں، تو عید منائیں تو کون سی بدعت ہوگی کون سا شرک ہوگا، کیا فضول خرچی ہوگی؟ نہیں نہیں سُنّی مسلمان تو بارہ ربیع الاوّل کو خوب خوشیاں منا۔ خوب اللہ کریم کا شکر بجالا کر اس مولائے پاک نے ہمیں اپنا نورانی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما دیا ــــ سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی صاحب نے اس مقام پر کتنے پیارے شعر فرمائے ــــ

عید میلاد النبی پر خوب خوشیاں کیجئے!
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا ساماں کیجئے!
محفلیں میلاد کی چاروں طرف ہوں منعقد
اُن کے ذکرِ پاک سے شیطاں کو حیراں کیجئے!
صاف ہے قرآن میں فرمانِ حق فَلْیَفْرَحُوْا
کوئی کچھ کہتا رہے، تعمیلِ فرماں کیجئے!
جن کے صدقے میں اللہ نے ہمیں سب کچھ دیا
اُن کے نام پاک پر صدقے دل و جاں کیجئے!
چھوڑئیے مُشرک مسلمان کو بنانا چھوڑئیے!
کافر و مُشرک جو ہیں ان کو مُسلمان کیجئے!

سامعین کرام! بعض حضرات سیدھے سادھے سُنّی مسلمانوں کی خوشی روکنے کے لئے ان سے پوچھتے ہیں کہ اے میلاد شریف منانے والو یہ بتاؤ۔ تمہارا نبی جس کی ولادت کی خوشیوں میں تم لوگ جلوس اور جشن مناتے ہو وہ ایک مرتبہ ہی پیدا ہوا تھا یا ہر سال پیدا ہوتا ہے؟ بعض سُنّی تو جواب دیتے ہیں، لیکن کچھ سُنّی جو دین سے دور رہ

وہ جواب دینے سے معذوری کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور پریشان ہو جاتے ہیں۔
تو یاد رکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے والو یہ پریشانی ہمیں اس لیے ہوئی کہ
ہم دین سے دور ہیں، دین کے قریب آؤ۔ علماء کرام کی صحبتیں اختیار کرو اور ان اعتراض
کرنے والوں سے پوچھو کہ انے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی خوشی سے
روکنے والے منکرو بتاؤ یہ جس قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہو یہ قرآن ایک ہی مرتبہ اُترا تھا
یا ہر سال ــــ وہ کہے گا نہیں بلکہ وہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ قرآن پاک ایک مرتبہ ہی
اُترا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنی پیاری کلام میں ارشاد فرماتا ہے ــــ

پ ۳۰ سورۃ قدر رکوع ۲۲ آیت ۱ تا ۳ -

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○

"بے شک ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے شب قدر میں اور آپ جانتے ہیں کہ شب قدر کیا ہے شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی مرتبہ رمضان شریف میں قدر والی رات
میں قرآن مجید نازل فرمایا۔ اب پوچھیئے اس منکرِ میلاد سے بتا کہ تم اور تمہارے عقیدے
والے علماء جشن قرآن کے سلسلے میں نزولِ قرآن کے جلسے کرتے ہیں کہ نہیں۔ قرآن مجید
کے نازل ہونے کی خوشی مناتے ہیں کہ نہیں ــــ اگر وہ کہے کہ مجھے تو معلوم نہیں تو
اس کو کہو کہ جا پہلے اپنے ہمخیال علماء سے پوچھ کر پھر میرے پاس آنا اور اگر وہ کہے
کہ ہاں ہر سال جشن نزول قرآن منایا جاتا ہے تو کہو اللہ کے بندے جس رات قرآن
پاک نازل ہوا وہ رات تو تمہارے نزدیک مبارک ہے، تم اسمیں تو جشن مناؤ، خوشیاں
کرو لیکن جس رات قرآن والا آقا، صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم تشریف لائیں، ہم اگر اس رات جشن منائیں تو تم کہو یہ جشن منانا، یہ خوشیاں منانا

یہ جلوس نکالنا غلط ہے ، بدعت ہے ، شرک ہے ـــــ اے منکرو ! کچھ ہوش کرو ، کچھ عقل کے ناخن لو ۔ اگر جشنِ نزولِ قرآن منانا شرک نہیں بلکہ ثواب ہے تو مجھے کہنے دو جس رات رحمتِ دو عالم ، نورِ مجسم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں ، اس دن جشن منانا ثواب ہی نہیں بلکہ عین ثواب ہے ۔ عین اللہ تعالیٰ کی عبادت ، عین اللہ تعالیٰ کا قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے ۔

حضراتِ محترم ! ان لوگوں کو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی دشمنی ہے اس بات سے خود اندازہ لگائیں کہ ہر سال ہمارے پاکستان میں یوم آزادی منائی جاتی ہے ـــــ یوم اقبال منایا جاتا ہے ـــــ یوم قائدِ اعظم منایا جاتا ہے اور ان دنوں سرکاری طور پر چھٹی ہوتی ہے ـــــ سرکاری اور غیر سرکاری طور پر عمارات پر چراغاں کیا جاتا ہے یوم پاکستان کی خوشی میں افواجِ پاکستان کی پریڈ ہوتی ہے ۔ مختلف کھیل تماشے اور کرتب و کمالات دکھائے جاتے ہیں ۔ ہر آدمی کا گھر جھنڈیوں اور قمقموں سے سجا ہوا اور روشن نظر آتا ہے ۔ ہر پاکستانی ، پاکستان کے بننے کی خوشی سے معمور ہوتا ہے لیکن کوئی مُلّا ، کوئی مولوی ، کوئی عالم ، کوئی مُفتی ، کوئی شیخ القرآن ، کوئی شیخ الحدیث کوئی دینی ادارے کا پرنسپل ، ان دنوں میں یہ نہیں کہتا کہ یہ شرک ہے ، یہ بدعت ہے ۔ یہ ناجائز ہے ۔ یہ اسراف ہے ۔ یہ حرام ہے ، بلکہ دیکھا گیا ہے کہ یوم پاکستان کے موقع پر ان منکرانِ میلاد کے گھروں پر بھی چراغاں ہوتا ہے ـــــ اللہ غنی ! ـــــ گویا دشمنی ہے تو صرف کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم سے ، جس نے ہمارے لئے رو رو کر ہماری بخشش کی دعائیں کیں ؟ ـــــ

تو مسلمانو ! ان منکرانِ میلاد کی باتیں ہرگز نہ سُنیں ، بلکہ اگر یہ روکیں بھی تو بھی ضرور اپنے آقا و مولا کا میلاد شریف ضرور مناتے جاؤ ۔ یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے جاؤ ۔ دشمنانِ نبی دل جلاتے جاؤ ، شیطان کو بھگاتے جاؤ ۔ اور اللہ پاک کے حبیب پاک صلّی اللہ

علیہ وسلم کا میلاد پاک کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے جاؤ۔ قربان جاؤں اعلیحضرت کی شاعری پر۔ اس مقام پر دشمنانِ دین پر کاری ضرب لگاتے ہوئے کیا خوب فرمایا۔ کہ

دشمنِ احمد پہ شدّت کیجئے
مُلحدوں کی کیا مروّت کیجئے

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذِکر آیاتِ ولادت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دِل
یا رسُول اللہ کی کثرت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

ظالمو محبُوب کا تھا حق یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

میرے دوستو! اب آؤ میں تم کو یہ بتاؤں کہ نبی علیہ السلام کا میلاد شریف اگر منایا جائے۔ اس پر اللہ تعالے کتنا راضی ہوتا ہے اور اس پر ربِ کائنات کتنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ میلاد شریف منانے والا چاہے اپنا ہو یا پرایا دُشمن ہو یا سجّن ۔ کافر ہو یا مسلمان ۔ مُشرک ہو یا مومن ۔ عربی ہو عجمی ربّ کی رحمتیں اُس انسان پر ضرور برسیں گی ۔

میلاد پاک منانے کا فائدہ

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۶۴ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۱۸ زرقانی علی المواهب جلد ا صفحہ ۱۳۹

ہمارے پیارے آقا و مولا سیّدنا حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ چچے اور تیرھواں آپ کے ابا جان تھے۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن بارہ چچوں میں

سے دو چچے حضرت سیّدنا امیر حمزہ اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ پر ایمان لائے تھے، لیکن باقی آپ کے چچوں نے آپ کی نبوّت کا انکار کر دیا تھا۔ انکار ہی نہیں بلکہ اُن میں سے ایک چچا ابولہب نے تو آپ کی مخالفت کی حد کر دی۔ چنانچہ قرآن پاک، تیسواں پارہ سورۂ لھب آج بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ جب اللہ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو اپنی نبوّت کے اعلان کرنے کا حکم فرمایا تو کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی پر چڑھ گیا اور فرمایا۔ یَا صَبَاحَا۔ عرب والوں کا دستور تھا کہ جب کوئی اچانک مصیبت یا آفت آجاتی اور لوگوں کو امداد کے لئے بُلانا مقصود ہوتا، تو "یَاصَباحَا" کے الفاظ سے ندا کرتے لوگوں نے جب یہ ندا سُنی تو بھاگتے ہوئے صفا کی پہاڑی کے دامن میں آپہنچے اور خُود حاضر ہونے سے قاصر تھے۔ انھوں نے حقیقتِ حال دریافت کرنے کے لیئے، اپنے نمائندے بھیجے۔

جب سارے قریشی قبیلے جمع ہو گئے ــــ تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر مَیں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے دشمن کا ایک گھڑ سوار دستہ تم پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ بیشک ہم آپ کی تصدیق کریں گے! کیونکہ آجتک آپ کی زبان سے سچ ہی سُنا ہے۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا میں تمہیں خبر دار کرتا ہوں کہ اگر تم شرک سے باز نہ آئے، تو خُدا کا عذاب تمہیں تباہ و برباد کر دیگا۔

نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے ابولہب نے اپنی انگلی کو اُٹھا کر اشارہ کیا اور گستاخی کرتے ہوئے بولا ــــ تَبًّا لَّكَ أَمَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهٰذَا ــــ "اے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو برباد ہو (نعوذ باللہ) کہ تُو نے ہمیں اسلیئے جمع کیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ کو اس بے ایمان اور گستاخ کی گستاخی اپنے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں سخت ناگوار گزری۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سخت غصّے اور غضب کا اظہار کرتے

ہوئے فرمایا ـــ کہ اے ابولہب میرا حبیب کیوں برباد ہو، تو برباد ہو۔ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں تو جہنم کی آگ میں تباہ و برباد ہو، تیری بیوی تباہ ہو ـــ دیکھو دشمن نے نبیٔ کریم علیہ السلام کو ایک مرتبہ بُرا کہا۔ ربّ تعالےٰ نے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو کتنی کھرّی کھری باتیں سنائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی مذمّت کرتے ہوئے پوری سورت نازل فرمائی جس کا نام رکھا سورۃ لہب۔ تو معلوم ہُوا کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کا یہ چچا ابولہب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا،

جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے بروز پیر بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے تو حضور پاک علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے وقت ابولہب کی ایک لونڈی جس کا نام ثوبیہ تھا، وہ بھی موجود تھی، اُس نے جب کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری دُنیا میں دیکھی تو بھاگتی بھاگتی اپنے آقا اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ـــ میرے مالک تمہیں مبارک ہو کہ ربّ تعالیٰ نے تمہارے مرحوم بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے گھر ایک نورانی چہرے والا لڑکا پیدا فرمایا ہے۔ ابولہب اپنے بھتیجے اور ہمارے سردار سیّدنا و مولٰنا حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر سُن کر اتنا خوش ہُوا کہ اس نے اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں اپنی شہادت والی اُنگلی اٹھائی اور اس انگلی سے خوش ہو کر اشارہ کیا کہ ثوبیہ تُو نے میرے بھتیجے کی خوشخبری سنائی ہے، جا میں نے تجھے اس خوشی میں آج سے آزاد کر دیا۔ اللہ اکبر!

پھر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبوّت کا اعلان کیا تو اس نے جتنی حضور اکرم علیہ السّلام کی مخالفت کی ـــ آپ حضرات سُن چکے ہیں۔ جب ابولہب مرا تو وہ کافر ہو کر مرا اور سیدھا جہنم رسید ہُوا۔ ابُولہب کے مرنے کے ایک سال بعد ابولہب کے بھائی اور نبیٔ کریم علیہ السّلام کے مسلمان چچا حضرت سیّدنا عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اپنے بھائی ابولہب کو دیکھا اور خواب میں ہی اس سے پوچھا کہ سناؤ بھائی تمہارا کیا حال ہے؟ تو ابولہب نے کہا کہ بھیا عباس کہ جب سے میں اس دُنیا سے قبر میں آیا ہوں مجھے کوئی راحت و سکون وغیرہ نہیں ملا۔ بلکہ میں اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب میں گرفتار ہوں۔ کیونکہ میں نے ساری زندگی نبی کریم علیہ السلام کی اور دین حق کی مخالفت کی اور اسی مخالفت اور کفر کے عالم میں اس دنیا سے قبر میں آگیا لیکن بھائی مجھ پر ایک اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہوا ہے کہ جب پیر کا دن آتا ہے تو مجھ پر سے عذاب کم کر دیا جاتا ہے اس طرح طبیعت میں سکون اور قرار آجاتا ہے اور مجھے شہادت والی انگلی سے حوضِ کوثر جنتی چشمے کا پانی مل جاتا ہے اور طبیعت ذرا بحال ہو جاتی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے ابُولہب یہ پیر کے دن تمہیں شہادت والی اُنگلی سے جنتی حوضِ کوثر کا پانی کیوں ملتا ہے۔ تم نے دُنیا میں کونسی ایسی نیکی کی تھی کہ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ تمہیں مرنے کے بعد بھی قبر میں عطا فرما رہا ہے ——— ابُولہب نے کہا کہ بھائی عباس، میں نے دُنیا میں کوئی نیکی تو نہیں کی تھی، البتہ جس پیر کو اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ثوبیہ لونڈی نے مجھے حضور علیہ السلام کی ولادت کی خبر سنائی تو میں نے خوش ہو کر اُسے آزاد کر دیا تھا ——— اللہ غنی بھائی عباس یہ پانی مجھے اسلئے

اِنِّی سُقِیْتُ فِیْ ھٰذِہٖ بِعِتَاقَتِیْ ثُوَیْبَۃَ"۔

پیر کو نصیب ہوتا ہے کہ میں نے اپنی لونڈی کو حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا ——— سامعینِ کرام ذرا غور فرمائیں! کہ ابولہب کافر تھا۔ ہم مومن ہیں وہ دشمن تھا، ہم غلام ہیں۔ اس نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی نہ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کی ——— ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی

کرتے ہیں ۔ جب کافر اور دشمن کو ولادت پر خوشی کرنے کا اتنا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تو غلاموں اور مومنوں کو ولادت کی خوشی کرنے کا کتنا فائدہ ہوگا ؟ ۔ اللہ اللہ جناب حامد علی خان بریلوی نے اس مقام پر کتنے پیارے شعر فرمائے ہیں :۔

یہ دربار محمدؐ ہے یہاں ملتا ہے بے مانگے
ارے ناداں یہاں دامن کو پھیلایا نہیں کرتے

یہ دربارِ رسالت ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے خالی ہاتھ غیر بھی جایا نہیں کرتے

ارے او ناسمجھ قربان ہو جا اُن کے روضے پر
یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے

رسُول اللہ خود اپنی بزم میں تشریف لاتے ہیں
مگر وہ دِل کے اندھوں کو نظر آیا نہیں کرتے

جو ان کے دامنِ اقدس سے وابستہ ہیں اے حامد
کسی کے سامنے وہ ہاتھ پھیلایا نہیں کرتے

حافظ الحدیث علامہ ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اسی ابُولہب کا واقعہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ۔۔۔ جب کافر ابولہب ولادت کی خوشی کرنے سے انعام دیا گیا تو اُس موحد مسلمان کا کیا حال ہے جو آپ کی ولادت سے مسرور ہو کر آپ کی محبت میں بقدر استطاعت خرچ کرتا ہے ۔ فرماتے ہیں :۔

لَعَمْرِیْ اِنَّمَا یَکُوْنُ جَزَاءُہٗ
مِنَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ اَنْ یُّدْخِلَہٗ
بِفَضْلِہِ الْعَمِیْمِ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۔

” کہ مجھے میری جان کی قسم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی جزا یہی ہوگی کہ اللہ پاک اپنے فضل عمیم سے اسکو جنت نعیم میں داخل فرمائے گا ۔ “

حضراتِ محترم ! ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس دن کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لائے، اس دن خوشی کرنا اور مسرت کا اظہار کرنا یہ بہت بڑے نصیب کی بات ہے لیکن یہ عاشقوں اور غلاموں کی بات ہے، منکرِ میلاد توبہ توبہ، یہ تو ان احادیث میں بھی نکتہ چینی سے باز نہیں آتے۔ کیسے نکتہ چینی کرتے ہیں سُنیئے اور سر دُھنیئے !

میلاد پاک اور تھانوی صاحب

ایک مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب سے سوال کیا کہ جنابِ عالی !

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کی خوشی میں لونڈی آزاد کرنے پر جب ابولہب جیسے دشمن کافر کو آخرت میں صلہ ملا تو مسلمان اگر اپنے سرکار نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک کی خوشی منائے تو انہیں کوئی اجر و ثواب ملے گا یا نہیں ؟ -

اب تھانوی صاحب کا ذرا جواب سُنیئے اور دادِ تحسین دیجئے۔ !

(کمالاتِ اشرفیہ) صـ ۴۴۴ - "ہماری یہ خوشی جائز ہوتی ہے اگر دلائل شرعیہ منکرات کو منع نہ کرتے اور ظاہر ہے کہ مباح و غیر مباح کا مجموعہ غیر مباح ہوتا ہے"

سمجھے آپ ؟ مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ پر خوشی کا اظہار ناجائز ہے تو ظاہر ہے کہ آخرت میں اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

یہ تو رہا خدا کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھانوی صاحب کا فتوٰی -

اب آیئے اپنے بارے میں ان کا ایک فتوٰی . آپ بھی سماعت فرمائیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ یہ لوگ کہاں تک صحیح ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک بڑے ہی چہیتے مرید تھے، نام ان کا ہے خواجہ عزیز الحسن۔ انہوں نے اپنے پیر کی شان میں ایک کتاب لکھی ہے "اشرف السوانح" اس کتاب میں وہ اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں، ذرا ملاحظہ فرمائیں، خواجہ عزیز الحسن نے

لکھا ہے کہ ایک بار میں نے شرماتے لجاتے حضرت (اشرف علی) سے عرض کی کہ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا اور حضور کے نکاح میں۔ اس اظہار محبّت پر حضرت والا (یعنی اشرف علی تھانوی) غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملے گا۔ ثواب ملے گا —— (اشرف السوانح جلد ۲ صـ ۲۸)

دیکھ رہے آپ! تھانوی صاحب کی خود بینی اور خود پرستی کا یہ تماشا۔ جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا کر اگر مسلمان اپنے محبوب پیغمبر کے ساتھ اظہار محبّت کریں تو ان کے لئے تو کوئی اجر و ثواب نہیں ہے —— لیکن اگر تھانوی صاحب کے مُریدان کی منکوحہ بننے کی تمنا کر کے ان سے اظہار محبت کریں، تو اس بے ہودہ خیال پر بھی انہیں ثواب ملے گا، ثواب ملے گا۔ قسم خدا کی انتہا ہو گئی رسُول دشمنی کی بھی۔ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کسی کا دِل اپنے نبی کی طرف سے اتنا بھی سیاہ ہو سکتا ہے!

خیر یہ تو تھے تھانوی صاحب —— وہ جانے اور ان کا عقیدہ، لیکن آپ میلاد مناتے جائیں —— یاد رکھو جو مسلمان عشق و محبّت کے عالم میں ہر سال کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف مناتا ہے وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبُوب بن جاتا ہے اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اگر کرم فرما دیں تو اس کے گھر میں بھی تشریف لاتے ہیں۔ یہاں چند واقعات میلاد شریف منانے والوں کے عرض کرتا چلوں — سُنیئے اور کوشش کیجئے کہ کوئی سال حضور علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے میلادِ پاک منانے سے خالی نہ جائے ——

میلاد شریف اور مدینے والا۔!

حضرت علاّمہ امام عبدالرحمٰن ابن جوزی نے بیان میلاد النبوی صـ ۴۰۔ حضرت علاّمہ امام جلال الدین سیوطی نے جامع الجوامع۔ حضرت علاّمہ محمد جعفر قریشی نے تذکرۃ الواعظین

ص۳۱۹ میں مختلف روایت سے یہ واقعات درج فرمائے ہیں ۔

حضرت عبد الواحد بن اسماعیل رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مصر میں ایک بڑا مالدار عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم رہتا تھا اور وہ سوداگری کرتا تھا ۔ اس کو تجارت میں جتنا بھی نفع حاصل ہوتا ، وہ نفع جمع کرتا رہتا اور جب ربیع الاوّل شریف کی بارھویں شب آتی جس رات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک ہوئی ، اس رات اپنے گھر میں محفلِ میلاد شریف کا اہتمام کرتا ۔ طرح طرح کے کھانے پکواتا پورے شہر والوں کی دعوتِ عام کرتا ۔ خوب جشن مناتا ۔ اس مسلمان عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ایک یہودی کا گھر تھا ۔ ایک مرتبہ جب ربیع الاوّل شریف کی بارھویں شب آئی ۔ اس مسلمان نے خوشیاں کرنی شروع کیں ۔ محفل میلاد پاک کا انتظام کیا ۔ طرح طرح کے کھانوں کا بندوبست کیا ۔ جب یہ سارا انتظام ہو رہا تھا تو اس پڑوسی یہودی کی بیوی نے اپنے یہودی خاوند سے پوچھا ، اے میرے رفیق حیات یہ مسلمان ہر سال بارھویں شب کو کیوں اتنا جشن مناتا ہے ؟ کیوں سارے محلہ کی دعوت کرتا ہے ، کیوں اتنی خوشیاں مناتا ہے ؟

یہودی ہمسایہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے میری رفیقۂ حیات یہ ہر سال اس بارھویں شب کو اسلئے جشن مناتا ہے کہ اس رات ان کے پیارے اور محبوب نبی اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے یہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے یہ سارا انتظام کرتا ہے

یہودن نے جب یہ ساری باتیں سُنیں تو کہنے لگی کہ یہ مسلمان کا کتنا پیارا اور اچھا طریقہ ہے کہ وہ اپنے نبی کی خوشی میں ہر سال اور جشن کا اہتمام کرتے ہیں ۔ پھر وہ جب رات کو سونے لگی تو مدینے والے کا تصور کر کے اپنے بستر پر لیٹی اور بار بار وہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتی اور گویا وہ کہتی تھی کہ ۔ ع

میں سو جاؤں یا مصطفےٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے

ہوئی سینکڑوں مشکلیں آساں میری
فقط ایک مشکل کشا کہتے کہتے

ادب سے زباں تھام کر رہ گیا میں
حبیبِ خُدا کو خُدا کہتے کہتے

جب سوئی تو اس کی قسمت نے انگڑائی لی۔ آنکھیں سو گئیں لیکن قسمت جاگ اُٹھی، مقدر کا ستارہ چمک اُٹھا، اللہ پاک کی قدرت اس یہودن پر مہربان ہو گئی۔ اس نے خواب کے عالم میں کیا دیکھا کہ ایک گورے چٹے مکھڑے والا والضحٰی کے چہرے والا، واللیل کی زلفوں والا، مازاغ کے سرمے والا ایک نورانی سوار پر سوار ہے۔ اس کے چہرے سے نور کی کرنیں نکل نکل کر پورے شہر کو منور کئے ہوئے ہیں، خاص کر اس عاشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تو بقعۂ نور بنا ہوا ہے جہاں میلاد پاک کا اہتمام تھا اور اس نورانی چہرے والے بزرگ کے ارد گرد ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود ہیں جو اس سوار بزرگ کی تعظیم و تکریم کرتے آتے ہیں۔ وہ یہودن یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی اور حیران تھی کہ یہ کون ہیں کہ اتنے میں ایک اور بزرگ نے کہا کہ

شانِ حق نورِ خدا قدرتِ باری دیکھو
آؤ آؤ محبوبِ خدا کی سواری دیکھو

وہ یہودن دیکھتی رہی کہ یہ پیارے مکھڑے والا بزرگ جاتا کہاں ہے، تو اس نے کیا دیکھا کہ وہ بزرگ سیدھا اسی مسلمان کے گھر تشریف لے گئے جہاں محفل میلاد کا انتظام تھا۔ جب اس بزرگ نے اپنا نورانی قدم اس گھر میں رکھا تو سارا گھر نورٌ علی نور ہو گیا اور محفل میں جتنے بھی لوگ تھے وہ تعظیم و تکریم کے لئے کھڑے ہو گئے اور قدم بوسی

کرنے لگے۔ کافی دیر تک وہ بزرگ اس گھر میں تشریف فرما رہے، جب محفل میلاد شریف ختم ہوئی تو وہ محبوب، وہ پیارے چہرے والا، اس مسلمان کے گھر سے نکلا اور اس یہودن کے گھر کے قریب سے گزرنے لگا۔ تو اس یہودن نے ایک نورانی چہرے والے بزرگ سے پوچھا کہ اللہ کے بندے! یہ نورانی چہرے والا بزرگ کون ہے اور یہ ساتھ جوان کی تعظیم و تکریم کرتے چلے آرہے ہیں، یہ کون لوگ ہیں؟

تو اس بزرگ نے فرمایا ــــــ مائی تو انہیں نہیں جانتی؟ یہی تو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہی تو تاجدار انبیاء ہیں، یہی تو مسلمانوں کے دلربا ہیں، یہی تو ہمارے مشکل کشا ہیں۔ یہی تو رسول خدا اور رحمۃ للعالمین ہیں صلی اللہ علیہ وسلم فداک ابی وامی! ؎

صلی علی خیر الوریٰ نور الہدیٰ یہی تو ہیں!
جس کا شیدا ہے جہاں وہ دلربا یہی تو ہیں!
پیدا کئے جن کے لیئے اللہ نے ارض و سماء!
وہ حق کے پیارے مصطفیٰ نور خدا یہی تو ہیں!
اُمت پر تھا جس نے کیا سب اُل کو اپنی فدا
حامی وہ اپنے پیشوا خیر الوریٰ یہی تو ہیں!
کر اُن سے گوہر التجاء مقبول ہوگی اب دعا
دیتا ہوں تجھ کو میں بتا مشکل کشا یہی تو ہیں

جس وقت یہودن نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تو پوچھا یہ ان کے ہمراہ جو دیگر نورانی لوگ ہیں یہ کون ہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کے مقدس اور نوری فرشتے ہیں اور جو بالکل آپ کے قریب دائیں بائیں چل رہے ہیں وہ آپ کے صحابہ کرام جلوہ فرما ہیں۔ یہودن نے بزرگ سے پھر کہا

کہ اگر میں تمہارے نبی کو سلام دوں تو میرے سلام کا جواب دیں گے۔ اس بزرگ نے فرمایا کیوں نہیں۔ یہ نبی رحمۃ للعالمین ہیں۔ یہ وہ رسول ہیں جن کو کافر و مشرک پتھر مارتے تھے مگر یہ ان کو دعائیں دیتے تھے۔ وہ گالیاں دیتے تھے یہ مسکراتے تھے۔ وہ لوگ ان راستے میں کانٹے بچھاتے تھے، یہ اپنی مقدس چادریں بچھا کر ان کو بٹھاتے تھے۔ بھلا وہ پیارا آپ کو جواب کیوں نہیں دے گا ـــ اللہ اللہ!

اس یہودن نے آگے بڑھ کر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے ہی ادب سے سلام عرض کیا۔ اور رو کر عرض کرنے لگی کہ اے رحمتِ عالم گو میں غیر مسلم ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ آپ ضرور مجھے جواب سے نوازیں گے۔ اور میری بات بھی سنیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کی بیوی کو جواب میں فرمایا کہ

لبیک! کیا بات ہے اے اللہ کی بندی میں حاضر ہوں اس یہودن نے پوچھا حضور آپ کیسے تشریف لائے تھے۔ کملی والے نے فرمایا کہ تمہارے پڑوس میں ہمارا ایک عاشق رہتا ہے جو کہ ہر سال ہماری یاد میں ایک عظیم الشان محفلِ میلاد منعقد کرتا ہے۔ خوب جشن کرتا ہے۔ غریبوں، مسکینوں اور احباب کو اچھے اچھے کھانے کھلاتا ہے اور ہماری یاد میں پورے علاقے کو دعوت پر بلاتا ہے۔ آج ہم اس کے گھر میں مہمان بن کے آئے تھے تاکہ اس کو اپنی زیارت مشرف کرائیں اور اس کے گھر کو اپنے قدمِ پاک سے منور فرمائیں۔ وہ یہودن کہنے لگی حضور آپ کتنے شفیق و مہربان ہیں، کتنے لطیف اور کریم آپ کو اپنی امت سے کتنا پیار ہے، کتنا کرم فرماتے ہیں آپ اپنے غلاموں پر۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی اپنے غلاموں میں شامل کر لیجئے۔ مجھے بھی کلمہ پڑھا کے اپنی امت میں شامل فرمالیں اور مسلمان فرمالیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا پھر پڑھ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اُس عورت نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئی اور اس نے خواب میں ہی یہ ارادہ کیا کہ صبح ہوتے ہی جو چیزیں اس کی ملکیت ہیں میں یہ سب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک کی خوشی میں صدقہ وخیرات کروں گی، کیونکہ تعالیٰ نے انہی کی برکت سے مجھے ایمان کی نعمت عطا فرمائی ہے۔

جب صبح ہوئی تو اس نومسلم خاتون نے میلاد منانے کا اہتمام کیا۔ اور بڑی ہی خوش باش کملی والی سرکار کے دیدار سے دُنیا کی ساری نعمتوں کو بھول چکی تھی۔ بس یہی تمنا تھی کہ جلدی کروں اور حضور علیہ السلام کے میلاد شریف کی خوشی میں جشن کروں، صدقہ وخیرات کروں۔ طرح طرح کے کھانے پکا کر میں بھی علاقے والوں کو دعوت دوں تاکہ مدینے والا اپنی اس نومسلم باندھی سے خوش ہو جائے۔ اِدھر اس نومسلم خاتون کا خاوند جو کہ یہودی تھا۔ جب اس نے اپنی بیوی کی یہ خوشی دیکھی تو کہنے لگا کہ۔ اے میری رفیقۂ حیات کیا بات ہے؟ آج تو بہت خوش نظر آ رہی ہے۔ کیا بات ہے، کیا ہوا ہے۔ رات سوتے وقت تو تو اتنی مسرور نہ تھی، کیا دیکھا ہے تم نے رات کو خواب میں؟

تو بیوی نے جواب دیا کہ ؏

جو خیال آیا تو خواب میں وہ جمال اپنا دکھا گئے
وہ مہک تھی لباس میں کہ سارا مکان بسا گئے
ہمیں داغ غم سے چھڑا گئے ہمیں جلوہ اپنا دکھا گئے
وہ نبیٔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم دل رُبا سبھی بگڑے کام بنا گئے
یہ حلیمہ بھید کھلا نہیں یہ مقام چون و چرا نہیں
تو خُدا سے پوچھ وہ کون تھے تیری بکریاں جو چرا گئے

اس نومسلم عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ اے میرے سرتاج میں تمہیں وہ نظارا کیسے بتاؤں جو رات کو میں نے عالمِ خواب میں دیکھا ہے، وہ منظر اتنا پیارا اور عجیب تھا وہ سماں اتنا سہانا اور وہ ساعت اتنی دِل کش تھی کہ دِل کرتا تھا کہ پوری زندگی اسی نظارے

ہیں گزر جائے۔ اس نومسلم عورت کے میاں نے کہا کہ اے میری رفیقۂ حیات آخر وہ منظر مجھے بھی تو بتاؤ۔ اس نومسلم عورت نے کہا کہ جب میں رات کو سوئی، میری آنکھیں تو بند ہو گئیں، لیکن دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے خواب کے عالم میں یہ دیکھا کہ ہمسائے مسلمان کے گھر نبیٔ آخر الزماں، سرورِ کائنات نورِ مجسم رحمتِ دو عالم سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی۔ اور خواب میں ہی میں نے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ایمان لا کر کلمہ پڑھ لیا ہے اور مسلمان ہو گئی ہوں۔ جب میں مسلمان ہوئی تو میں نے رات کو ارادہ کر لیا تھا کہ صبح ہوتے ہی میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف مناؤں گی، جشن کروں گی۔ کھانے پکاؤں گی، لوگوں کی دعوت کروں گی۔ مدینے والے کو خوش کر کے جنت میں جاؤں گی۔

تو اُس نومسلم عورت کے خاوند نے کہا کہ اے میری رفیقۂ حیات آ دونوں مل کر اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منائیں۔ اس نومسلم نے کہا کہ اے میرے سرتاج آپ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف مناتے ہو حالانکہ تم تو یہودی ہو۔ تم تو غیر مسلم ہو تو اس نومسلم عورت کے خاوند نے کہا کہ خبردار مجھے یہودی ہرگز نہ کہنا، مجھے نہ کافر کہنا نہ مجھے غیر مسلم بھی ہرگز نہ کہنا۔ بلکہ اے میری رفیقۂ حیات جب تم رات کو خواب میں کملی والے کا کلمہ پڑھ رہی تھیں۔ میں دیکھ رہا تھا۔ میں بھی اس مجمع میں موجود تھا۔

اے میری زوجہ! تُو نے تو مجھے نہیں دیکھا لیکن میں نے تو تمہیں دیکھا ہے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ جب تم نے کلمہ پڑھ لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھنے لگے تو میں بھی آگے بڑھ کر حضور علیہ السلام سے کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے میری زوجہ کو تو کلمہ پڑھا کے مسلمان بنا دیا ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے بھی مسلمان بنا دیں تاکہ دین کے لحاظ سے وہ مجھ سے آگے نہ بڑھ جائے۔ کملی والے نے مجھے بھی کلمہ پڑھایا۔ اے میری بیوی اب میں غیر مسلم نہیں بلکہ اب تو میں تمہاری طرح مسلمان ہوں پڑھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آ میری زوجہ دونوں مل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا میلاد شریف منائیں اور مدینے والی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر کے دونوں جنت میں جائیں ۔

اللہ ! اللہ ! ــــــ اے میری بیوی ؎

تُو تو کلمہ پڑھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمان ہوگئی
صدقہ اُس نورِ خدا پر میری جان ہوگئی

میلاد خوان سے حضورؐ خوش ہوتے ہیں

حضرت ابنِ نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو مَیں نے کملی والے آقا سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمت میں سے اکثر لوگ میلاد شریف کا اہتمام کرتے ہیں ۔ خوب خوشیاں مناتے ہیں ۔ جشن کرتے ہیں کیا آپ ایسی خوشی پسند فرماتے ہیں ــــ تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابنِ نعمان جو ہماری ولادت پر اور ہم سے خوش ہوتا ہے ، تو میں مدینے والا بھی اُس اُمتّی سے خوش ہوتا ہُوں ۔ سُبحان اللہ ! قربان جایئے ان لوگوں پر جو حضور علیہ السلام کو خوش کرتے ہیں ۔ پھر حضور علیہ السلام ان سے خوش ہوتے ہیں ۔

حضراتِ محترم ۔ معلوم ہُوا میلاد منانا بدعت نہیں ، ناجائز نہیں ، اسراف نہیں ، بلکہ یہ تو عین نبیٔ کریم علیہ السلام کی خوشی اور رضا کا باعث ہے ــ لہٰذا اے سُنّی میلاد مناتا جا ــ حضور علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کو خوش کرتا جا ۔ دشمن کو جلاتا جا ، اللہ کو مناتا جا اور جنّت کا ٹکٹ لیتا جا ۔ جناب عبد الستار نیازی نے اس مقام پر کیا خوب اور کتنے پیارے اشعار فرمائے ہیں کہ ؎

وہ لوگ خدا شاھد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

آقا کی ثناء خوانی دراصل عبادت ہے
ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں
اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں نبی سرور
یہ سچ ہے نیازی ہم سرکار کا کھاتے ہیں

میلاد منانے والے جنّت میں

حضرت علامہ محمد جعفر قریشی تذکرۃ الواعظین ص۳۲۱ پر روایت نقل فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک بہت ہی بزرگ اور متقی شخص رہتے تھے نام اُن کا تھا محمد ابراہیم۔ وہ اپنے زُہد و تقویٰ میں بڑے مشہور تھے۔ ہمیشہ حلال روزی کماتے اور کھاتے تھے اور جو حلال رزق کماتے اس میں سے آدھا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے اور آدھے کو الگ ایک جگہ پر جمع کرتے رہتے، جب ربیع الاوّل شریف کی بارھویں شب آتی تو وہ سارا پیسہ جو کہ سال بھر جمع کرتے، اس کو نکال کر حضور علیہ السلام کی ولادت شریف کی خوشی میں پورے مدینہ شریف کے علماء اور مساکین کی دعوتِ عام کرتے۔ گھر میں محفلِ میلاد شریف کا بندوبست فرماتے اور آپ کی بیوی جو کہ بڑی زاہدہ و عابدہ تھیں وہ آپ کے ساتھ اس محفل پاک میں بھرپور حصہ لیتیں۔ خود طرح طرح کے کھانوں کا اہتمام کرتیں۔ اور ان تمام خوشیوں میں اپنے نیک اور پارسا خاوند کا بھرپور ہاتھ بٹاتیں۔

کچھ عرصہ کے بعد اتفاق سے اس بزرگ کی اس نیک بیوی کا انتقال ہو گیا لیکن وہ بزرگ پھر بھی اسی ذوق و شوق سے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کا میلاد مناتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ بزرگ محمد ابراہیم صاحب بھی بیمار ہو گئے۔ جب بیماری نے زور پکڑا اور بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی تو اُس بزرگ نے اپنے بیٹے کو بُلایا اور کہا۔ کہ اے میرے بچے آج رات اس دارِ فانی سے کوچ کر جاؤں گا، کیونکہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ میرے بچّے میں فوت ہو جاؤں تو مجھے غسل دے کر کفن پہنا کر مسلمانوں کے قبرستان

میں دفن کردینا۔ میرے بیٹے فلاں جگہ پر میری حلال کمائی پچاس (۵۰) درہم پڑے ہیں ان کو کسی نیک کام میں لگا دینا تاکہ مرنے کے بعد قبر میں مجھے اس کا ثواب ملتا رہے۔ اس کے بعد اس بزرگ نے کلمہ طیبہ پڑھا اور کلمہ شریف پڑھتے پڑھتے اس کی روح پرواز کر گئی۔

اس کے لڑکے اپنے والد کو غسل دیکر کفنایا، نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ بعد دفن کے وہ لڑکا مدینے شریف کے ایک عالم کے پاس آیا اور پوچھا حضور میرے والد ماجد نے اپنی وراثت میں پچاس درہم چھوڑے ہیں اور وصیت فرمائی ہے کہ ان درہموں کو کسی اچھی جگہ خرچ کرنا تاکہ مجھے ثواب ملتا رہے۔ آپ فرمائیں کہ میں دراہم کو کس جگہ خرچ کروں۔

اس عالم دین نے جواب دیا کہ جس آدمی نے دنیا میں کوئی مسجد بنوائی تو گویا اس نے اللہ کے گھر کعبہ اور مدینہ شریف کی تعمیر کی۔ لہٰذہ میرا مشورہ یہ ہے کہ ان درہموں کو کسی مسجد میں بطور چندہ کے دے دو، دوگنا ثواب ملے گا۔ وہ لڑکا اٹھا اور مدینے شریف کے ایک اور عالم کے پاس آگیا۔ اس نے وہی بات جو کہ پہلے عالم سے کہی تھی ان کے سامنے بھی رکھی اور ان سے مشورہ مانگا۔ دوسرے عالم نے جواب دیا کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کیخاطر کنواں کھدوائے تاکہ خلق خدا پانی سے سیراب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کنوئیں کھدوانے والے کو ستر (۷۰) حج کا ثواب عطا فرمائے گا۔ لہٰذا تم پانی کا کنواں کھدوا دو تاکہ ستر (۷۰) حجوں کا ثواب مل جائے۔ وہ لڑکا وہاں سے اٹھا اور تیسرے عالم کے پاس گیا۔ اس سے وہی سوال دوہرایا جو پہلے عالموں سے کر چکا تھا۔ اس عالم نے جواب دیا جو خدا کی رضا کے لئے صلہ رحمی کرتے ہوئے اپنے غریب رشتے داروں پر خرچ کرے اسے اللہ تعالیٰ ستر (۷۰) غازیوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ لہٰذا میری مانو تو یہ دراہم اپنے غریب رشتے داروں پر خرچ کر دو تاکہ ستر (۷۰) غازیوں کا ثواب حاصل کر سکے۔

وہ لڑکا وہاں سے اٹھا اور ایک چوتھے عالم کے پاس گیا۔ اس سے بھی وہی سوال کیا تو اس عالم نے جواب دیا جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی نہر پر پل بنوائے تاکہ لوگ

اس نہر سے باآسانی گزریں تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے ستر (۷۰) بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے زندہ کئے لہٰذا کسی نہر پر لوگوں کے گذرنے کے لئے پُل بنوا دو۔ وہ لڑکا اٹھا اور مدینے شریف کے پانچویں عالم کے پاس گیا، اور ان کے سامنے یہی مسئلہ رکھا۔ تو اس عالم نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ پاک کی رضا کے لئے کسی غازی مجاہد کو اللہ کے راستے میں لڑنے کیلئے ہتھیار خرید کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ وہ لڑکا اُٹھا اور چھٹے عالم کے پاس گیا۔ اُن سے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ تو اُس عالم نے جواب میں فرمایا کہ بیٹا۔ جس بندے نے خدا کی رضا کے لئے کوئی غلام آزاد کیا تو اس کو اللہ تعالیٰ ستر (۷۰) عالموں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

وہ لڑکا یہاں سے اُٹھا اور مدینے شریف کے ساتویں عالم کے پاس پہنچ گیا اور اس سے بھی وہی سوال دُھرایا۔ اُس عالم نے فرمایا کہ بیٹا جو بندہ اللہ پاک کی رضا کے لئے مسافروں کے آرام کیخاطر راستے پر کوئی درخت لگائے تاکہ مسافر اس درخت کے نیچے آرام کریں تو اللہ پاک اس کے لیے جنّت میں ایک مکان اور ایک باغ جو بہت خوبصورت ہوگا، تیّار فرمائے گا اور اس کو جس نے دنیا میں مسافروں کے لیے آرام پہنچانے کیلئے درخت لگایا عطا فرمائے گا۔ لہٰذا میری مانو تو کسی راستے پر مسافروں کے لئے ایک یا چند درخت لگوا دو۔ اس لڑکے نے جب اس قدر مختلف مسائل اور مختلف ثواب کے فوائد سُنے تو وہ حیران و پریشان ہو گیا کہ کس پر عمل کرے اور کس کو چھوڑے، ان میں سے تو کوئی نیکی چھوڑنے کے قابل ہے بھی نہیں۔

وہ گھر آیا، ان مسائل ذہن میں رکھکر سوچنے لگا۔ اسی اثنا میں اس کو نیند آ گئی وہ سو گیا، عالمِ خواب میں اس لڑکے نے دیکھا کہ میدانِ حشر برپا ہے۔ ہر آدمی اپنا اپنا حساب دے رہا ہے۔ حساب دینے کے بعد نیک لوگ جنّت میں جا رہے ہیں، بُرے لوگ جہنم میں۔ یہ واقعات دیکھ کر وہ لڑکا کانپ اُٹھا کہ اللہ خیر کرے پتہ نہیں میرے ساتھ کیا

سلوک ہوتا ہے۔ نامعلوم میں جنت میں جاتا ہوں یا جہنم میں۔ اتنے میں ایک ندا آئی کہ اس لڑکے کو جنت میں لے جاؤ۔ جب یہ نوجوان جنّت میں پہنچا تو جنت میں مختلف قسم کی نعمتیں دیکھیں جو کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں آئی تھیں۔ مکانات دیکھے جن کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ حوریں دیکھیں ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یاقوت اور مرجان کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں اور بھی طرح طرح کی بے حساب اللہ پاک کی نعمتیں موجود تھیں جن کی کوئی حد تھی نہ حساب، جن کو بیان کرنے سے انسان قاصر ہے، وہ نوجوان جنّت کی نعمتوں کو دیکھتے دیکھتے جنت کی سات مختلف منزلیں دیکھیں، فرشتے بتا رہے تھے کہ اے اللہ کے بندے یہ پہلی جنت ہے، یہ دوسری، یہ تیسری، غرضیکہ تمام جنّت کی منزلیں اُس نے طے کر لیں۔

چلتے چلتے جب وہ نوجوان جنت کی آٹھویں منزل اور آٹھویں دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ اس کا دروازہ بند ہے۔ گیٹ پر اس جنّت کا داروغہ فرشتہ کھڑا ہے۔ ہر آدمی اس جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا، صرف وہی اس کے اندر جائے گا جس کو میرے اللہ پاک کا حکم ہوتا ہے۔ وہ نوجوان اس جنت میں جانے کا ابھی ارادہ کرتا ہے، لیکن جنّت کا نگہبان فرشتہ کہتا ہے کہ اے نوجوان، اس جنّت میں تم داخل نہیں ہو سکتے۔ اس جوان نے پوچھا کہ میاں فرشتے کیوں، کیا وجہ ہے۔ جب میں ساتوں جنتوں میں اللہ پاک کے حکم سے آ سکتا ہوں تو اس میں کیوں داخل نہیں ہو سکتا۔

جنّت کے نگہبان فرشتے نے کہا کہ اے نوجوان اس جنّت میں صرف وہی شخص جا سکتا ہے جو دُنیا کی زندگی میں، اللہ تعالےٰ کے پیارے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف مناتا رہا ہے اور محافلِ میلاد میں جاتا رہا ہو۔ سُبحان اللہ! اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں مسرّت اور فرحت کا اظہار کرتا رہا ہے۔ تو اُس نوجوان نے کہا۔ کہ اے داروغہ پھر تو بلا شبہ میری والدہ ماجدہ اور والدِ مکرّم ضرور اسی

اسی جنّت میں ہوں گے کیونکہ وہ دونوں ساری زندگی کملی والے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ہر سال خوب جشن مناتے رہے ہیں، مسرت کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ علماء کرام اور مساکین کی دعوتیں کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا مجھے اس جنّت میں جانے دو تاکہ میں اپنے والدینِ کریمین کی زیارت کرسکوں۔ ابھی وہ جوان جنّت کے داروغہ سے کلام کر ہی رہا تھا، اجازت مانگ ہی رہا تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ اس جوان کو جنّت میں جانے دو تاکہ یہ اپنے والدین کی زیارت کرے اور والدین اپنے اس بچے کو جی بھر کے دیکھ لیں۔ اجازت ملتے ہی وہ نوجوان جنّت کی آٹھویں منزل میں داخل ہوا۔ اس جنت میں وہ نعمتیں مشاہدہ کیں جو پہلے والی سات جنّتوں میں بھی نہیں تھیں۔ ان جنّتوں کا نظارہ کرتے کرتے وہ نوجوان حوضِ کوثر کے کنارے پہنچا وہ حوضِ کوثر جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کے تیسویں پارہ سورۃ کوثر۔ رکوع ۳۳۔ آیت ۱ میں فرمایا۔

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ "اے محبوب بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمادی"۔

یہ کوثر جنّت کی آٹھویں منزل میں موجود ہے۔ قیامت میں اس جنّت کے حوض کے کنارے پر بیٹھ کر کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم، ہم گناہ گاروں کو جامِ کوثر بھر بھر کر پلاتے جائیں گے اور ہماری پیاس و تشنگی دُور فرماتے جائیں گے۔ تو وہ نوجوان کوثر کے کنارے پہنچا تو اُس نے کیا دیکھا کہ اس کوثر کے کنارے پر اس کی والدہ ماجدہ بیٹھی ہوئی ہے اور اس کی والدہ ماجدہ کے پاس ایک جنتی تخت موجود ہے، اس پر ایک بزرگ خاتون جلوہ افروز ہیں اور اس تخت کے ارد گرد بہت ساری کرسیاں بھی بچھی ہوئی ہیں۔ جس پر اور بہت سی خواتین جو شکل وصورت میں بڑی برگزیدہ معلوم ہوتی ہیں تشریف فرما ہیں۔

اس نوجوان نے ایک فرشتے سے دریافت کیا کہ اللہ پاک نوری فرشتے یہ بڑی برگزیدہ خواتین جو تخت اور کُرسیوں پر بیٹھی ہیں کون ہیں؟۔ اس اللہ کے فرشتے نے جواب دیا کہ اے اللہ کے بندے یہ جو تخت پر بی بی تشریف فرما ہیں، یہ رحمۃ للعالمین سردارِ کُل حضرت محمد رسُول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، یہ جو کرسیوں پر بیبیاں تشریف فرما ہیں۔ اِن میں سب سے پہلے حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ دوسری سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیاں ہیں۔ وہ جلوہ فرما ہیں۔ اور ان سے آگے حضرت مریم والدہ محترمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرعون کی بیوی۔ حضرت سارہ، حضرت حاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواجِ پاک تشریف فرما ہیں۔ اس سے آگے حضرت رابعہ بصری، حضرت زبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور علیہ السلام کی امت کی ولیہ تشریف فرما ہیں۔ وہ نوجوان یہ سن کر بڑا حیران ہُوا۔

آگے بڑھا تو کیا دیکھا کہ ایک وسیع و عریض تخت بچھا ہُوا ہے جس پر ایک نورانی چہرے والے بزرگ تشریف فرما ہیں اور اس کے گرد چار کرسیوں پر جو وہاں موجود ہیں ان پر چار بزرگ تشریف فرما ہیں۔ پھر دائیں طرف بہت سی کرسیاں موجود ہیں ان پر بھی بڑے نیک اور بزرگ لوگ جلوہ افروز ہیں۔ پھر بائیں طرف دیکھا تو وہاں بھی بڑے بڑے اللہ والے موجود ہیں۔ اس نوجوان نے پھر اسی فرشتے سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ کے نوری فرشتے یہ بزرگ، جو جلوہ افروز ہیں کون ہیں۔

اس فرشتے نے جواب دیا کہ اللہ کے نیک بندے یہ جو تخت پر نوری بزرگ تشریف فرما ہیں یہ ساری کائنات کے والی، دونوں جہان کے داتا حضرت سیّدنا مولانا و ماوٰنا حضرت محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں اور یہ جو ان چار کرسیوں پر بیٹھے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار یار حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمانِ غنی اور سیّدنا حضرت علی المرتضےٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔ دائیں طرف تمام انبیاء کرام علیہم اجمعین تشریف فرما ہیں۔ بائیں طرف شہدائے کرام، اولیائے عظام تشریف فرما ہیں۔ وہ لڑکا آگے چلا گیا تو کیا دیکھا ایک نورانی مقام پر اس کا والد بزرگوار بھی موجود ہے اور بڑا

خوش و خرم ہے اور اللہ پاک نے اس کے والد کو جنت کی اعلیٰ نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ لڑکا اپنے والد ماجد کا یہ مقام دیکھ کر عش عش کر اٹھا۔ اپنے ابا جان سے پوچھنے لگا اے میرے والدِ مکرم۔ اے اللہ پاک کی نعمتوں سے سرفراز ہونے والے میرے پیارے بابا جان باپ نے کہا بیٹا لبیک، کہا کیا بات ہے جان پدر؟ بیٹا کہنے لگا۔ ابا جان آپ نے یہ درجات، یہ مراتب، یہ مقام، یہ عزت، یہ شان، یہ بلندی، یہ جنت کی اعلیٰ نعمتیں کس طرح پائیں؟

اس بزرگ ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اپنے بیٹے کی یہ باتیں سنیں تو اس کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا بیٹا یہ مقام، یہ شان، یہ جنت کے اعلیٰ درجات اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلئے عطا فرمائے ہیں کہ میں ہر سال اپنی حلال کی کمائی میں سے کائنات کے داتا رسولوں کے سردار حبیب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک کی خوشی جشنِ میلاد منایا کرتا تھا۔ خوشیاں کرتا تھا محفلِ میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ اللہ! اللہ!

محترم سامعین! معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کی خوشی وہ عظیم خوشی ہے، وہ پیاری خوشی ہے کہ جس کے صدقے جنت ملتی ہے، جنت ہی نہیں بلکہ وہ جنت ملتی ہے جس میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاتے ہیں۔ انشاء اللہ وہ سنی بریلوی مسلمان جو فرائض و واجبات ادا کرتا رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق سینے میں لے گئے ہر سال میلاد پاک کا اہتمام کرتے کرتے دنیا سے چلا جائے وہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ وہ جہنم سے بھی آزاد، وہ حشر کے خوف سے بھی آزاد کیوں؟ اسلئے کہ

جیہڑا عاشق پاک نبی دا اوہنوں کی خوف روز حشر دا
نہ اس دوزخ دے وچ سڑنا تے نہ اوہنوں خوف قبر دا
جس نے جام عشق دا پیتا اوہنوں زہر اثر نہ کردا
اعظم جیہڑا عشق دا بندہ اوہ موت تھوں نئیں مردا

یاد رکھو! مسلمانو! میلاد شریف کی خوشی میں جتنا پیسہ بھی خرچ ہو جائے وہ باعث نجات ہے اور بخشش کا ذریعہ ہے اور پیارے صحابۂ پاک رضوان اللہ علیھم اجمعین کے سُنّت ہے اور میلاد شریف کے موقع پر دل کی محبّت سے کھُلے دل سے پیسہ خرچ کرنے کرنے والا، میلاد کی خوشی میں جشن منانے والا قیامت کے دن انشاءاللہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ساتھ ہوگا۔

میلاد خوان قیامت میں صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ساتھ!

شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن حجر المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سیّد ولد آدم" اس کتاب میں انہوں نے نبیٔ کریم علیہ السلام کی ولادت پاک کے چند واقعات درج فرمائے اور بتایا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا میلاد شریف منانے کا کتنا فائدہ ہے۔

واقعات لکھتے لکھتے انہوں نے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۷ - ۸ میں خلفاء راشدین یعنی صدّیق اکبر، فاروق اعظم، عثمانِ غنی اور علی شیرِ خدا رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ارشادات کو نقل فرمایا ہے۔ آپ بھی سُنیئے اور غور فرمایئے کہ میلاد پاک منانے والا کتنا خوش نصیب انسان ہے۔ یہ حضرت علامہ ابن الحجر المکیّ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ۹۰۹ ہجری میں پیدا ہوئے یعنی دسویں صدی میں اور یہ کتاب دسویں صدی میں ہی لکھی گئی کیونکہ آپ ۹۴۷ھ میں مکہ شریف میں وفات پا گئے تو گویا یہ کتاب آج سے ساڑھے چار سو سال سے بھی پہلے کی لکھی ہوئی ہے جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا تو یہ بھی جان لو اس وقت سارے سُنّی ہی سُنّی تھے۔ دیوبندی اور بریلوی کا کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ جب سے دیوبندی آئے ہیں یعنی آج سے سو سال پہلے یہ میلاد پر جھگڑے چلے ہیں کہ میلاد منانا بدعت ہے۔ شرک ہے ناجائز ہے اور ناجانے کیا کیا ہے؟ اب آپ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے اقوال پڑھیں اور خود اندازہ لگائیں کہ حق پر کون ہے۔ فیصلہ آپ پر ہے؟ - - - -

صدّیقوں کے سردار شہنشاہِ صداقت، یارِ غار حضرت سیّدنا ابوبکر عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ:۔

مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا عَلٰى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ رَفِيْقِيْ فِي الْجَنَّةِ

"جو آدمی نبی کریم علیہ السلام کے میلاد شریف منانے پر ایک درہم خرچ کرے یا کیا تو وہ کل قیامت کے دن مجھ ابوبکر کیساتھ جنت میں ہوگا"

عادلوں کے پیشوا شہنشاہِ عدالت یارِ ثانی امیر المومنین حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَحْيَا الْاِسْلَامَ ۔

"جس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی تو اُس نے گویا اسلام کو زندہ کیا۔" اللہ اللہ

سخیوں کے بادشاہ یارِ سوم امیر المومنین حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا عَلٰى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّمَا شَهِدَ غَزْوَةَ بَدْرٍ وَّحُنَيْنٍ ۔

"جس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف پر ایک درہم خرچ کیا گویا وہ بدر اور حُنین میں لڑائی کے لئے خود حاضر ہُوا۔"

سامعین کرام! آپ جانتے ہیں کہ میدان بدر میں شریک ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کیا اجر دیا تھا۔ قرآن پاک کا چوتھا پارہ اور احادیث کی معتبر کتابیں بخاری و مسلم پڑھکر دیکھیں کہ میدان بدر والوں کے بارے اللہ تعالےٰ نے جنتی ہونے کا اعلان فرمادیا۔ اس طرح نبی کریم علیہ السلام نے بھی اپنے غلاموں کو جنّت کی خوشخبری سُنائی تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے والا جنّت میں جائے گا۔

شیروں کے شیر، شہنشاہِ شجاعت، حضرت سیّدنا امیر المومنین مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ

وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ :۔

مَنْ عَظَّمَ مُوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ سَبَبًا لِقَرَاءَتِہٖ لَایَخْرُجُ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بِالْاِیْمَانِ وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

"جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد شریف کرنے کا سبب بنا وہ دنیا سے ایمان کی دولت لے کر جائے گا اور وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔"

امام الاولیاء بزرگ تابعی حضرت سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :۔ وُدِدْتُ لَوْکَانَ لِیْ مِثْلُ جَبَلِ اُحُدٍ ذَھَبًا فَاَنْفَقْتُہٗ عَلٰی قِرَاءَۃِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

"مجھے یہ بات پسند ہے کہ کاش میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو اور میں اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف پر خرچ کردوں"

اللہ غنی! قربان جائیے! حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کی خواہش کہ ربِ لم یزل مجھے اُحد پہاڑ کے برابر سونا عطا فرما دیتا تو میں سارے کا سارا کملی والے آقا کے میلاد پر اس کو خرچ کرکے مدینے والے کو راضی کرلیتا۔ حضرات آپ جانتے ہیں کہ اُحد پہاڑ کتنا بڑا ہے؟ تین میل لمبا اور ایک فرلانگ چوڑا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ اگر یہ سارا پہاڑ سونے کا بنا ہوا ہو تو دنیا کے لحاظ سے کتنا پیسہ بن جائیگا۔ تو گویا امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ سارا پہاڑ سونا بنا کر میرے حوالے کر دیتا تو میں اُسے بھی میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیتا یہ تو سب محبت کی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں، جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی ہوتی ہے۔ اور جن کو حضور علیہ السلام کی آمد خوشی ہوتی ہے تو وہ بارہ ربیع الاول شریف کو محبت سے یوں پکارتے ہیں کہ :۔

چار سُو رحمتوں کے اُجالے ہوئے بزم کونین کے پیشوا آگئے
ذرّے افلاک سے باتیں کرنے لگے مُصطفےٰ آگئے مصطفےٰ آگئے

غم کے مارے ہوئے مسکرانے لگے ظلمتوں کے مکین جگمگانے لگے
بیکسوں کے مقدر ٹھکانے لگے سب کے محسن حبیبِ خُدا آ گئے

حضرت موسیٰ جن کو ترستے رہے ابن مریم بھی جن کی خبر دے گئے
پہلے آئے ہوئے جن کے پیچھے کھڑے آج وہ خاتم الانبیاء آ گئے

ذکر کیسے کروں وصف سرکار کا بیاں ہو سماں ان کے دربار کا
دل ظہوری بنا مطلعِ انوار کا جب تصوّر میں وہ دلرُبا آ گئے

سامعینِ کرام یاد رکھیں خدا کی قسم جو بندہ محبّتِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر محفلِ میلاد شریف کا اہتمام کرے اور طرح طرح کے کھانے پکا کر کملی والے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک کو ثواب پُہنچائے اور پھر وہ کھانا لوگوں میں تقسیم کرے تو یاد رکھو وہ کھانا سیدھا بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ جاتا ہے اور کملی والا کرم فرمائے تو وہ کھانا تناول فرماتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو آیئے سُنیئے۔

شاہ عبدالرحیم کے چنے

قطب الملّت حکیم الاُمّتہ حضرت سیّدنا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ تمام مسالک والوں کے نزدیک مسلّم ہیں، جن کو تمام فرقے اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے "دُرِّ ثمین" اس میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے بتایا کہ میں ہر سال ربیع الاول شریف کی بارھویں تاریخ کو میلادِ مُصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی میں کھانا پکوایا کرتا تھا، لیکن ایک سال میرے پاس اتنے پیسے نہ تھے کہ میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں کھانا

پکواتا اور لوگوں میں تقسیم کرتا تو میں نے سوا روپے کے چنے منگوائے اور میلاد پاک کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ جب رات کا ٹائم ہوا میں اپنے بستر پر سویا تو خواب میں رحمتِ دو عالم نورِ مجسم سرکارِ ابد قرار سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے کیا دیکھا دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں طرح طرح کے کھانے موجود ہیں اور اُن کھانوں میں میرے چنے بھی موجود ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے چنوں کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں اور گویا فرما رہے ہیں، عبدالرحیم کوئی بات نہیں اگر اس مرتبہ تو ہمارے میلاد پاک کی خوشی میں کھانا نہیں پکا سکا تو کیا ہوا ہم نے تیرے ان چنوں کو بھی اپنی بارگاہِ بے نیاز میں قبول فرما لیا ہے۔ دیکھ یہ تیرے چنے ہماری بارگاہِ عالیہ میں موجود ہیں۔ سبحان اللہ!

حضراتِ محترم! معلوم ہوا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر سال محفلِ میلاد منایا کرتے تھے اور لوگوں میں طرح طرح کے کھانے پکا کر تقسیم کرتے تھے اور سنیئے!

حاجی امداد اللہ محفلِ میلاد میں

تمام اکابرین علمائے دیوبند کے رہبر و پیشوا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر (امداد اللہ) کا طریقہ کار تو یہ ہے کہ محفلِ میلاد شریف میں شریک ہوتا ہے، شریک ہی نہیں بلکہ میں محفلِ میلاد کو ذریعۂ برکات سمجھ کر خود بھی اپنے گھر میں منعقد کرتا ہوں اور قیام، (یعنی بوقتِ ولادت کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا) میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ صہ ۵)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی فرمان "امداد المشتاق"، کتاب میں بھی موجود ہے جو کہ آپ کے مرید خاص مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھی۔ امداد المشتاق صہ ۵۶ میں اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

فرماتے ہیں۔

"البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولّد کا نہ کرنا چاہیئے، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے تو مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔"

کچھ سمجھے آپ! حضرت صاحب کیا فرما رہے ہیں؟ فرماتے ہیں کہ بارہ ربیع الاوّل شریف کی شب کو سحری کے وقت جب کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لایا۔ اس وقت یہ بندہ ہرگز گمان نہ کرے کہ حضور علیہ السلام اب پیدا ہو رہے ہیں کیونکہ وہ تو پیدا ہو چکے ہیں — ہاں یہ گمان کرنا کہ ہماری اس محفل سلام وقیام میں کملی والا تشریف لا سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضور ہماری محفل میلاد میں جلوہ گر ہیں تو اس کی بات کو جھٹلایا نہ جائے کیونکہ یہ بات حضور علیہ السلام سے بعید نہیں اگر کرم فرمائیں۔ تو ہماری محفلوں میں تشریف لا سکتے ہیں — اللہ اکبر

صدیق بھوپالی اور محفل میلاد

غیر مقلدین یعنی اہلحدیث جن کو وہابی بھی کہتے ہیں، ان کے پیشوا جناب شیخ الاسلام نواب صدیق حسن خان بھوپالی، اپنی معرکتہ الآراء کتاب "الشمامتہ العنبریہ" صہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ جس کو حضرت (یعنی نبی کریم علیہ السلام) کے میلاد کا حال سنکر فرحت (خوشی) حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں — اسی کتاب کے صہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ اسمیں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکر حضرت (رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع یعنی (ہر ہفتہ) یا ہر ماہ میں التزام اس کا کریں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر یاد و نظر وسیرت وسمت ودل وہدی وولادت ووفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کریں

پھر ماہِ ربیع الاوّل شریف کو بھی خالی نہ چھوڑیں!۔

محترم سامعین کرام! سردارِ اہلحدیث نواب صدّیق حسن خان بھوپالی نے تو میلاد النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشی نہ کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اب خود ہی اہلحدیث حضرات اور دیوبندی حضرات اپنے عقیدہ باطلہ پر غور فرمائیں کیونکہ الشمامتہ العنبریہ وہ کتاب ہے جس کو دیوبندی حضرات کے حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی مستند قرار دیا تسلی کے لیئے ان کی کتاب "نشر الطیّب" دیکھی جاسکتی ہے۔

معلوم ہُوا کہ میلاد شریف منانے والا، انشاءاللہ، دین و دنیا میں کامیاب ہوگا اور میلاد شریف منانا یہ بڑے بڑے صحابہ کرام، بڑے بڑے اولیائے کرام مناتے رہے حتیٰ کہ علمائے دیوبند و علمائے اہلحدیث کے بزرگوں نے بھی میلاد منایا لیکن پتہ نہیں ان لوگوں کو کیا ہُوا ہے جو میلاد نہیں مناتے۔ چلو میاں اگر آپ نہیں مناتے تو نہ منائیں، لیکن جو محفلِ میلاد مناتے ہیں، ان کو بدعتی، مشرک تو نہ بنائیں یہ محفلِ میلاد منانا کوئی فرض، واجب نہیں بلکہ یہ مستحب و محبوب چیز ہے جس کو نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے والہانہ محبت ہوگی وہ تو اس دن کو یاد کرکے خوشی کا اظہار کرے گا۔ اور جس کو محبت نہیں وہ خوشی نہیں کرے گا لیکن کتنے دُکھ کی بات ہے کہ جب ربیع الاول کا موسم آتا ہے جہاں غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوشیاں مناتے ہیں وہاں مخالفین جگہ جگہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے میلاد منانے والوں پر نہ جانے کون کون سے فتوے لگاتے ہیں۔

اب ان کے فتوے سُنیئے!

میلاد کیخلاف فتوے

دیوبندیوں کے قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے ایک فتاویٰ کی کتاب لکھی ہے فتاویٰ رشیدیہ۔ میلاد پاک کے بارے مختلف لوگوں نے مولوی صاحب سے فتوے پوچھے جوانہوں نے لوگوں کو جواب دیئے وہ حسب ذیل درج ہیں آپ بھی پڑھیں اور سنیں کہ علماء دیوبند

کے قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی کیا لب کشائی فرماتے ہیں؟

نمبرا سوال :۔ مروجہ مجلس میلاد بدعت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور بسبب خلط امور مکروہہ کے مکروہِ تحریمیہ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۱۵)

نمبر۲ سوال :۔ مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا کرتے تھے، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں ؟ ۔

جواب :۔ عقد مجلس مولود اگرچہ اسمیں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانے میں درست نہیں وعلیٰ ھذا عرس کا جواب ہے ۔ بہت اشیاء اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہوگئیں ۔ مجلس و عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے ۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

آپ اندازہ فرمائیں ۔ مولوی صاحب کس طرح میلاد شریف کو ناجائز بنانے کے لئے حیلے اور ہیرا پھیری سے کام لے گئے، حالانکہ سائل کے سوال سے یہ معلوم ہو گیا کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بہت بڑے بزرگ تھے وہ بھی میلاد مناتے تھے، عرس کرتے تھے ۔ لیکن مولوی صاحب نے کیسے صفائی کے ساتھ میلاد کو ناجائز کردیا ۔ اللہ تعالیٰ ۔ کملی والے کی دشمنی سے محفوظ رکھے ـــ آمین

نمبر۳ سوال :۔ محفل میلاد جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایاتِ موضوعہ اور کاذبہ (یعنی گھڑی ہوئی اور جھوٹی نہ ہو) شریک ہونا کیسا ہے۔

جواب :۔ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے ۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۳۱)

حضراتِ محترم! آپ نے آئینے کے دونوں رُخ دیکھ لئے کہ میلاد شریف منانے

کا کتنا فائدہ ہے کہ میلاد شریف منانے سے کملی والے بھی خوش ہوتے ہیں، صحابہ کرام بھی جنّت میں لیجانے کا وعدہ فرماتے ہیں ۔ بزرگانِ دین نے بھی میلاد شریف منایا لیکن تیرہ سو سال تک لوگ میلاد مناتے آئے ۔ چودھویں صدی میں ایک جدید فرقہ دیوبندی وہابی وغیرہ پیدا ہؤا جس نے میلاد منانے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگائے ۔ اب آپ ہی بتائیں اور سوچیں کہ بات کس کی مانی جائے ۔

اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی، صحابہ کرام کی، اولیاء اللہ کی یا بزرگانِ دین کی یا اس جدّید فرقے دیوبندی وہابی وغیرہ کی اب راستہ صحیح متعین کرنا آپ لوگوں کا کام ہے ۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ اسی راستے کو منتخب فرمائیں گے جو کملی والے کا، صحابہ کا، اولیاء اللہ کا اور بزرگانِ دین کا ہے ۔ انشاء اللہ ۔ اس راستے پر دین و دُنیا میں کامیابی نصیب ہوگی !

آیئے عہد کریں کہ جب تک اللہ پاک زندگی رکھے گا اور جب تک دم میں دم ہے انشاء اللہ تعالےٰ ان کا ذکر کرتے اور سُناتے رہیں گے ـــــ اللہ تبارک و تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو نبیٔ کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کا ہر سال بلکہ ہر روز، نہیں نہیں بلکہ ہر لمحہ ذکر کرنے کا اور میلاد شریف منانے کی توفیق عنایت فرمائے ـــــ آمین بجاہِ النبیّ الامین ـــــ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسرا وعظ مبارک

احسانِ عظیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَرَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰہِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ ٥

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ؁ (پارہ ۴ رکوع ۸)

ترجمہ :- "یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالےٰ نے مومنوں پر جب اُس نے بھیجا اُن میں ایک رسُول انہی میں سے ، پڑھتا ہے ان پر اللہ پاک کی آئتیں اور پاک کرتا ہے۔ انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سُنّت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھُلی گمراہی میں تھے ۔"

محترم سامعینِ کرام !

اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں مومنوں پر احسان جتلایا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ " یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالےٰ نے مومنوں پر ۔"

اللہ تعالیٰ مومنوں پر احسان فرما رہا ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ کوئی بڑا آدمی کسی انسان پر کوئی معمولی احسان کرکے جتلانے لگے تو یہ بات اس کے شایانِ شان نہیں سمجھی جاتی لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو اتنا بڑا انسان ہے اور معمولی احسان کرکے جتلا رہا ہے ۔ تو اللہ تعالےٰ تو ہے ہی سب سے بڑا ، تو وہ احسان جتلا رہا ہے ۔ تو معلوم ہُوا کہ اللہ تعالےٰ مومنوں پر کوئی معمولی احسان نہیں جتلایا ، بلکہ کوئی بہت بڑا احسان کیا ہے ۔ !

تو میرے دوستو آؤ ! مَیں آپ کو یہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جو مومنوں پر احسان کیا ہے وہ کون سا احسان ہے ۔ یہ بات سُننے سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار مخلوقات کو پیدا فرمایا اور اٹھارہ ہزار مخلوقات میں سے

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ " یقیناً عزت عطا فرمائی ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو "

کے تحت حضرت انسان کو اللہ تعالےٰ نے اَشْرَفُ الْمَخْلُوْقَات بنایا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے بے
شمار احسانات فرمائے اور بے شمار نعمتیں نازل فرمائیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (پ ۱۳ رکوع ۱۷)

" اور اگر تم گِننا چاہو اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو تو تم ان کو شمار نہ کر سکو گے "

حضرت انسان جس حال میں بھی ہو، چاہے بیٹھا ہو، چاہے کھڑا ہو، چاہے لیٹا ہو،
چاہے سویا ہُوا ہو، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ظہور ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے
ان اپنی نعمتوں کو قرآن پاک میں جا بجا ذکر فرمایا ہے ۔ لیکن کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اے
انسان ہم نے تمہیں یہ نعمتیں دے کر احسان فرمایا ۔
مثال کے طور پر اللہ پاک قرآن مجید کے پارہ ۱ رکوع ۳ میں ارشاد فرماتا ہے ۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ

" وہ ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کے لئے ۔"

حضرت محترم! غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے زمین بنائی
یہی زمین دیکھیں ۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے ۔ اگر یہ زمین نہ ہوتی تو
ہم کہاں رہتے ۔ ہم کہاں قرار پکڑتے ۔ ہم کہاں مکان وغیرہ بناتے ۔ پھر اسی زمین سے
اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے طرح طرح کے پھل پیدا فرمائے جو شب و روز ہم کھاتے پیتے
رہتے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں ۔ اسی زمین سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے طرح طرح
کی معدنیات نکالیں، مثال کے طور پر سونا، ہیرے جواہرات، چاندی پیتل لوہا کوئلہ
وغیرہ، بولو یہ سب چیزیں کتنی بڑی نعمتیں ہیں ۔ اسطرح اور بھی بے شمار نعمتیں اللہ تعالےٰ
ہمارے لئے زمین سے نکالتا ہے ۔ اگر ان کو تفصیلاً بیان کیا جائے تو کافی وقت درکار ہوگا ۔

میں کہتا ہوں ایک پانی کو دیکھو، یہ کتنی بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اگر چوبیس (۲۴) گھنٹے تک ہمیں یہ پانی نہ ملے تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ اسی طرح ہوا کو دیکھیں یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے ہماری ذات کے ساتھ ہوا کا کتنا گہرا تعلق ہے۔ اگر ہوا کا وجود نہ ہو تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے اسی طرح آسمان کو دیکھو۔ آپ کتابیں پڑھیں آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ فصل یہ پھل فروٹ کے پکنے میں سورج کی روشنی کا کتنا تعلق ہے، چاند کو دیکھو، سورج ستاروں کو دیکھو ان کی خوبصورتی اور روشنی کو دیکھو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بنایا ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک کے دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:۔ پ ۱۴۔ رکوع ۱۵

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً۔ ”اور بیشک تمہارے لیئے مویشیوں میں ایک عبرت ہے“

نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ۔ دیکھو ہم تمہیں پلاتے ہیں جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کیلئے“

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ۔ ”کہ ان مویشیوں میں تمہارے لیئے بڑے منافع ہیں“

یعنی بعض جانوروں کا دودھ تم پیتے ہو جیسے بھینس، گائے، اونٹنی بکری وغیرہ پھر ان کو ذبح کر کے ان کے گوشت سے تم طاقت اور قوت حاصل کرتے ہو اور ان کے چمڑے سے تم کتنے فائدے حاصل کرتے ہو، قسم قسم کی چیزیں بناتے ہو۔ پھر جانوروں کی اون سے تم طرح طرح کے گرم کپڑے بناتے ہو۔ سویٹر، جرسیاں، دستانے، چادریں وغیرہ، ان کو پہن کر تم سردی سے بچتے ہو اور زینت بھی حاصل کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان جانوروں میں تمہارے لئے بڑے فوائد بھی ہیں اور خدا تک پہنچنے کی عبرت بھی ہے۔ جیسے ان جانوروں کی خوراک دیکھو کہ یہ کھاتے ہیں گھاس جو زمین سے پیدا ہوتا ہے اور ان کے پیٹ سے نکلتا ہے دودھ۔ اللہ اکبر! میرے دوستو یہ دودھ کہاں سے نکلتا ہے۔ تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے جانوروں، مویشیوں کے پیٹ میں ایک قسم کی فیکٹری لگائی ہوئی ہے کہ جب یہ گھاس کھاتے ہیں تو اس گھاس سے گوبر اور خون پیدا ہوتا ہے

اور پھر اس خون اور گوبر کے درمیان سے اللہ تعالیٰ ہمارے لیئے صاف شفاف پینے کیلئے دودھ نکالتا ہے۔ آپ دنیا کے بڑے سے بڑے ڈاکٹر کو دو کلو گوبر اور آدھا کلو خون دیدیں اور اس کو کہیں کہ اس سے دودھ نکال کر دو، تو یاد رکھو وہ ڈاکٹر ساری عمر بھی لگا رہے ہزار ٹکریں مارے لیکن وہ خون اور گوبر سے ایک بوند دودھ نہیں نکال سکتا۔ لیکن یہ اللہ جل شانہ، کی قدرت ہے کہ وہ ہمارے لیئے ہر روز دو وقت خون اور گوبر سے دودھ نکالتا ہے جو صاف و شفاف ہوتا ہے۔ اس میں نہ خون کی بُو ہے نہ گوبر کا کوئی جُزء ہوتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یہ ہماری معرفت کی نشانیاں ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقانِ حمید کے پارہ ۲۹ رکوع ۱۹ سورۃ دھر آیت ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ "ہم نے انسان کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا"

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (پ ۱۴ سورہ نحل آیت ع ۱۷) "اور بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل تاکہ تم (ان بے شمار نعمتوں پر) شکر ادا کرو۔"

حضرات محترم! غور فرمائیں! اللہ پاک نے ان دونوں آیتوں میں ان نعمتوں کو گنا اور بیان فرمایا ہے جو اس نے ہمیں اپنے کرم سے عطا فرمائیں ہیں یعنی کان آنکھیں دل وغیرہ، اسی طرح اپنے جسم کو ہم دیکھیں کہ اللہ پاک نے ہمیں بولنے کیلئے زبان چلنے کے لیئے پیر، پکڑنے کے لئے ہاتھ۔ زندہ رہنے کے لئے جسم میں جان ڈالی پھر جسم میں سانس ڈالی، پھر حسن دیا، صحت عطا فرمائی۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمتیں ہیں اگر ہم ساری عمر بھی ان کا شکر ادا کرتے رہیے تو ہرگز ادا نہیں کر سکتے۔ یہ جو ہم سانس لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم زندہ ہیں، یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

خدا نہ کرے ایک سانس ہم لیں اور دوسرا سانس نہ آئے تو بولو پھر ہم زندہ رہ سکیں گے نہیں خدا کی قسم اگر ہم اس سانس کا بھی شکر ادا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے کیونکہ ہر انسان دن میں چوبیس (۲۴) ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔ (کلیات امدائیہ)

تو اگر ہم ہر سانس کا شکر ادا کرنا چاہیں تو کیسے ادا کریں گے۔ اسی طرح یہ کان دیکھیں یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہیں، جس کے کانوں کی سماعت کمزور ہوتی ہے یا بالکل سماعت ختم ہو جاتی ہے، وہ ہی جانتا ہے کہ کان کتنی بڑی نعمت ہے اسی طرح یہ آنکھیں کتنی بڑی نعمت ہیں۔ میاں آنکھوں کی قدر پوچھنا چاہتے ہو تو ان سے پوچھو جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ صرف اسی آنکھ کا حساب مانگے گا کہ بتاؤ میں نے تمہیں دیکھنے کے لئے یہ دو آنکھیں دی تھیں تم نے اس کا شکر یہ ادا کیا تو بتاؤ ہم وہاں کیا جواب دیں گے۔ اگر ہم میں سے کسی نے یہ کہہ دیا کہ یا اللہ پاک ہم نے ساری عمر عبادت کی اور تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کر دیا۔ تو اللہ پاک نے اگر عدل کے ترازو کے ایک پلڑے میں اپنی نعمتیں رکھ دیں اور دوسرے پلڑے میں ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادت تو بتاؤ نتیجہ ظاہر ہے کہ وہاں ہماری ناقص عبادت کی کیا حیثیت ہو گی۔؟

ایک آنکھ اور چار سو (۴۰۰) سالہ عبادت

حضرت علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "الیواقیت والجواھر" اور کشف الغمہ فی الامہ،، میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ یہ حضرت شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں جن کو جاگتے ہوئے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ یہی وہ علامہ شعرانی اپنی مذکورہ کتابوں میں یہ حدیث شریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم آج میں ایک ایسے جزیرے کے پاس سے گزر کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا ہوں جہاں ایک اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ رہتا تھا۔ جس نے چار سو برس تک اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی ہے کہ اس نے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا خیال تک بھی اس کے دل میں نہیں آیا۔

جب چار سو سال تک اس نے عبادت کی تو اس کی موت کا وقت آگیا۔ تو اس اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے نے ربّ کائنات کے دربار میں عرض کی کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ میری روح سجدے کی حالت میں نکلے۔ میرا سر تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہو۔ اور آپ میری روح کو قبض فرمالیں۔ اس نے یہ دعا کیوں مانگی؟ اسلئے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ :-

كُلُّ عَبْدٍ يُبْعَثُ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ (بخاری شریف)

"ہر آدمی جس حالت میں فوت ہوگا اسی عالم میں قیامت کے روز اٹھایا جائیگا"

تو اس نے کہا کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ سجدے کی حالت میں میں فوت ہوں، میری روح نکلے تاکہ تیری بارگاہ میں قیامت کے دن میں سجدے کی حالت میں اٹھوں۔

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے اس مقبول بندے کی دعا کو مقبول فرمایا اور اس نے سر سجدے میں رکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ عزرائیل! — عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی جی ربّ جلیل! فرمایا جا اس ہمارے بندے کی روح کو سجدے کی حالت میں قبض کر لو تاکہ اس کی آخری خواہش بھی پوری ہو جائے — عزرائیل علیہ السلام نے اس بندے کی روح کو سجدے کی حالت میں قبض کر لیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی بندہ جب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے جنتی فرشتوں کو حکم دے گا کہ اے میرے فرشتو! اس

میرے بندے کو میری رحمت کے زور پر جنّت میں لے جاؤ ـــــ وہ بندہ کہے گا یا اللہ میں تیری رحمت کے زور پر جنّت میں جانا نہیں چاہتا ـــ بلکہ میں تو اپنے نیک اعمال کے بدلے اپنی عبادات، اپنے روزے نماز کے زور پر جنّت میں جانا چاہتا ہوں ـــــ تو اللہ تعالیٰ اپنے اس مقبول بندے کو فرمائے گا کہ اچھا تمہیں اپنی عبادت پر ناز ہے کہ تو میری رحمت کے سہارے جنت میں نہیں جانا چاہتا بلکہ اپنی عبادت کے سہارے جنت میں جانا چاہتا ہے ـــــ تو اے میرے فرشتے اسے جنت میں لے جانے کی بجائے عدل کے ترازو پر لے جاؤ ـــ ایک پلڑے میں اس کی چار سو سالہ عبادت رکھ دو۔ دوسرے پلڑے میں ہماری نعمتوں میں سے ایک نعمت یعنی اس کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ رکھ دو اور پھر وزن کرو کہ پلڑا کون سا بھاری ہے ـــــ

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے آقا اس عابد کی چار سو سالہ عبادت کو عدل کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آنکھوں میں سے ایک آنکھ رکھ دی جائے گی، جب دونوں کا وزن کیا جائے گا۔ تو آنکھ والی نعمت کا پلڑا بھاری ہو جائے گا ـــ تو اللہ تعالیٰ دوزخ کے فرشتوں سے فرمائے گا کہ اے جہنم کے فرشتوں میرے اس بندے کو جہنم میں لے جاؤ! ـ اللہ اللہ

تو وہ بندہ کہے گا کہ اے خالق کائنات میں بھول گیا تھا ـــ اے ربّ لم یزل میں اپنی عبادت کے زور پر جنّت میں نہیں جانا چاہتا بلکہ مولا میں تو تیری رحمت کے زور پر جنّت میں جانا چاہتا ہوں ـــــ رب العالمین کی رحمت جوش میں آجائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ فرشتوں اسے جنت میں لے جاؤ ـ (تنبیہ الغافلین صـ ۶۸ اور درۃ الناصحین صـ ۲۳۶-۲۳۸ جلد اول۔ مشکوٰۃ شریف)

ایک سائل کا سوال اور ایک بزرگ کا جواب

ایک بزرگ ایک گاؤں میں رہتے تھے ان کے پاس ایک سائل یعنی بھکاری آیا اور سوال کرتے ہوئے کہنے لگا۔

بابا جی! میں بڑا غریب آدمی ہوں اور انتہائی فقیر نادار، بڑا مفلس ہوں۔ مجھ پہ رحم کیجئے! اور مجھے کچھ دے دیجئے ـــ اس بزرگ نے اُس سائل سے فرمایا کہ واقعی تم نادار ہو ـــ؟ وہ سائل بولا ہاں صاحب بالکل نادار ہوں، غریب ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ اے میاں بھکاری تم خداوند تعالیٰ کی ناشکری کر رہے ہو اور غلط کہتے ہو کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے ـــ سائل بولا کہ بزرگو! میں اللہ کی ناشکری نہیں کر رہا اور نہ ہی غلط کہہ رہا ہوں بلکہ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں! اس بزرگ نے فرمایا اچھا یہ لو مجھ سے پانچ ہزار روپے نقد اور اپنا ایک ہاتھ کاٹ کر میرے حوالے کر دو ـــ سائل نے کہا کہ ناں بابا جی ناں۔ میں یہ سودا کبھی کسی حالت میں کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ آپ کو پانچ ہزار روپے کے بدلے اپنا ایک ہاتھ کاٹ کر دیدوں۔ روپے تو چند دنوں میں ختم ہو جائیں گے مگر میں عمر بھر کے لیئے بیکار ہو جاؤں گا ـــ اس بزرگ نے فرمایا اچھا یہ لو پچاس ہزار مجھے اپنی ایک ٹانگ ہی کاٹ کر دے دو ـــ سائل بولا جناب آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں آپ سے پچاس ہزار لے لوں اور اپنی ایک ٹانگ کاٹ کر دے دوں اور میں ہمیشہ کے لیئے لنگڑا ہو جاؤں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مہربانی فرمایئے اور ایسی گفتگو نہ کیجئے۔ اس بزرگ نے فرمایا اچھا ایک لاکھ روپے نقد لے لو مجھے اپنی ایک آنکھ ہی نکال کر دے دو۔ سائل کہنے لگا میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ کچھ دینا نہیں چاہتے اسی لیئے آپ مجھ سے ایسی باتیں کر رہے ہیں کون پاگل ہوگا جو آپ کو ایک لاکھ کے بدلے، ایک لاکھ روپے کے لالچ میں اپنی ایک آنکھ نکال کر آپ کو دے دے ـــ بزرگو! آپ اگر کچھ دینا چاہتے ہیں تو دیں ورنہ صاف

جواب دیں ۔۔۔ اس بزرگ نے فرمایا میاں بھکاری میں نے یہ تمام باتیں اسلئے کہیں کہ تمہیں سمجھانا مقصود تھا کہ آئندہ یہ کبھی نہ کہنا کہ میں غریب ہوں ۔ میں مفلس ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ۔ بے وقوف دو لاکھ کا بھی تمہارے پاس مال ہے جو تم کسی قیمت پر نہیں بھی دینا چاہتے اگر اسی طرح باقی دوسری اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے تو کروڑوں روپے سے بھی زیادہ قیمت بنے گی ۔ پھر اس قدر نعمتیں اللہ پاک سے پاکر بھی کہتے ہو میرے پاس کچھ نہیں ۔۔۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری نہیں ۔۔۔ ؟ نادان سوالی اگر سوال کرنا ہے تو کرو مگر یہ کہنا کہ میرے پاس کچھ نہیں ۔

اس اللہ کے مقبول بندے کی یہ باتیں سن کر سوال کرنے والا بھکاری بڑا شرمندہ ہوا حضرات محترم ! آپ غور فرمائیں کہ اللہ پاک کے اس بندے نے کتنی اچھی باتیں نصیحت فرمائیں اور گویا قوم کو یہ سبق دے دیا کہ اے اللہ کے بندو کسی حالت میں بھی اللہ پاک کی ناشکری نہیں کرنا چاہیئے ۔ اللہ پاک بندے کو جس حال میں رکھے ۔ یاد رکھو جو اللہ پاک کی تھوڑی بہتی بھی معرفت رکھتے ہیں اور جن کو اللہ پاک سے واقعی پیار ہوتا ہے وہ کسی حالت میں بھی اللہ پاک کی ناشکری نہیں کرتے ، چاہے وہ جس حال میں بھی ہوں ۔ اس مقام پر علامہ صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑا پیارا ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے ۔۔۔

ایک معذور بزرگ !

حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب نزہۃ المجالس جلد ۱ صفحہ ۱۴۴ میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام ایک مرتبہ ایک راستے سے گذر رہے تھے کہ آپ نے ایک معذور شخص کو دیکھا جو آنکھوں سے نابینا تھا ۔ پاؤں سے معذور تھا ۔ مگر وہ نابینا اور معذور زبان سے اللہ پاک کا شکر ادا کر رہا تھا ۔ اور کہہ رہا تھا :۔۔۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ ۔ شکر ہے اس ربِّ کائنات کا جس نے مجھے

مِمَّا ابْتَلٰی بِہٖ کَثِیْرًا مِّنْ خَلْقِہٖ ۔ اس آزمائش سے عافیت عطا فرمائی جس میں اُس نے اپنی بہت سی مخلوق کو مُبتلاء کر رکھا ہے ۔"

جناب مسیح علیہ السّلام نے جب اس معذور بزرگ کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے دیکھا ـــــ تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ کے شُکر گزار بندے نہ تیری ٹانگیں ہیں نہ تیری آنکھیں ہیں پھر شکر کس بات کا ادا کر رہا ہے۔ اس بزرگ نے کہا کہ اللہ پاک کے پیارے نبی علیہ السّلام میں شکر اس بات پر کر رہا ہوں کہ اللہ پاک نے مجھے ہر گناہ سے بچایا ہوا ہے۔ اے روح اللہ علیہ السّلام اگر میری آنکھیں ہوتیں تو میں کسی بُری چیز کو حرام تسے کو دیکھ بیٹھتا۔ ٹانگیں ہوتی تو ہو سکتا تھا کہ برائی کی طرف چل کر جاتا لیکن شکر ہے اس ذات کبریا کا کہ اس نے مجھے ہر گناہ سے بچایا ہوا ہے۔ میں ان گناہوں سے معصوم ہوں، بچا ہُوا ہوں ـــــ حضرت عیسٰے علیہ السّلام نے فرمایا، اچھا یہ تو بتاؤ، وہ کونسی آزمائش ہے جس سے اللہ پاک نے تمہیں بچایا ہُوا ہے ـــــ وہ معذور بزرگ بولا کہ اے اللہ تعالیٰ کے لاڈلے نبی علیہ السّلام میں ان لوگوں سے بہت ہی اچھا ہوں جن کے دل میں معرفتِ ربّانی نہیں وہ اس سے خالی ہیں جبکہ میں اس نعمت (یعنی معرفت ربّانی سے) مالامال ہُوں۔ پیارے میں اس پر جس قدر شکر کروں وہ کم ہے ؟ ـــــ

قربان جائیے اس بزرگ کی اس نورانی کلام پر کہ آنکھیں ٹانگیں نہ ہونے کے باوجود بھی شکر کرنے کا ڈھنگ سکھا دیا اور بتا دیا کہ انسان کو ہر حال میں اس نیلی چھت والے مالک و خالق کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ہی ادا کرنا چاہیئے۔ میاں کریں بھی کیوں نہ خالق و مالک جو ہوا بے پرواہ جو ہُوا ـــــ

شیخ سعدی کا جوتا

حضرت سیدنا شیخ شرف الدّین المعروف شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ اللہ پاک کا شکر گزار بندہ بن کر رہا، کبھی بھی میری زبان پر حرفِ شکایت نہ آیا چاہیئے

مصیبت ہو یا تکلیف — لیکن ایک مرتبہ ایسا ہُوا کہ میرے دل کی یہ کیفیت بدل گئی اور میری زبان سے ناشکری کا لفظ نکل گیا۔ لیکن پھر میں سنبھل گیا اور فوراً اللہ پاک کا شکریہ ادا کیا — وہ کیسے فرماتے کہ ایک مرتبہ میں کوفے کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے گیا۔ جب نماز سے فارغ ہُوا تو میرے جوتے کسی نے چُرا لیئے اور نئے جوتے خریدنے کے لئے میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ گرمی بڑی شدید تھی، ننگے پیر جب چلا تو شدت گرمی سے میرے پیر جلنے لگے۔ میرا دل بڑا مغموم ہُوا (اور گویا کہا ہوگا مولا کریم ابھی تیری نماز پڑھی کہ تیرے بندوں نے میرے جوتے بھی چرا لئے ہیں) میں ننگے پاؤں آگے چلا تو میں نے کیا دیکھا کہ ایک بزرگ زمین پر پڑا ہے اور اس کے جسم کے ساتھ پاؤں بھی نہیں ہیں۔ میں نے جب یہ منظر دیکھا تو فوراً ہی سجدے میں پڑ گیا کہ اے مولا کریم تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جوتے ہی گئے ہیں پیر تو سلامت ہیں لیکن اس بچارے کے تو پیر بھی نہیں ہیں۔ (حکایت سعدی صفحہ ۱۰۶)

میرے بھائیو! معلوم ہُوا کہ اللہ پاک کا ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیئے لیکن افسوس کہ انسان اکثر اللہ پاک کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اِلاَّ مَاشَاءَ اللہ۔ ہزاروں میں سے دس انسان ہوں گے جو اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہوں گے۔ میرے دوستو! یاد رکھو جب بھی اللہ پاک کی کوئی نعمت کھاؤ یا پیو تو لازماً اللہ پاک کا شکر ادا کرو۔ شکر کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ اللہ پاک خوش ہوگا اور وہ زیادہ نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ :—

وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ — "میری نعمتوں پر شکر ادا کیا کرو اور کفر یعنی ناشکری نہ کرو۔"

(پ ۲ رکوع ۲)

ایک اور جگہ فرماتا ہے :—

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ — "اگر تم میری نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو میں اور زیادہ نعمات تمہیں عطا فرماؤں گا۔"

(پ ۱۳ سورۃ ابراہیم)

لہٰذا ہر مومن مسلمان اور غلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیئے کہ جب پانی پیئے تو پانی پی کر اپنے ہاتھ بارگاہِ خداوندی میں اٹھا کر کہے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریفیں اس خالق و مالک کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے ۔۔۔۔۔ اسی طرح اگر اللہ پاک دودھ پینا نصیب فرمائے تو یوں دعا کرے :۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ وَزِدْ عَلَیْنَا فِیْہِ ۔ اے اللہ پاک ہمیں برکت عطا فرما اور مزید زیادہ ہمیں اپنی بارگاہ سے عطا فرما۔ اسی طرح جب کھانا کھا کر فارغ ہوں تو شکریئے کے طور پر اپنے رب العالمین کی بارگاہِ عالیہ میں ہاتھ بلند کر کے یہ دعا کرے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ "اللہ پاک کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور بنایا ، ہمیں مسلمانوں میں سے"

اسی طرح اللہ پاک ہر نعمت کھلانے اور پانے کے بعد کوئی نہ کوئی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی جو کہ کتابوں میں موجود ہیں، ان کو یاد کر کے ہر نعمت کھانے کے بعد پڑھنی چاہیئے ۔۔۔۔ تو خیر بات دور چلی گئی میں کیا عرض کر رہا تھا ؟ ۔

بہت بڑا احسان

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ رب کائنات نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں ۔ ایسی ایسی نعمتیں کہ جن کی قیمت بھی دنیا میں کوئی نہ ہو ۔۔۔۔ لیکن میرے دوستو ! آپ پورا قرآن مجید پڑھ کے دیکھ لیں کہ اللہ پاک نے ہمیں اتنی نعمتیں دیں ، اتنے انعام و اکرام عطا فرمائے لیکن کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اے انسان میں نے تم کو فلاں نعمت دے کر احسان کیا ۔ مثلاً ، اللہ پاک نے ہمیں دو آنکھیں عطا فرمائیں ، احسان نہیں جتلایا ۔ کھانے اور کام کرنے کیلئے دو ہاتھ دیئے لیکن ،

احسان نہیں جتلایا، زبان عطا فرمائی، احسان نہیں جتلایا۔ دو پاؤں عطا فرمائے احسان نہیں جتلایا۔ کھانے کے لئے رزق عطا فرمایا، احسان نہیں جتلایا۔ قرآن عطا فرمایا احسان نہیں جتلایا۔ طرح طرح کے پھل عطا فرمائے احسان نہیں جتلایا۔ رہنے کے لیئے زمین مکان عطا فرمائی احسان نہیں جتلایا۔ قرآن عطا فرمایا احسان نہیں جتلایا۔ ایمان عطا فرمایا احسان نہیں جتلایا۔ تو بتانا یہ مقصود ہے کہ اتنی نعمتیں دیں، بے شمار رحمتیں فرمائیں احسان نہیں جتلایا تو وہ کون سی نعمت ہے جس کو دیکر مولا کریم نے احسان جتلایا۔ تو سنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ـــــ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ـــ کب، جب آنکھیں دیں، کان دیئے، ہاتھ دیئے، پیر دیئے کھانے پینے کے لئے چیزیں دیں ـــ نہیں ـــ بلکہ اللہ پاک فرماتا ہے۔

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ـــــ جبکہ اس نے مومنوں میں رسول پاک صاحب لولاک امام الانبیاء حبیب کبریا رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بھیجا ـــ اللہ اکبر اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اختر حامدی صاحب نے اس مقام پہ کتنے اچھے سلام کے اشعار فرمائے ہیں:۔

بے قراروں کی راحت پہ اعلیٰ درود
غم زدوں کی مسرت پہ اعلیٰ درود
لِی مَعَ اللّٰهِ شباہت پہ اعلیٰ درود
ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
رہبر دین و دنیا پہ بے حد درود
شافعِ روزِ عقبیٰ پہ بے حد درود

ہم ضعیفوں کے ملجاء پہ بے حد درُود

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درُود

ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

نافع نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرات محترم! یہاں پر ایک بات عرض کر دوں عشق والے ذرا توجہ فرمائیں۔ دیکھو اللہ پاک ہمیں اپنا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دیکر احسان جتلا رہا ہے۔ اور یاد رکھو احسان اسی چیز پر کیا جاتا ہے جو اگلے کو نفع بھی دے۔ اگر دینے والا ایسی چیز کسی کو دے جس سے اگلے کو نفع نہ ہو، کام نہ آئے تو دینے والا احسان جتلانے لگے تو اُس کا احسان جتلانا بیکار ہوگا۔

مثال کے طور پر ایک غریب مفلس نادار آدمی کسی رئیس کسی مالدار کے دروازے پر جائے اور اس مالدار آدمی سے کہے کہ صاحب میں غریب آدمی ہوں مفلس ہوں ننگا ہوں بھوکا ہوں لہذا میری کچھ مدد فرمائیے! ۔ وہ رئیس مالدار اس غریب پر ترس کھا کر اُسے ایک ہزار روپے کا نوٹ نکال کر دے اور یوں کہے لو میاں بھکاری میں تجھ پر احسان کرتے ہوئے ایک ہزار نوٹ دیتا ہوں۔ ان پیسوں سے اپنا لباس بھی بنوالو۔ جوتیاں بھی لے لو اور کھانا بھی کھالو۔ جو پیسے بچیں ان کو اپنی دیگر ضروریات میں استعمال کر لو۔

چنانچہ وہ سائل ان روپوں کو لے کر ہنسی خوشی بازار جائے اس نوٹ سے کپڑے بھی بنوالے کھانا بھی کھالے باقی پیسے اپنے پاس رکھ لے تاکہ دوسری ضروریات میں صرف کرے تو بولو واقعی اس مالدار آدمی کا اس بھکاری پر احسانِ عظیم ہوگا کہ نہیں؟ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ کیونکہ اس مالدار نے اس بھکاری کو ایک عظیم عطیہ دیا جس سے اس کی تمام مشکلات دور ہوگئیں۔ اگر وہ رئیس اس بھکاری کو ایک ہزار کے اصلی نوٹ کی بجائے ایک جعلی ہزار کا نوٹ دیتا اور کہتا کہ جاؤ میاں بھکاری اس ہزار سے اپنی ضروریات کو پورا کر لو۔ تو وہ بھکاری جعلی نوٹ لے کر جائے اور بازار سے اپنے مطلب کی اشیاء خریدنے لگے تو بولو وہ جب

اس نوٹ کو کسی دکاندار کو دیگا ــــ تو اس بھکاری کا کیا حشر ہوگا ؟ ۔ کیا وہ نوٹ اس کو کوئی نفع دے گا یا اُلٹا دکاندار اس کو پکڑ لے گا اور کہے گا میاں تم مجھے دھوکا دیتے ہو، مال اصلی لیتے ہو لیکن دام نقل دیتے ہو ۔ بچہ مَیں تو تمہیں چھوڑوں گا نہیں بلکہ تمہیں تو تھانے میں لے جاؤں گا ــــ تو بتائیے اس رئیس زادے نے اس سائل پر کیا احسان کیا بلکہ اس کو تو اس نے مصیبت میں ڈال دیا اور جعلی نوٹ دے کر اس پر ظلم کیا ۔ کیا ایسی صورت میں وہ رئیس اس بھکاری کو یہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے تمہیں یہ نقلی نوٹ دے کر احسان کیا ہے ؟ اگر وہ رئیس یوں کہے گا تو بھکاری جواب دے گا کہ سیٹھ جی ! اچھا احسان کیا ہے آپ نے بجائے فائدے کے آپ کے نوٹ نے مجھے تھانے پہنچا دیا ہے ۔

میرے دوستو ! میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ احسان جتلانا اسی صورت میں سجتا ہے جب وہ عطیہ جو کسی کو دیا جا رہا ہے کار آمد ہو ۔ منافع بخش ہو ! اور اگر وہ عطیہ نہ کوئی فائدہ دے سکے ، نہ کسی کے کام آسکے تو وہ عطیہ ، عطیہ نہیں ، نہ وہ عطیہ احسان کہلانے کا حقدار ہے ۔ اب آپ غور فرمائیے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اپنا پیارا محبوب عطا فرماتا ہے اور اپنے اس عطیے کو اپنا بہت بڑا احسان بتاتا ہے ــــ

تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ پاک کا پیارا اور سوہنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کوئی فائدہ بھی دے سکتا ہے کہ نہیں ، کوئی نفع بھی دے سکتا ہے کہ نہیں ــــ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہمارے کسی کام آسکتا ہے اور نہ ہی کوئی نفع دے سکتا ہے تو پھر خدائے پاک کا احسان جتلانا بالکل غیر موزوں ہو کر رہ جائے گا ۔ پھر تو خدائے پاک گویا یوں فرما رہا ہے کہ مومنوں میں نے تم پر بڑا احسان کیا کہ نہیں ایک وجود عطا فرمایا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ــــ اور جو کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ــــ اور ایک ایسا رسول علیہ السلام عطا فرمایا ہے جو ایک ناچیز ذرہ عاجز و ناکارہ ہے (معاذ اللہ) جس طرح مولوی اسماعیل دہلوی وہابی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۲۵ اور ۹۳ پر لکھا ہے ۔

لو میرے دوستو بتاؤ ــــ کیا ایسی صورت میں خدائے پاک کا احسان جتلانا صحیح ہو گا؟ احسان جتلانا تو درکنار اس صورت میں اللہ پاک کا ہم مومنوں پر یہ احسان ثابت بھی نہیں ہو سکے گا؟ استغفر اللہ!

لیکن میرے بزرگو یاد رکھو حقیقت یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دنیا میں مبعوث فرمایا تو شفیع، نافع، رافع، دافع مختار کل، معلم کائنات اور اپنا نائب اعظم بنا کر بھیجا ــــ اللہ اللہ! ۔ اعلیحضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مقام پر بڑے خوبصورت اشعار فرمائے ہیں ــــ کہ

روتی آنکھ ہنساتے یہ ہیں
ڈوبی ناؤ ترائے یہ ہیں
رافع نافع دافع شافع
کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں
انا عطینک الکوثر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

سامعین کرام! یہی عبارت جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے اگر کسی غیر مسلم کے سامنے پیش کریں تو بتاؤ وہ غیر مسلم ہمارے اسلام اور بانیٔ اسلام کا مذاق نہیں اڑائے گا۔ ضرور اُڑائے گا۔

جلسۂ عام

مثال کے طور پر ایک وسیع پنڈال میں یا کھلے میدان میں ایک کھلا جلسۂ عام ہو۔ اُس جلسے میں ہر مذہب کا ہر فرقے کا ہر گروہ کا ہر طریقے کا انسان موجود ہو یعنی اُس جلسے میں ہندو بھی ہوں، عیسائی بھی ہوں، یہودی بھی ہوں، مسلمان بھی ہوں اور ہر مذہب ہر گروہ کے لوگوں سے یہ کہا جائے، میاں ہر مذہب کا عالم

اپنے اپنے مقام پر باری باری کھڑا ہو کر اور اپنے اپنے قائد، اپنے اپنے رہبر اپنے اپنے ہادی، اپنے اپنے پیشوا، اپنے اپنے نبی کا کمال، عظمت، طاقت معجزہ بیان کرے تاکہ عام لوگوں کو یہ پتہ چل سکے کہ کس کا پیشوا، کس کا ہادی، کس کا نبی کمال والا ہے عظمت والا ہے، شانان والا ہے، مرتبے والا ہے، عزت و جلال والا ہے تو سب سے پہلے ہندوؤں کا عالم اپنی جگہ سے کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہو کر یوں کہے کہ۔

اے لوگو! ہمارے رہبر رام چندر نے سیتا سے شادی کرنے کے لئے ایک بہت بڑی اور بھاری کمان کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔ لہٰذا ہمارا رہبر قوتوں والا تھا۔ اس کے بعد عیسائی عالم اپنی جگہ سے اُٹھ کر یوں کہے کہ لوگوں میرے نبی حضرت سیدنا عیسےٰ علیہ السلام بڑے کمال والے تھے، بڑی شان والے تھے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ میرے نبی سیدنا عیسےٰ علیہ السلام مُردوں کو اپنے ہاتھ سے دوبارہ زندہ کر دیتے تھے، لہٰذا ہمارا نبی بڑی شان والا تھا۔ اس کے بعد یہودی عالم اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور یوں کہے کہ لوگو! ہمارا نبی حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بڑی شان والے تھے جن کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ اپنا ڈنڈا، عصاء پتھر پر مارتے تھے تو چشمے جاری ہو جاتے تھے لہٰذا شان ہمارے نبی کی زیادہ ہے۔ اب مسلمانوں کا کوئی عالم کھڑا ہو جائے اور یوں کہنے لگے جیسے مولوی اسمٰعیل دہلوی قتیل نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی تو بندۂ مجبور تھے، ان کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں تھی، وہ تو ذرۂ ناچیز سے بھی کم تھے، یا یوں کہے جیسے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد نے براہین قاطعہ ص۵۱ پر یوں لکھا ہے کہ ہمارے نبی کا علم تو شیطان لعین اور ملک الموت سے بھی کم ہے تو بولو اگر ایسی باتیں لوگوں کے سامنے کہی جائیں گی تو اسلام کی تعظیم ہو گی یا توہین؟ ۔ لوگ کملی والی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑائیں گے۔ لوگ ضرور اسلام سے متنفر ہوں گے؟ ضرور اسلام کی توہین ہو گی۔ اور لوگ کہیں گے مسلمانو! ہمیں تمہارے نبی کی کوئی ضرورت

نہیں، تمہارے اسلام کو دُور سے سلام ہے۔ ارے جن لوگوں کا نبی اتنا بے بس ہو۔ نعوذ باللہ، جن کے نبی کا علم شیطان سے بھی کم ہو، معاذ اللہ! ایسے نبی کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے اسلام کو قبول کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟ جو نبی اتنا مجبور ہو وہ ہماری مجبُوریاں کیسے دور کرے گا؟

لیکن میرے دوستو! اگر اس مقام پر مجھ جیسا فقیر حقیر کملی والے کے در کا گدا ہو تو تڑپ جائے گا اور کہے گا کہ اے ہندوؤں کے پنڈت! میری طرف دیکھ میاں اگر تیرا رہبر رام چندر اتنی طاقت والا تھا کہ اس نے ایک بھاری اور بہت وزنی کمان کے دو ٹکڑے کر دیئے، تو ذرا آئیں تجھے اپنے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال بتاؤں۔ ارے میرے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال دیکھ کر میرے نبیٔ پاک مکہ شریف کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر صرف اپنی انگلی شریف کے اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا! اے پنڈت صاحب بتاؤ کمان کے دو ٹکڑے کرنا کمال ہے یا چاند کے ٹکڑے کرنا کمال؟ اور اے مسیحیوں کے پادری صاحب ــــ یہ ٹھیک ہے کہ تیرے نبیٔ پاک نے بے جان مُردوں میں اپنے دستِ مُبارک سے جان ڈال دی لیکن میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد طاقت کا بھی نظارا کر میرے کملی والے آقا نے اپنی خداداد طاقت اور قوت سے بے جان پتھروں، درختوں، کنکریوں اور سوکھی لکڑیوں سے بھی اپنا کلمہ پڑھوایا اور دنیائے انسانیت کو بتا دیا کہ میرے بھائی عیسٰے علیہ السلام کی بڑی شان تھی۔ لیکن لوگو دیکھو تاجدارِ مدینہ کی بھی کیا شان ہے اسکی عظمت کو بھی ملاحظہ کرو ـــــ

او عیسائیو! بولو بے جان مُردوں میں جان ڈالنا زیادہ کمال ہے یا بے جان پتھروں درختوں اور کنکریوں سے کلمہ پڑھوانا زیادہ کمال ہے۔ اور اے یہودیوں کے عالم ــــ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت سیدنا موسٰی علیہ السلام پتھروں سے عصا یعنی ڈنڈا مار کر پانی کے چشمے جاری کر دیتے تھے لیکن ہمارے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال دیکھو کہ میرا آقا اپنی پیاری

پیاری انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر کے اپنے غلام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ اللہ اللہ! بتاؤں یہود یو! پتھروں سے پانی نکالنا کمال ہے یا اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے پانی نکالنا ہے۔ میاں پتھروں سے تو پانی نکلا ہی کرتا ہے کمال تو یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں سے پانی نکال کر پندرہ صد (۱۵۰۰) صحابیوں کو سیراب کر دیا جائے۔

(مسلم شریف)

اعلیحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر!
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
چشمے پھوٹے انگلیوں سے سیر لشکر ہو گیا
مصطفےٰ کا پنجۂ پُر نور دریا ہو گیا۔

میرے بزرگو! یاد رکھو اسلام کی شوکت اور اسلام کی عظمت دکھانے کیلئے بانی اسلام سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دکھانا بہت ضروری ہے لیکن افسوس کا بعض نام نہاد مسلمان دن رات اسی کوشش میں مصروف ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی آیات ملیں یا احادیث ملیں جس سے بظاہر حضور علیہ السلام کی شان میں کمی واقع ہوتی ہو تاکہ ہم بیان کر اور لوگوں کو بتائیں کہ دیکھو نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان نہیں جو سُنّی علماء بیان کرتے ہیں بلکہ کملی والے کا مقام اِس سے کہیں کم ہے۔ نعوذ باللہ!

حضرات محترم! آپ نے کہیں دیکھا ہوگا یا کہیں سُنا ہوگا کہ جب بریلویوں اور دیوبندیوں کے مابین مناظرہ ہوتا ہے تو عموماً بریلوی عالم نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کے لیے حوالے دیتا ہے کہ دیکھو قرآن اور حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ مدینے کے تاجدار، اللہ تعالےٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے نور ہیں، بے مثل بشر ہیں، مختار کُل ہیں، حاضر و ناظر ہیں، معلّم کائنات ہیں۔ شافع روزِ جزا ہیں وغیرہ، وغیرہ

اب دیوبندی عالم کیا کہتا ہے کہ نہیں نہیں، یہ دیکھو لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح کے انسان تھے، جیسے ہم کھاتے ہیں، پیتے ہیں، وہ بھی کھاتے پیتے تھے لہذا وہ ہماری طرح بشر تھے فرق یہ ہے وہ ہمارے بڑے بھائی تھے ہم چھوٹے ہیں۔ ان کے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ رکھتے تھے۔ ان کو تو خود بھی پتہ نہیں تھا کہ میں جنت میں جاؤں گا یا؟ نعوذ باللہ۔

اس طرح کی بحثیں آپ نے سُنی ہوں گی۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ ان دونوں میں سے مذہب، مسلک، طریقہ کس کا اچھا ہے۔ کملی والے کی شان بیان کرنے والوں کا یا حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بے ادبی کرنے والوں کا؟ یقیناً آپ کہیں گے کہ مسلک الحمدللہ اہل سُنّت وجماعت بریلوی ہی سچا ہے، کیونکہ یہ مسلک باادب مسلک ہے۔ لیکن میاں غلطی ان کی بھی نہیں۔ یہ نصیبوں کی بات ہوتی ہے۔ کوئی تو کملی والے در کا گدا بن کے ساری عمر حضور علیہ السلام کے گیت گاتا پھرتا ہے اور کوئی بدنصیب حضور علیہ السلام کے صدقے دنیا بھر کی نعمتیں کھانے کے باوجود بھی ساری عمر گستاخیاں کرتا ہی چلا جاتا ہے۔

مناظرہ: کسی علاقہ میں دو مولوی صاحبان میں مناظرہ ہوگیا۔ ایک کا تعلق تھا بریلوی علماء سے اور ایک کا تعلق تھا وہابی دیوبندی علماء سے، بریلوی مناظر کے ذمّے یہ موضوع تھا کہ اس نے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کے کمالات علم شفاعت اور حاضر وناظر کے دلائل دیکر یہ ثابت کرنا تھا کہ ہمارے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم، اللہ کے حکم سے حاضر وناظر بھی ہیں، شافع بھی ہیں، عالم ماکان ومایکون بھی ہیں اور باکمال محبوب بھی ہیں —— دیوبندی مناظر کا یہ موضوع تھا کہ اس نے یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور علیہ السلام حاضر وناظر نہیں، باکمال نہیں، انہیں کوئی علم نہیں، وہ کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے —— مناظرہ شروع ہوگیا۔ سات روز تک یہ مناظرہ ہوتا رہا لیکن فیصلہ

نہیں ہو رہا تھا۔ سات دن کے بعد جب بریلوی مناظر آیا تو اس اپنے سٹیج پر بیٹھ کر تقریر شروع کی۔ سامنے دیوبندی مناظر کا سٹیج لگا ہوا تھا۔ اس نے تقریر سننی شروع کر دی تاکہ اس کی تقریر کے بعد میں جواب دے اور دونوں اسٹیجوں کے سامنے بریلوی اور دیوبندی مسالک کے لوگوں کا جمِ غفیر موجود تھا، لوگ اس انتظار میں ہیں کہ دیکھو کون مناظر ہتھیار ڈالتا ہے، کون اپنی شکست قبول کرتا ہے۔ بریلوی مناظر نے سب سے پہلے ایمان، محبت اور ادب کے موضوع پر چند باتیں کی اور پھر عوام کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ دیکھو لوگو مناظرہ کا انجام جو ظاہر ہو گا وہ اپنی جگہ ہے لیکن اپنی اپنی قسمت تو دیکھو مجھے آج سات روز ہو گئے ہیں مجھے آرام نہیں سکون نہیں، سارا دن مناظرہ کرتا ہوں اور ساری رات کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں کہ کہیں مجھے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اختیار کی شفاعت کی کوئی بات ملے، کوئی اعجازی شان ملے تاکہ میں صبح اپنے مناظر کے سامنے اس کو پیش کر سکوں، لازمی بات ہے میرے مدمقابل مناظر کا بھی یہی حال ہو گا کہ وہ بھی رات بھر نہیں سوتا ہو گا اور وہ بھی ساری رات کتابوں کا مطالعہ کرتا ہو گا کہیں مجھے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی تنقیص والی بات مل جائے۔ کہیں کوئی بات مل جائے کہ حضور علیہ السلام کو فلاں بات کا علم نہیں تھا یہ کہ حضور علیہ السلام شفاعت نہیں کر سکیں گے وغیرہ وغیرہ کیونکہ اس مناظرے میں میرے سوالوں کا جواب دینا ہوتا ہے۔

مسلمان بھائیو! ذرا غور کرو قسمت کس کی اچھی ہے، جو حبیبِ خدا سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے کمال تلاش کرے یا اس کی جو رحمت عالم نور مجسم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عیب تلاش کرے۔ جب بریلوی مناظر نے اتنی بات کی تو دیوبندی مناظر کی قسمت جاگ اُٹھی اور اس نے اعلان کر دیا کہ لوگو سنو! واقعی بات یہی ہے کہ مجھے کھانا، پینا، سونا بھولا ہوا ہے میں حضور علیہ السلام کی ذات پاک کے لیے

عیب اور تنقیص کی باتیں ہی تلاش کرتا رہا، مجھ جیسا بد قسمت کون ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ میں جھوٹا، میرا عقیدہ جھوٹا اور آج سے میں اس جھوٹے مذہب سے توبہ کرتا ہوں۔ جب اس دیوبندی عالم نے یہ بات کہی تو جتنے بھی اس کے ماننے والے تھے سب نے سچی توبہ کی اور مسلمان ہو گئے۔ الحمد للہ۔

سامعین کرام! بات بڑی دور چلی گئی۔ آپ کو یاد ہے، میں کیا عرض کر رہا تھا؟ میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کائنات کی طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا کہیں احسان نہیں جتلایا، لیکن جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کائنات میں بھیجا تو فرمایا:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

"البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں کائنات کی طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا بلکہ ان مومنوں میں اپنا رسول بھیجا۔"

معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بے شمار نعمتیں دیں، احسان نہیں جتایا، لیکن اس نعمت کو اللہ دیکر احسان جتلا رہا ہے۔ کیوں۔ اسلئے۔ کہ نبی کریم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ باقی سب نعمتیں اگر ہمیں مل جاویں اور جو ملی ہیں سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے۔ اگر نبی کریم علیہ السلام نہ ہوتے تو کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا وجود نہ ہوتا، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اے ایمان والو! میرا احسان دیکھو کہ جس رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقے میں نے تمہیں سب نعمتیں عطا فرمائی ہیں، وہ رسول بھی تمہیں عطا کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس رسول کریم کو دے کر احسان بھی جتلا رہا ہے۔ حضرات آپ جانتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اپنا

محبوب نہیں دیا کرتا، محبوب کا صدقہ دے دیتا ہے۔ محبوب کی خیر خیرات دے دیتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ دنیا والو! میرا احسان تو دیکھو میں نے تمہیں اپنا محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی دے دیا ہے۔

سب سے بڑی نعمت

میرے بزرگو اور دوستو! یاد رکھو نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اللہ تعالےٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ یہاں ایک بات عرض کرتا چلا جاؤں۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ بعض لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت دین اور اسلام ہے۔ اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اسمیں کوئی بھی شک نہیں اور نہ ہی کوئی شبہ کہ قرآن پاک اللہ وجہہ الکریم کی سب سے بڑی نعمت ہے مگر میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ بتائیں کہ قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، یہ نعمت ہمیں ملی کہاں سے ہے۔ دین اسلام جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، یہ نعمت ہمیں کہاں سے ملی ہے؟ اسی طرح ایمان کی دولت جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ ہمیں ملی ہے تو کہاں سے ملی ہے؟

خدا کی قسم، یہ قرآن ہمیں ملا تو بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اسلام ہمیں ملا ہے تو بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ ایمان ہمیں ملا تو بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ——— نہیں ——— نہیں مجھے کہنے دو خود رب رحمٰن ہمیں ملا تو بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ——— آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک ہمیں براہ راست نہیں ملا، بلکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا، گویا قرآن ہمیں بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اسی طرح اسلام بھی آپ کی بارگاہ سے ملا۔ اسلام کس کو کہتے ہیں؟ اسلام ہے نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلّم کے اقوال اور افعال کا یعنی جو کچھ کملی والے نے فرمایا وہ بھی اسلام ہے اور جو کچھ اپنی اُمّت کو کر کے دکھایا وہ بھی اسلام ہے گویا اسلام نام ہے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار کا اور آپ کے کردار کا۔ حضور علیہ السلام کی اداؤں اور فرمودات کا نام ہے اسلام ظاہر ہے کہ ان کی باتیں بھی لُن سے ملیں اور ان کی ادائیں بھی ان سے ملیں۔ ایمان مِلا تو ان کی بارگاہ سے۔ ایمان کِس کو کہتے ہیں، ایمان نام ہے تصدیقِ قلبی کا اور اقرارِ لسانی کا۔ ایمان کی صفتوں میں آپ پڑھتے ہیں۔

اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ۔ "زبان سے اقرار ہے اور دل سے یقین ہے۔"

معلوم ہوا، ایمان نام ہے تصدّیق قلبی اور اقرار لسانی کا۔ اگر زبان سے اقرار ہو اور دل سے تصدّیق نہ ہو تو یہ ایمان نہیں بلکہ یہ منافقت ہے کیونکہ منافقوں کی زبان پر تو کلمے ہوتے تھے لیکن دِل میں ایمان نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا کہ وَمَاھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ کہ اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جو آپ کی بارگاہِ عالیہ میں کلمے پڑھنے آتے ہیں، یہ مومن نہیں ہیں کیونکہ لبوں پر ان کے کلمے ہیں لیکن دلوں میں تیرا بغض بھرا ہوا ہے۔

تو اصل میں ایمان نام ہے تصدّیق قلبی کا اور لسانی اقرار کا، جب آپ نے یہ سُن لیا ہے کہ ایمان نام ہے تصدیق قلبی کا تو میں آپ حضرات سے یہ پوچھتا ہوں کہ مجھے بتائیے کہ تصدّیق پہلے ہوتی ہے یا علم پہلے ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک علم نہیں ہوگا تصدّیق نہیں ہوگی ۔ مثلاً کوئی سائل کسی مفتی صاحب کے پاس جائے اور کہے کہ مفتی صاحب یہ تصدّیق کر دیجئے۔ تو مفتی صاحب لازمی طور پر پوچھیں گے کہ بھائی کِس بات کی تصدّیق؟ ۔ تو سائل آگے سے یوں کہے کہ جی بات وات تو کچھ نہیں بس آپ براہِ کرم تصدّیق کر دیجئے۔ تو بولو مفتی صاحب تصدّیق کریں گے؟

نہیں، بلکہ وہ کہیں گے کہ میاں پہلے وہ بات سامنے پیش کرو جس کی تصدیق کروانی ہے۔ اگر وہ تصدیق کے قابل ہُوئی تو میں تصدیق کر دوں گا۔ اسی طرح کوئی عدالت میں یا کورٹ میں چلا جائے، اور قاضی صاحب، جج صاحب یا مجسٹریٹ صاحب سے کہے کہ یہ جی ذرا تصدیق کر دیجئے تو قاضی یا جج پوچھے گا کہ کس بات کی تصدیق۔ تو وہ آدمی کہے کہ جی بات وات تو کچھ نہیں بس تصدیق کر دیجئے تو لو لو جج یا قاضی تصدیق کر دے گا نہیں! بلکہ جج یا قاضی کہے گا کہ میاں پہلے وہ بات سامنے لاؤ جس کی تصدیق کروانی ہے اگر وہ تصدیق کے لائق ہوگی تو تصدیق کر دوں گا۔!

معلوم ہُوا کہ تصدیق کے لئے علم کا پہلے ہونا ضروری ہے۔ بڑی موٹی سی بات ہے کہ انسان کو جس چیز کا علم نہیں وہ اس کی تصدیق کیسے کرے گا۔ تو تصدیق کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے اور ایمان نام ہے تصدیق قلبی کا۔ ہم اللہ پاک پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیا مطلب کہ دل سے تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ذات اپنی صفتوں اور اپنے ناموں کے ساتھ جیسی ہے برحق ہے اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ پاک کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آسکتا۔ نبوت ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ اسی طرح ہم پہلی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ قیامت جنت، دوزخ سب پر ایمان رکھتے ہیں یعنی سب کی تصدیق کرتے ہیں۔

تو مَیں آپ سے یہ سوال کرتا ہُوں کہ آپ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ دل سے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہیں، یہ باتیں آپ کے علم میں کیسے آئیں کہ اللہ پاک ہے آپ کو اللہ تعالیٰ کا علم کیسے ہُوا؟ آپ نے اللہ تعالیٰ کو کیسے جانا؟ اگر آپ کہیں کہ قرآن پاک سے، تو مَیں کہوں گا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہُوا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس قرآن کے قرآن ہونے کا علم آپ کو کس نے بتایا۔ تو میاں قرآن کا قرآن ہونے کا علم بھی تو

نبی کریم علیہ السلام کے ذریعہ سے ہُوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! یہ اللہ کا قرآن ہے تو ہم نے نبی کریم علیہ السلام سے سُن کر تصدیق کی۔ اور ہم مومن ہوئے۔ آپ کو اللہ پاک کا علم کیسے ہُوا کہ اللہ ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے تو اسباب کو سمجھنے سے پہلے یہ بات بھی یاد رکھیں، آپ کو جس چیز کا بھی علم ہوتا ہے چاہے وہ دین سے تعلق رکھتی ہو یا اس کا تعلق دُنیا سے ہو، کیسے ہوتا ہے؟ تو یاد رکھیئے کہ علم کے حصول کے اسباب اور ذریعے صرف تین ہیں۔ کوئی چوتھا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ محدثین فرماتے ہیں کہ :۔

اَسْبَابُ الْعِلْمِ لِلْمَخْلُوْقِ ثَلٰثَۃٌ۔ اَلْحَوَاسُ السَّلِیْمَۃُ وَالْعَقْلُ وَالْخَبْرُ الصَّادِقُ۔

"کہ مخلوق کے واسطے علم حاصل کرنے کے ذریعے اور اسباب تین ہیں۔" نمبر۱ حواس خمسہ بشرطیکہ وہ صحیح ہوں نمبر۲ عقل بشرطیکہ وہ بھی ٹھکانے پر ہو نمبر۳ کوئی صادق ہمیں خبر دے یعنی کوئی سچ بولنے والا جسکی سچائی پر ہمیں یقین ہو وہ ہمیں واقعہ کی خبر دے۔"

حواسِ خمسہ کی تعریف!

مثلاً رنگوں کی شکل وصورت کا علم ہمیں آنکھوں سے دیکھ کر ہوتا ہے کہ یہ رنگ ہرا ہے، پیلا ہے، سنہری ہے لال ہے آسمانی ہے، انگوری ہے، بادامی ہے یا فیروزی وغیرہ وغیرہ۔

مختلف آوازوں کا علم ہمیں کانوں سے ہوتا ہے کہ یہ انسان کی آواز ہے، یہ حیوان کی یہ پرندے، درندے وغیرہ کی ___ خوشبوؤں اور بدبوؤں کا علم ہمیں سونگھ کر ناک کے ذریعے سے ہوتا ہے کہ یہ چمبیلی کی خوشبو ہے، یہ گلاب کی یہ موتیئے کی، یہ صندل کی اسی طرح بدبوؤں کی مثال لے لیں۔ ذائقوں کا علم ہمیں حاصل ہوتا ہے چکھ کر زبان

کے ذریعے سے، یہ چیز میٹھی ہے یا کڑوی، گرم ہے یا ٹھنڈی، مزیدار ہے یا بدمزہ وغیرہ۔ سخت اور نرم چیز کا علم حاصل ہوتا ہے چھُونے سے اور اس کیلئے ہم ہاتھ استعمال کرتے ہیں کہ یہ چیز نرم ہے یا سخت، موم جیسی ہے یا پلاسٹک پتھّر ہے، لوہا وغیرہ۔ ان پانچ حواس کو حواسِ خمسہ کہتے ہیں۔ قوتِ باصرہ، دیکھنے کی قوت۔ قوتِ سامعہ، سُننے کی قوّت۔ قوت شامہ، سونگھنے کی قوّت۔ قوتِ ذائقہ، چکھنے کی قوّت۔ قوت لامسہ چھُونے کی قوّت۔

ان پانچ حواس سے اُن چیزوں کا علم حاصل ہوتا ہے جو محسوس ہوتی ہیں یا دیکھنے میں آتی ہوں یا سننے میں آتی ہوں یا چکھنے میں آتی ہوں یا سونگھنے میں آتی ہوں یا پھر چھونے میں آتی ہوں ــــ اب مجھے آپ یہ بتائیے کہ اللہ پاک دیکھنے میں آتا ہے؟ نہیں سُننے میں آتا ہے؟ نہیں۔ چھُونے میں آتا ہے؟ نہیں۔ چکھنے میں آتا ہے؟ نہیں۔ سونگھنے میں آتا ہے؟ نہیں۔

میرے دوستو! یاد رکھو ہمارے حواس خمسہ کی رسائی، اللہ تعالیٰ تک نہیں تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کو جاننے اور اللہ پاک تک پہنچنے کا ذریعہ بھی نہیں بن سکتے۔ حواس خمسہ کی رسائی محسوسات تک ہے اور اللہ تعالیٰ محسوسات سے بلند ہے، وراءُ الورا ہے۔ بڑی موٹی سی بات ہے اگر یہ حواس خمسہ اللہ پاک تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتے تو دنیا کا کوئی انسان بھی اللہ پاک کا منکر نہ ہوتا کیونکہ حواس خمسہ تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عطا فرمائے ہیں تو ہر انسان اپنے حواس سے اللہ پاک کو پہچان اور جان لیتا ــــ معلوم ہُوا حواس اللہ کی معرفت کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔ دوسرا ذریعہ ہے عقل ــــ عقل بھی اللہ پاک کی معرفت کا ذریعہ نہیں ہو سکتی، کیونکہ جس طرح حواس کی رسائی محسوسات تک ہے، اسی طرح عقل کی رسائی بھی معقولات تک ہے اور اللہ تعالیٰ معقولات سے بلند و بالا ہے اور وراءُ الورا ہے سیدھی بات ہے دیکھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو حواسِ خمسہ عطا فرمائے ہیں، اسی طرح ہر

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل بھی عطا فرمائی ہے ، اگر عقل اللہ پاک کی معرفت کا ذریعہ ہوتی تو کوئی بھی انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا منکر نہ ہوتا۔ سب اللہ تعالیٰ کو جانتے مانتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقل تو ہر انسان کو عطا فرمائی ہے ۔ لیکن پھر بھی دنیا کو دیکھئے ، بڑے بڑے سائنسدان ، بڑے بڑے فلاسفر ، بڑے بڑے حکماء ، بڑے بڑے ڈاکٹر ، ان لوگوں نے ایسی ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں کہ ہم سب کی عقل حیران ہے ۔ وہ چاند تک جا پہنچے ، ہیں بلکہ ابھی حال ہی میں روزنامہ جنگ کراچی اگست یا ستمبر ۱۹۹۰ء کے شمارہ میں یہ خبر چھپی تھی کہ اب تو سائنس دان چاند پر آبادی بھی شروع کرنے والے ہیں اور چاند کے مالک بن بیٹھے ہیں ۔ اور چاند کی زمین بھی لوگوں کو قیمت پر الاٹ کرنی شروع کر دی ہے ہمارے ایک پاکستانی راولپنڈی کے ایک شہری نے بھی چاند پر دس مرلے زمین انگریزوں سے خرید لی ہے ۔ عنقریب وہ چاند پر کوٹھی بنانے کا پروگرام بنا رہے ہیں اللہ اکبر ۔ یہ انگریز دنیاوی اعتبار سے عقل مند ہیں لیکن پھر بھی اس قسم کے بڑے بڑے سائنسدان ، اللہ پاک کے وجود کے ہی منکر ہیں ۔ اگر عقل اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سبب ہوتی تو یہ سارے بڑے بڑے سائنسدان ، عارف باللہ ہوتے ۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ خدا کے منکر عارف تو ہیں نہیں ، صرف بلّے ہی بلّے ہیں معلوم ہوا کہ عقل بھی معرفت کا ذریعہ نہیں ، عقل بھی عاجز ہے ۔ اسی واسطے ڈاکٹر اقبال جیسے مفکر نے بھی کہا کہ ۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں : ۔

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

میرے دوستو یاد رکھو عقل ایک جگ مگ کرتا ہُوا چراغ تو ضرور ہے لیکن خدا تک پہچانے سے ناکام ہے۔ معلوم ہُوا عقل بھی خُدا کی معرفت کا ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ عقل میں آ بھی نہیں سکتا جو عقل میں آجائے وہ خدا ہی نہیں ہے۔ تو عقل بھی خدا تعالےٰ تک پہنچنے سے عاجز۔ میاں عقل سے تو غیب کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ پاک کی ذات تو ہے ہی غیبُ الغیب — اب رہ گیا تیسرا ذریعہ۔ تیسرا سبب، وہ کیا ہے؟ کہ کوئی سچی خبر دینے والا آکر خبر دیدے تو اس کی خبر دینے سے ہمیں علم ہو جائے مثلاً ہم لوگ لاہور میں بیٹھے ہوں تو ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اسوقت گوجرانوالہ میں کیا ہو رہا ہے۔ گجرات میں کیا ہو رہا ہے، جہلم میں کیا ہو رہا ہے۔ راولپنڈی میں کیا ہو رہا ہے، ویسے ہم عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے یہ کہیں کہ فلاں آ رہا ہوگا۔ فلاں جا رہا ہوگا۔ فلاں لیٹا ہوا ہوگا، فلاں یہ کام کر رہا ہوگا، وغیرہ وغیرہ، تو یہ تو ٹُک بندی ہے صحیح طور پر ہمیں معلوم نہیں ہے، حالانکہ ہم حواس خمسہ بھی رکھتے ہیں، اور عقل بھی، لیکن پھر بھی ہم ان شہروں کے حالات سے بے خبر ہیں۔

لیکن اگر کوئی شخص آکر ہمیں یہ بتا دے کہ میں میاں گوجرانوالہ سے ابھی آیا ہوں اور وہاں میں نے یہ یہ معاملہ ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو بتایئے ہمیں گوجرانوالہ میں ہونے والے کام کا علم کیسے ہُوا؟ ہم نے لاہور بیٹھے بیٹھے، نہ اپنے حواس سے جانا، نہ اپنی عقل سے جانا بلکہ ایک مخبر کے خبر دینے سے جانا — بلا تشبیہہ و بلا مثال میرے دوستو! میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہ اپنی حواس سے جانا، نہ اپنی عقل سے جانا، بلکہ مُخبرِ صادق حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے جانا۔ ہم نے ربِّ کائنات کو پہچانا تو سرکار کے بتلانے سے۔ پہلے نبیوں کو جانا، فرشتوں کو جانا، کتابوں کو جانا۔ جنّت کو جانا، دوزخ کو جانا تو آقا کملی والے کے بتلانے سے جانا۔ ان تمام غیبوں کے بتانے والے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہمارے پیر و مُرشد قطبِ ربّانی شہبازِ لامکانی شیرِ ربّانی

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے ؎

خُدا کون تھا اور کیا جانتے تھے
وہ تیری زباں سے سُنا اے محمدؐ

اعلیحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

کہ فیض پہنچا رضاؔ احمد پاک سے
ورنہ تم کیا سمجھتے خُدا کون ہے

امام ربانی قطب لامکانی امام مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ :-

"کہ من می پرستم آں عزوجل کہ آں ربِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم است -"

فرماتے ہیں کہ میں اللہ پاک کی عبادت اور پوجا اسلئے کرتا ہوں کہ وہ میرے رسُول محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ربّ ہے -

تو میرے دوستو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ہم نے خدا کو پہچانا تو نبیٔ کریم علیہ السلام کے صدقے سے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہمیں قرآن ملا تو ان کی بارگاہ سے - اسلام ملا تو وہ بھی ان کی بارگاہ سے - ایمان ملا تو ان کی بارگاہ سے بلکہ خود ربِّ رحمٰن ملا تو ان کی بارگاہ سے ___ آج بعض لوگ توحید، توحید کے نعرے لگاتے اور کہتے ہیں کہ ہم توحید کی تبلیغ کر رہے ہیں ___ یہ توحید کے ٹھیکے دار انبیاء اور اولیاء کے وسیلے کے منکر ہیں ان سے پوچھو کہ توحید کا بیان قرآن پاک میں کہاں ہے تو فوراً پڑھیں گے -

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

" اللہ ایک ہے - اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے - نہ وہ پیدا ہُوا اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے - وہ اکیلا اور یکتا ہے - "

اور کہیں گے کہ دیکھو اس سورہ شریف میں پوری توحید رب نے بیان کی ہے ۔ تو ان منکروں کو کہو کہ میاں اس سورۂ شریف کا پہلا حرف تو دیکھو۔ قربان جایئے ۔ پہلا لفظ قُلْ کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیں کیا کہ اَللّٰہُ اَحَدٌ کہ وہ اللہ ایک ہے ۔ یوں نہیں رب نے فرمایا۔ اَنَا اللّٰہُ اَحَدٌ کہ مَیں اللہ ایک ہوں بلکہ فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے کہ اللہ ایک ہے تاکہ نسلِ انسانیت کو پتہ چل جائے کہ میری توحید کی معرفت کا ذریعہ صرف اور صرف میرا محبوب ہے ۔ سبحان اللہ اس مقام پر سُنیّوں کے تاجدار اعلیحضرت بریلوی نے بڑا پیارا شعر فرمایا ہے اور خاص کر ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا جو نبیٔ کریم علیہ السلام کی ذات کے وسیلے کے مُنکر ہیں ۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
منکرو ! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

منکرو تم کہتے ہو کہ نبی کریم علیہ السّلام کسی کو نفع ونقصان نہیں دے سکتے ۔ تم کہتے ہو کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کسی کو کچھ نہیں دے سکتے تو ایسا کہنے والو !

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
مُنکرو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر وہ مان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ منکرو ! یہ بتاؤ یہ جو کلمہ تم پڑھتے ہو۔ یہ کلمہ تم کو کس نے سکھایا۔ آج جو تم مسلمان کہلاتے ہو اور پڑھتے ہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ کلمہ تم کو کس نے سکھایا۔ آج جو تم مسلمان کہلاتے ہو ـــــ افسوس جس کی بدولت تمہیں ایمان ملا، جس کی بدولت تم نے اللہ عزّوجلّ کو جانا۔ جس نے تمہیں لا الہ الا اللہ پڑھایا، اس کے متعلق کہتے ہو کہ وہ کسی کو نفع و نقصان نہیں دے سکتے اس سے بڑھکر اور تمہیں کیا نفع پہنچائیں کہ جب تشریف لائے تو کافروں کو مومن بنا دیا۔ مشرکوں کو مُوحّد بنا دیا۔ پلیدوں کو پاک کر دیا۔ بُت پرستوں کو خُدا پرست بنا دیا۔ ڈاکوؤں کو امین بنا دیا۔ راہزنوں کو رہبر بنا دیا۔ ارے جو غلاظتوں کے مجسمے تھے۔ انہیں طہارت کا پیکر بنا دیا۔ جو ظلمتوں کے منارے تھے انکو روشنیوں کے چراغ بنا دیا اور آنے والی نسلوں کے لئے انہیں مقتداء اور پیشوا بنا دیا۔ معلوم ہُوا کہ ہم نے اللہ عزّوجلّ کو جانا تو نبیٔ کریم علیہ السّلام کے صدقے سے ـــ

قرآن کی پہچان

اسی طرح قرآن، ہمیں ملا تو نبیٔ کریم علیہ السلام کے صدقے ملا۔ اس قرآن کو نہ ہم سمجھ سکتے ہیں نہ ہی عمل کر سکتے ہیں جب تک نبیٔ کریم علیہ السّلام کا دامن نہ تھامیں ـــ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ـــ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔"

یہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے دیا کہ نماز پڑھو ـــ اب کس طرح نماز قائم کریں، دن میں کتنی بار نماز پڑھیں۔ اوّل وقت کون سا ہے ـــ آخر وقت کون سا ہے۔ درمیانہ کون سا ہے۔ افضل کون سا ہے اور مکروہ کون سا ہے۔ پھر فجر میں کتنی رکعتیں پڑھیں ظہر میں کتنی، عصر میں کتنی، مغرب میں کتنی، عشاء میں کتنی ـــ پھر کھڑے ہو کر کیا پڑھیں اور نگاہ کہاں رکھیں اور کھڑے کس طرح ہوں ـــ رکوع کیسے کریں ـــ رکوع میں کتنا جُھکنا ہے، رکوع میں کیا پڑھیں، کتنی بار پڑھیں ـــ سجدہ کیسے کریں، کتنے اعضاء پر کریں، کیا پڑھیں، کتنی بار پڑھیں۔ سجدے ایک رکعت میں کتنے کریں۔ قعدہ کریں تو کیسے کریں، نماز

پڑھتے ہوئے کچھ کھا پی لیں یا نہ کھائیں پیئیں ۔ نماز کے دوران کچھ بات چیت کر لیں یا نہیں
کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دیں یا نہ دیں ۔ دائیں بائیں دیکھ لیں یا نہ ۔ بولو یہ تمام
تفصیل ہمیں قرآن پاک سے ملتی ہے ؟ نہیں بلکہ یہ سب طریقہ نماز کا ہمیں کملی والے نے
سکھایا ۔ جب اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کا حکم نازل فرمایا
اِقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کہ جب آپ بھی نماز پڑھیں اور اپنے صحابہ کرام کو بھی نماز پڑھنے
کا حکم دیں ۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نماز کیسے پڑھیں؟
تو کملی والے نے فرمایا :—
صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ "نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھو۔"

اچھا یہ تو پتہ چل گیا کہ نمازیں دن میں پانچ ہیں ۔ لیکن زکوٰۃ کب دینی ہے دن
میں کتنی مرتبہ دینی ہے ۔ دن میں ایک مرتبہ دینی ہے یا ہفتے میں یا مہینے میں یا چھ مہینے
میں یا سال میں ۔ پھر زکوٰۃ کس کس چیز پہ ہے ، کس پر نہیں ۔ زکوٰۃ کی مقدار کتنی ہے ، سو
روپے پر کتنے روپے زکوٰۃ ہے ۔ بولو یہ تفصیل ہمیں قرآن سے ملتی ہے یا نہیں ، اسی
روزے کے مسئلے ، حج کے مسلے ۔ طلاق کے مسلے ۔ تجارت کے مسئلے ۔ کاروبار کے مسلے
لین دین کے مسلے ، اسی طرح اخلاقیات کے مسلے ۔ لو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔
وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت
اس کا ہاتھ کاٹ دو ۔ اللہ پاک نے یہ حکم دے دیا ۔ اب یہ نہیں بتایا کہ کتنی چوری پر
ہاتھ کاٹو ۔ چوری چار آنے کی بھی ہوتی ہے ۔ روپے کی بھی ، دس روپے کی بھی ، سو روپے
کی ۔ ہزار روپے کی ۔ دس ہزار روپے کی اور دس لاکھ روپے کی بھی ہوتی ہے ۔ جو دس
روپے چرائے اس کا کتنا ہاتھ کاٹا جائے ۔ جو دس ہزار کی چوری کرے اس کا کتنا ہاتھ کاٹیں ۔
اور کون سا ہاتھ کاٹیں ، کس چیز سے کاٹیں ۔ اور کتنا کاٹیں ۔ پہلی مرتبہ چوری کرے تو کتنا
ہاتھ کاٹیں ۔ دوسری مرتبہ کاٹیں تو کتنا کاٹیں ۔ جب ہاتھ کاٹیں تو پھر اس کے ساتھ

کیا کریں، کوئی مرہم پٹی بھی کریں یا ویسے ہی چھوڑ دیں۔ بولو یہ تفصیل ہمیں قرآن مجید سے ملتی ہے؟ نہیں ملتی۔ یہ تمام باتیں میں نے بطور نمونہ آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام باتوں کی تفصیل قرآن میں کھول کر بیان نہیں کر سکتا تھا تاکہ کوئی چیز ہمیں کسی سے پوچھنی نہ پڑتی بیان کر سکتا تھا کیونکہ وہ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر ہے لیکن پھر بھی اللہ پاک نے تفصیل بیان نہیں کی۔ کیوں؟ اسلئے کہ اگر میں نے تمام کی تمام تفصیل بیان کر دی تو کہیں لوگ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم صاحب قرآن سے بے پرواہ نہ ہو جائیں، بے نیاز نہ ہو جائیں، یہ نہ کہہ دیں کہ ہمیں بس قرآن مل گیا ہے ہمیں صاحب قرآن کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ قیامت تک جب تک خدا کے قرآن کے محتاج رہیں تو ساتھ ساتھ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی محتاج رہیں تاکہ قیامت تک دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ قرآن پاک پر عمل ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک کو سمجھا جا سکتا ہے تو اس کی بدولت ہی ہو سکتا ہے جس کے صدقے ہمیں قرآن پاک ملا ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہمیں ملا ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے قرآن پاک پر عمل بھی ہو سکتا ہے تو بھی حضور علیہ السلام کے صدقے۔ چلیئے صاحب اب آگے نماز پر عمل کرنے کا طریقہ دیکھیئے۔

نماز کا طریقہ

ایمان کے بعد سب سے بڑا عمل، سب سے بڑا فریضہ نماز ہے۔ اب آپ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، بدن بھی پاک ہے۔ کپڑے بھی پاک ہیں نماز کی شرائط بھی پائی گئیں جگہ بھی پاک ہے، قبلہ کی طرف منہ بھی کر لیا وقت بھی نماز کا ہے، نیت بھی کر لی اب آپ نے دستور کے مطابق نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اللہ اکبر۔ پھر ثناء پڑھی، پھر فاتحہ پھر سورت پڑھی۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ رکوع کی تسبیح پڑھی سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡم۔ پھر آپ تسمیع یعنی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنۡ حَمِدَہٗ کہکر کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ نے تحمید یعنی رَبَّنَا لَکَ الۡحَمۡدُ کہی

پھر تکبیر کہکر سجدے میں چلے گئے۔ سجدے کی تسبیح یعنی سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعْلیٰ پڑھی، اسی طرح آپ دستور کے مطابق نماز پڑھ رہے ہیں۔ قعدہ کیا یعنی التحیات پر بیٹھ گئے اور التحیات پڑھی۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ میری ہر قسم کی بدنی، مالی، جسمانی اور قولی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ کے حضور آپ نے اپنی عبادتیں بھی پیش کر دیں اتنا پڑھکر اگر آپ سلام پھیر دیں تو بتایئے نماز ہو جائے گی؟ نہیں ہو گی —! کیوں نہیں ہو گی؟ ذرا سوچیئے۔ کیا آپ کا بدن پاک نہیں؟ بالکل پاک ہے۔ کیا آپ کے کپڑے پاک نہیں؟ پاک ہیں۔ کیا آپ نے وضو نہیں کیا؟ کیا ہے۔ کیا نماز کا وقت نہیں ہے؟ نماز کا بھی وقت ہے۔ کیا قبلہ شریف کی طرف منہ نہیں کیا؟ منہ بھی قبلہ شریف کی طرف ہے۔ کیا آپ کی نیّت درست نہیں؟ نیت بھی درست ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ باندھکر کھڑے نہیں ہوئے؟ رکوع نہیں کیا؟ سجدہ نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان نہیں کی؟ اللہ کی واحدانیت کا اقرار نہیں کیا؟ کیا اس کو معبودِ برحق نہیں مانا؟ نہیں سب کچھ کیا۔ تو پھر نماز کیوں نہ ہوئی؟ یاد رکھو صرف اسلئے نہیں ہوئی کہ ابھی تک آپ نے کملی والے پر درود و سلام کا ہدیہ پیش نہیں کیا۔ جب آپ نے نبی کریم علیہ السلام پر درود و سلام پیش نہیں کیا تو آپ کی نماز ہی قبول نہیں ہوئی۔

عجیب مسئلہ

یہ بڑا عجیب مسئلہ ہے کہ نماز میں سلام پڑھنا واجب ہے اور نماز سے باہر پڑھیں تو لوگ کہیں کہ یہ شرک ہے۔

یہ مسئلہ پتہ نہیں کہاں سے نکلا ہے —— نماز کے اندر آپ سلام پڑھتے ہیں کہ نہیں —؟ پڑھتے ہیں، کونسا سلام؟ یہ سلام اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سلام ہو تجھ پر اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ اے نبی تم پر۔ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ اصل میں ہے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ یا حرف ندا محذوف ہے، اسی واسطے ترجمہ یہ ہے۔ اے نبی۔ یہ اے ترجمہ ہے یا کا تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ سلام ہو تجھ پر اے نبی خطاب کا صیغہ حاضر

کا صیغہ ہے یا حرفِ ندا بھی موجود ہے اور جو آپ نماز کے علاوہ سلام پڑھتے ہیں وہ کیا ہے

کہ ــــ یا نبی سلام علیکَ　　یا رسُول سلام علیکَ

یا حبیب سلام علیکَ　　صَلوٰتُ اللہِ عَلیکَ

ان تمام سلاموں کا معنی کیا ہے کہ اے نبی تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں

آپ غور فرمائیں کہ اس سلام میں بھی وہی الفاظ ہیں، وہی معنیٰ ہیں، وہی ترجمہ ہے وہی

مطلب ہے ـــ لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ یہ نماز کے اندر پڑھنا واجب ہو اور اگر

نماز سے باہر پڑھیں تو شرک ـــ اگر نماز کے اندر اس سلام کو پڑھنا بھی شرک کہیں تو پھر

یہ کہنا پڑے گا کہ ہم پانچوں نمازوں میں بھی شرک کرتے ہیں اور شرک بھی ایسا کہ جب تک

یہ شرک نہ کیا جائے تو نماز ہوتی ہی نہیں ـــــ استغفراللہ

میرے دوستو یاد رکھو! حضور علیہ السّلام کی ذاتِ اقدس پر سلام بھیجنا شرک اور بدعت

نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو یہ حکم دے رہا ہے

کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا　"اے ایمان والو درود وسلام پڑھو میرے

صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا　نبی پر۔ سلام پڑھنا۔

اللہ تعالیٰ نے تو صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ تو نبی کریم علیہ السلام پر صلوٰۃ

وسلام پڑھنا یہ شرک و بدعت نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھیں جب تک نبیٔ کریم علیہ السلام

پر درود وسلام نہ بھیجا جائے تو نماز ہی مکمل نہیں ہو سکتی۔ خیر یہ تو ضمناً بات آگئی۔

نماز میں صلوٰۃ وسلام واجب کیوں ؟

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نماز کے اندر خاص کر صلاۃ وسلام

کو کیوں واجب کیا ہے؟ تو سنو! ائمہ کرام فرماتے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کے

حضور حاضر ہو کر بڑی عاجزی بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ، بڑی نیازمندی کیساتھ

اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے۔ ثناء کرتا ہے، مناجات کرتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو یہ تو بتا کہ تجھے کس نے مسلمان بنایا۔ تجھے کس نے میری بارگاہ تک پہنچایا۔ تیرا تعلق میرے ساتھ کس نے جوڑا۔ یہ تو جو نماز پڑھ رہا ہے تجھے کس نے طریقہ بتایا۔ یہ جو تو ذکر کر رہا ہے یہ تجھے کس نے بتایا۔ اے میرے بندے تجھے مسلمان بنانے والا، تیرا تعلق میرے ساتھ جوڑنے والا، تجھے میری بارگاہ عالیہ تک پہنچانے والا۔ میری عبادت کے طریقے اور اذکار سکھانے والا صرف اور صرف میرا پیارا حبیب ہے صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جناب حفیظ جالندھری مرحوم نے اس مقام پر بڑا اچھا شعر کہا کہ

محمدؐ زورِ معبودانِ باطل توڑنے والا
محمدؐ آدمی کا رشتہ حق سے جوڑنے والا

میاں عابد و معبود کے درمیان، انسان و مالک و خالق کے درمیان رابطہ اور تعلق پیدا کرنے والے نبی کریم علیہ السلام ہیں تو ذرا غور کرو بندہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اللہ پاک کی تعریف و ثناء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے، میری جس بارگاہ میں تو یہ عبادت کا ہدیہ لے کر آیا ہے، میری اسی بارگاہ میں میرا وہ حبیب بھی موجود ہے جس کی برکت سے تو یہاں تک پہنچا ہے۔ فَاِنَّہٗ لَا یُفَارِقُ حَضْرَتَ اللّٰہِ اَبَدًا۔ نبی کریم علیہ السلام اب ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے جدا نہیں، سرکار ایسے واصل ہیں کہ اب کبھی اللہ پاک کی حضوری سے جدا نہیں اور غیر حاضر نہیں ہوں گے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حضوری میں ہر وقت اللہ کے قربِ خاص میں رہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے میری جس بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ لے کر آیا ہے میری اسی بارگاہ میں میرا وہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے جس نے تجھے یہاں تک پہنچایا ہے تو اے میرے بندے میری بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کیا ہے تو ساتھ ساتھ اس میرے

حبیب کی بارگاہ میں بھی سلام کا ہدیہ پیش کر جس نے تجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ تو نمازی اللہ کے دربار میں اللہ تعالیٰ کے حبیب کو بھی حاضر و موجود پاتا ہے۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ جب بندہ التحیات للہ کہے تو یہ عقیدہ رکھے کہ یہ اللہ پاک کا دربار ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں اور عاجزانہ طور پر اپنی بندگی اور عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بے کس میں پیش کر رہا ہوں اور جب کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ تو یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں نبی کریم علیہ السلام بھی تشریف فرما ہیں اور میں نبی کریم علیہ السلام کے حضور صلاۃ و سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہوں۔ جب اس نیت اور اس ارادے سے نماز پڑھو گے، تب تمہاری نماز مکمل اور پوری ہوگی۔

(ردالمختار۔ اشعۃ اللمعات۔ احیاء العلوم)

لیکن میں یہاں ایک بات کرتا ہوں اور یاد رکھیں یہ بہتان نہیں، الزام نہیں کیونکہ کسی پر الزام لگانا بہتان باندھنا بہت سخت گناہ ہے ــــــ تو سنو وہ بات کیا ہے مولوی اسمٰعیل دہلوی وہابی، دیوبندی جن کی کتاب "تقویۃ الایمان" یہ لوگ گھر گھر بانٹتے پھرتے ہیں، اسی مولوی اسمٰعیل نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "صراطِ مستقیم" کتاب کا نام دیکھو کتنا اچھا ہے۔ سیدھا راستہ لیکن دیکھو اس کتاب میں بات کتنی اُلٹی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب اردو کے صفحہ ۱۶۹ اور فارسی کے ص ۹۵ میں لکھا ہوا ہے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے زنا کا خیال یا وسوسہ آجائے تو زنا کا وسوسے سے بیوی کی مجامعت (یعنی ہم بستری) کا خیال بہتر ہے اور اگر گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جائے اور محو و مستغرق ہو جائے تو اتنا بُرا نہیں جتنا نبی کریم علیہ السلام کی طرف خیال لے جائے تو بُرا ہے۔

آپ حضرات یہ خیال کریں گے کہ آخر انہوں نے ایسا کیوں لکھ دیا۔ وہ ایک مولوی تھے تو انہوں نے ایسی بات کیوں لکھی، ایسی بات تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کرتا تو آؤ میں بتاؤں کہ اصل وجہ کیا ہے۔

میرے دوستو اصل میں ان لوگوں کو شرک کا ہیضہ ہوا ہوا ہے۔ شرک شرک کرتے پھرتے ہیں اور شرک سے بچتے بچتے یہ لوگ اپنے ایمان کا جنازہ بھی نکلوا بیٹھتے ہیں۔ آؤ مَیں بتاؤں اس مولوی نے یہ کیوں لکھا؟ تو اس نے لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا خیال، بیل، گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے اسواسطے بُرا ہے کہ بیل اور گدھے کا خیال آئے گا تو تعظیم کے ساتھ نہیں آئے گا کیونکہ گائے اور گدھے قابلِ تعظیم نہیں ہیں، تو بیل کا خیال آئے، گدھے کا خیال آئے یا اور کسی بُری چیز یعنی زنا وغیرہ کا خیال آئے تو وہ تعظیم کے ساتھ نہیں آئے گا۔ لیکن جب نبی کریم علیہ السلام کا خیال آئے گا تو تعظیم کے ساتھ آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے۔ تو جب نبی کریم علیہ السلام کا خیال آئے گا نماز میں تو اللہ کی عبادت میں غیر اللہ کی تعظیم ہو ہوگئی، اور یہ تو شرک ہوگیا اور جب شرک ہوگیا تو نماز ختم ہوگئی اور آدمی مسلمان ہی نہ رہا۔ یہ ہے اصل وجہ اس عبارت کے لکھنے کی۔

ایک گرفت

میرے بزرگو اور دوستو! میں اس عبارت پر ایک ایسی گرفت کرتا ہوں کہ میری اس گرفت سے انشاء اللہ کوئی بھی نہیں بچ سکتا، جب تک اس عبارت کو غلط قرار نہ دے دیا جائے۔ تو سنو جب نمازی نماز میں کہے گا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تو آئے گا۔ ضرور آئے گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ نبی کریم علیہ السلام پر سلام بھیجے اور آپ کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کرے اور پھر آپ کا خیال نہ آئے۔ اس کے بعد تشہد پڑھے گا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے

رسول ہیں تو جب نبی کریم علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دے گا۔ آپ کا کلمہ پڑھے گا تو آپ کا خیال آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا۔ پھر جب درود شریف پڑھے گا کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا۔ جب نمازی حضور علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں سلام کا ہدیہ پیش کرے گا۔ آپ کا کلمہ پڑھے گا۔ درود کا ہدیہ بھیجے گا۔ تو اس کو خیال تو ضرور آئیگا اب خیال دو طرح سے آئیگا۔ یا تعظیم کے ساتھ یا تحقیر کے ساتھ اگر تعظیم کے ساتھ خیال آیا تو اُن کے عقیدے کے مطابق شرک ہوگا۔ اگر تحقیر کے ساتھ نبی کریم علیہ السلام کا خیال آیا تو پھر کفر ہوگا۔ تمام علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا خیال حقارت کے ساتھ لانا کفر ہے۔ تو اب خیال تو ضرور آئے گا، تعظیم کے ساتھ یا تحقیر کے ساتھ آیا تو اُن کے (وہابی، دیوبندی کے نزدیک) شرک ہو گیا، پھر بھی نماز گئی اور اگر تحقیر کے ساتھ خیال آیا تو پھر نمازی کافر ہو گیا، جب نمازی ہی کافر ہو گیا تو نماز کہاں رہی تو اب پوچھو ان نام نہاد توحیدیوں سے کہ نماز کیسے پڑھیں۔ ہاں ایک صورت میں یہ لوگ شرک سے بچ سکتے ہیں کہ سرے سے نماز میں السلام علیک ایھا النبی اور درود شریف پڑھیں ہی نہیں یعنی نہ سرکار کا نام لیں نہ اُن کا خیال آئے نہ ہی اُن کی نماز میں شرک ہو۔ اس صورت میں ہر شرک سے بچ سکتے ہیں۔ پر مصیبت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز نہ ہوگی کیونکہ سلام و درود پڑھنا واجب ہے اور جب واجب چھوڑ دیا جائے تو نماز ہی نہیں ہوتی تو اب یہ درود و سلام پڑھیں تو حضور علیہ السلام کا خیال تعظیم سے آیا تو بقول اُن کے شرک ہوگا نماز پھر بھی نہ ہوئی، اگر تحقیر سے خیال آیا تو بندہ کافر ہو گیا۔ نماز پھر بھی نہ ہوئی، تو جب ان کی اپنی نماز نہ ہوئی تو تمہاری میری بھلا ان کے پیچھے کیا ہوگی۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ تم اس عبارت کی روشنی میں نماز پڑھ کے دکھا دو جو تمہارے مولوی نے لکھا ہے کہ حضور کا خیال نماز میں آجائے تو نماز نہیں ہوتی۔ لیکن میرے دوستو یاد رکھو یہ کبھی بھی

اس عبارت کی روشنی میں نماز نہیں پڑھ سکتے، جب تک اس عبارت کو یہ غلط نہیں کہیں گے آؤ میں آپ کو اصل بات بتاؤں کہ ان لوگوں کو شرک کی بیماری لگی ہوئی ہے یہ ہر جگہ کہتے پھرتے ہیں کہ شرک شرک اور شرک سے بچتے بچتے یہ ایمان کا بھی بیڑا غرق کر بیٹھتے ہیں۔ شیطان بھی اسی لئے مارا گیا تھا۔ اس کو بھی اللہ پاک نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کر لیکن اُس نے دل میں سوچا کہ کہیں غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے شرک نہ ہو جائے۔ اس نے کہا کہ مولا! میں نہیں سجدہ کرتا۔ بے ایمان ہو گیا، مردود ہو گیا، مگر آدم علیہ السلام کے سامنے جھکا نہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ یہ شرک شرک کرتے پھرتے ہیں اور جن چیزوں کو یہ شرک کہتے ہیں وہ حقیقت میں شرک نہیں ہے۔

عبادت اور تعظیم میں فرق!

دیکھو میاں عبادت اور تعظیم میں بڑا فرق ہے۔ ہر عبادت میں تعظیم ہے لیکن ہر تعظیم میں عبادت نہیں۔ نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کرنا یہ کملی والے کی تعظیم ہے اور اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق یہ تعظیم واجب ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہُوا، شرک کیسے ہو گیا۔ دیکھو عبادت اور تعظیم کا فرق جاننا بہت ضروری ہے۔ یہ فرق نہ جاننے کی وجہ سے ان لوگوں کو شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ عبادت یہ ہے کہ کسی کو معبود جان کر الوہیت کے صفات سے موصوف جان کر جمیعت عبادت اُس کے آداب بجا لانا، یہ عبادت ہے۔ اس بات کو میں اب مختصر کر کے بیان کروں کہ کسی کو معبود مان کر با نیّت عبادت اس کے آداب بجا لانا یہ عبادت ہے۔ اس میں موٹی سی بات یاد رکھنے کی جو ہے وہ یہ ہے کہ جب تک کوئی کسی کو معبود نہیں ملنے گا اس وقت تک عبادت نہیں ہو گی۔ عبادت اسی وقت ہو گی جب کوئی معبود جان کر کے کرے اور تعظیم یہ ہے کہ کسی کو معبود نہ سمجھے، نبی ہو تو اُسے نبی سمجھے، ولی ہے تو

اُسے ولی سمجھے، پیرو مرشد ہے تو اُسے پیرو مرشد سمجھے، اُستاد ہے تو اُسے استاد سمجھے
ماں باپ ہیں تو انہیں والدین سمجھے یعنی جو اس کی اصل حیثیت ہے اس کو اس حیثیت
کے مطابق بانیت تعظیم و احترام اس کے آداب بجالائے۔ یہ ہے تعظیم۔

تعظیم اور عبادت میں جو موٹا فرق ہُوا وہ یہ کہ عبادت اس وقت ہوگی جب معبود
جان کر کے کرے گا۔ اگر معبود جان کر نہ کی تو وہ تعظیم ہوگی۔ اب آپ ایمان داری سے
بتانا کہ کوئی آدمی نبیٔ کریم علیہ السّلام کو معبود مانتا ہے، لائق عبادت سمجھتا ہے ـــ؟
کوئی مسلمان یہ نہیں سمجھتا۔ ہر مسلمان صدق دل سے کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ
رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ پاک کے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

ہر مسلمان، ہر مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ پاک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
جب کوئی مسلمان نبیٔ کریم علیہ السّلام کو معبود مانتا ہی نہیں تو عبادت ہی نہ ہوئی اور
جب عبادت نہ ہوئی تو شرک کیسے لازم آیا۔ شرک بھی نہ رہا، یہ جو نماز میں یا ویسے
ہر مومن آپ کی بارگاہِ اقدس میں سلام کا ہدیہ پیش کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا نبی سمجھ کر
سلام پیش کرتا ہے۔

تو میرے دوستو! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جب نبیٔ کریم علیہ السّلام پر سلام پڑھو
تو یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کملی والا تشریف فرما ہے میں نبیٔ کریم علیہ السّلام
کی خدمت عالیہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہوں۔ سرکار میرے سلام کو سُن رہے
ہیں اور اپنی شانِ کریمہ کے لائق سلام کا جواب بھی ہمیں عطا فرما رہے ہیں، تب نماز
مکمل ہوگی یہاں میں ایک اور بات عرض کرتا چلوں جو کہ یہ ہے کہ شریعت میں سلام دینا
اس کو جائز ہے جو سُنتا ہو اور سُنکر سلام کا جواب بھی دیتا ہو۔ جو سنتا نہیں اس کو
جواب دینا درست نہیں اور جو سنتا ہو مگر جواب نہ دے سکتا ہو اسکو بھی سلام کہنا درست نہیں۔

مثلاً آپ حضرات جب گھر کو جاتے ہیں تو جو چیزیں سنتی نہیں بولتی کبھی آپ نے ان کو سلام کیا ہے؟ کہ گھر جاکر پہلے تو آپ دروازے کو کہیں کہ دروازہ صاحب السلام علیکم، کرسی کو کہیں کہ کرسی صاحبہ السلام علیکم۔ دیواریں صاحبان السلام علیکم۔ کبھی آپ نے ان چیزوں کو سلام کیا ہے؟ نہیں! کیوں، اسلیئے کہ آپ پتہ ہے کہ یہ چیزیں نہ سنتی ہیں اور نہ ہی جواب دیتی ہیں۔ اور کوئی انسان بیٹھا ہو تو اس کو السلام علیکم کہتے ہیں کہ نہیں! کہتے ہیں کیونکہ آپ کو معلوم ہے یہ ہمارا سلام سنتا ہے اور جواب بھی دے سکتا ہے لیکن اگر کوئی آدمی سو رہا ہو تو بولو سوئے ہوئے آدمی کو سلام کہنا درست ہے۔ کوئی شخص سویا ہوا ہو، خراٹے لے رہا ہو اور آپ اس کے پاس کھڑے ہو جائیں اور کہیں میاں اسلام علیکم تو بولو وہ جواب دے گا۔ نہیں، کیونکہ وہ سو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ سوئے ہوئے کو سلام کہنا درست نہیں کیونکہ وہ سنتا نہیں اور جب سنتا نہیں تو سلام دینا بھی درست نہیں اسی طرح کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہے تو آپ اس کے پاس کھڑے ہو جائیں اور اس کو سلام کہنا شروع کر دیں تو بولو وہ سلام کا جواب دے گا۔ نہیں، کیونکہ یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ سلام سنتا ہے لیکن نماز کی حالت میں جواب نہیں دے سکتا۔ جب جواب نہیں دے سکتا۔ جب جواب نہیں دے سکتا تو سلام کہنا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح کوئی آدمی اگر بیت الخلاء میں ہے۔ آپ اس کو سلام دیں تو وہ جواب دے گا؟ نہیں کیونکہ پیشاب کی حالت میں جواب دینا درست نہیں، حالانکہ وہ سن رہا ہے لیکن جواب نہیں دے گا۔ نہیں؟ جب وہ جواب نہیں دے سکتا تو اس کو سلام کہنا بھی درست نہیں۔

ان مثالوں سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ سلام دینا اس کو جائز ہے جو سنتا بھی ہو اور سنکر جواب بھی دے سکتا ہو اور جو سنتا نہ ہو اس کو بھی سلام دینا درست نہیں اور جو سُن کر جواب نہ دے سکے اس کو بھی سلام کہنا درست نہیں۔ سلام کہنا اسی کو درست ہے جو سنتا بھی ہو اور جواب بھی دے سکتا ہو۔ اب آپ بتائیں کہ آپ پانچوں ٹائم

نماز پڑھتے ہیں اور نماز میں حضور علیہ السّلام پر سلام پیش کرتے ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام سنتے ہی نہیں تو آپ سلام کیوں پیش کرتے ہیں؟ اور اگر جواب نہیں دے سکتے تو آپ سلام کیے کہتے ہیں — لیکن میاں یاد رکھو تمام ائمہ کرام کا مسلک ہے اور عقیدہ یہ ہے کہ کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کا سلام سنتا ہے اور اپنی شانِ کریمہ کے مطابق ہر مومن کو جواب دیتے ہیں — یہ وہابی، دیوبندی وغیرہ کہتے ہیں کہ ان کا خیال آجائے تو نماز نہیں ہوتی لیکن دنیا کی تمام جمہور علماء کرام فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کا خیال دل میں رکھ کر نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھو۔ انشاء اللہ وہ سنتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ کسی محبّت والے نے اس مقام پر بڑا پیارا شعر فرمایا کہ

اصل نماز ہے یہی روحِ نماز ہے یہی
میں تیرے رُوبرو رہوں آقا تو میرے رُوبرو رہے

خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جنہوں نے ۹۵ لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا فرماتے ہیں کہ: —

آں کس کہ در نماز نبیند کہ جمال دوست
فتویٰ ہمیدہم کہ نماز قضا کند

خواجہ صاحب فرماتے کہ جو نماز میں اپنے دوست کا، اپنے محبوب کا جمال بالکمال نہیں دیکھتا، ہم فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ نماز قضا کرے اس کی نماز ہی نہیں ہوئی — اور ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم بھی کمال کر گئے۔ فرماتے ہیں ؎

تیرا ایمان بے حضور تیری نماز بے سرُور
ایسی نماز سے گذر ایسے امام سے گذر

بات دور چلی گئی — تو عرض یہ کر رہا تھا کہ نماز اس وقت تک نہیں ہوتی، جب تک نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں سلام پیش نہ کرے —

دُعا کی قبولیت

اچھا صاحب آگے چلیئے، نماز کے بعد کیا کرتے ہیں، دعا مانگتے ہیں اور دعا بھی اسوقت تک قبول نہیں ہوتی جبتک حضور علیہ السلام پر درود وسلام نہ پڑھیں (مشکوٰۃ شریف ص۸۶۔ ترمذی شریف اوّل ص۶۴) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ دعا جس سے پہلے اور آخر میں درود وسلام نہ ہو وہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی بلکہ زمین و آسمان کے درمیان لٹکی رہتی ہے ـــ قبول ہونا تو درکنار اللہ تعالیٰ کے حضور پیش بھی نہیں ہوتی ـــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو! اس دعا کو میرے دربار میں پیش نہ کرنا کیونکہ اس دُعا میں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام نہیں پڑھا گیا ـــ

معلوم ہوا دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درود وسلام کی برکت سے، تو نتیجہ کیا نکلا کہ قرآن ہمیں ملا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے، اسلام ملا تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ پاک سے۔ ایمان ملا تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے۔ بلکہ خود رب رحمٰن ملا تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے۔ قرآن کی معرفت حاصل ہوئی تو بھی انہی کی بدولت۔ قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ آیا تو ان کی بدولت۔ نماز مکمل ہوئی تو ان کی بدولت۔ دعائیں قبول ہوئیں تو ان کی بدولت، ـــ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جن کے صدقے سب کچھ ملا ہے انہیں کے وسیلے سے انکار کیا جاتا ہے۔ میرے بزرگو، دوستو بات بہت، دُور چلی گئی، آپ کو یاد ہے میں کیا عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمایا کہ ایمان والو! میں نے تمہیں اپنا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دے کر بڑا احسان کیا ہے۔

احسان کیوں جتلایا

اللہ تعالیٰ نے احسان کیوں جتلایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک کے تیسرے پارے میں ارشاد فرماتا ہے:ـــ

وَلَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی ۔ " یہ جو تم صدقات دیتے ہو یہ اذیت دے کر اور احسان جتلا کر ضائع نہ کرو۔ "

دیکھو اللہ پاک تو ہمیں فرماتا ہے کہ کسی پر احسان کرتے ہو تو احسان جتلاؤ نہیں لیکن خود اللہ تعالیٰ مومنوں پر احسان کر کے جتلا رہا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۔ " اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کب جب اس نے اپنا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں بھیجا۔ "

تو کیا وجہ ہے؟ احسان کیوں جتلایا؟ توجہ کیجئے! احسان جتلانے کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ :۔ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام ہیں اللہ رب العزت کے محبوب۔ کیسے محبوب۔ آئیے ذرا احادیث پاک کا مطالعہ کریں۔

مسند امام احمد میں یہ حدیث موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شریعت کے چوتھے امام نے یہ حدیث لکھی ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ جلیل القدر امام اور محدث ہیں جن کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ نبی کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کملی والے آقا نے دوران نماز طویل سجدہ کیا، اتنا طویل، اتنا طویل کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھا کہ نبی کریم علیہ السلام کی مقدس روح مبارک قبض کر لی گئی ہے اور حضور گرامی علیہ السلام کا وصال مبارک ہو گیا ہے۔ مگر کافی دیر کے بعد کملی والے آقا نے اپنا سر انور زمین سے اٹھایا۔ نماز ختم ہو گئی تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات تھی، آپ نے اتنا لمبا سجدہ فرمایا۔ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے میرے غلامو! جب میں نے دوران نماز اپنا سر اللہ پاک کی بارگاہ میں

زمین پر سجدے کی حالت میں رکھا تو :-

اِنَّ رَبِّی اسْتَشَارَنِی فِی اُمَّتِی
مَاذَا اَفْعَلُ بِهِمْ -

میرے ربّ نے مجھ سے مشورہ فرمایا کہ میرے حبیب قیامت کے دن میں تیری اُمت کے ساتھ کیا سلوک کروں - تو میں نے عرض کی کہ اے مولا کریم یہ تیرے بندے ہیں، یہ تیری مخلوق ہے جو آپ کا دل چاہے جو تیری طبیعت مانے اُن سے سلوک فرما۔ اللہ تعالیٰ نے پھر مجھ سے مشورہ مانگا - کہ محبوب تم میرے محبوب ہو، یہ تمہاری اُمت ہے آخر تمہاری بھی تو کوئی مرضی ہوگی، بتاؤ تمہاری اُمت سے کیسا سلوک کیا جائے - تو نبی کریم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ میں تو یہی کہوں گا تو اُن کا ربّ ہے اور وہ تیرے بندے۔ جو تو چاہے کہ میری مرضی وہی کا ہے جو تیری رضا ہے - اللہ پاک نے تیسری مرتبہ پھر مجھ سے مشورہ مانگا تو میں نے پھر یہی الفاظ دہرائے، آخر چوتھی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا -

اِنَّا لَنُخْزِیَكَ فِی اُمَّتِكَ
یَا اَحْمَدُ

اے میرے حبیب قیامت کے دن ہم تجھے تیری اُمت کے بارے میں غمگین نہیں کرینگے -

بلکہ میرے محبوب قیامت کے دن تیری اُمت کے ساتھ وہی سلوک کرینگے جو تیری رضا ہوگی - پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن تیری اُمت میں سے خدا بغیر حساب وکتاب کے ستر ہزار (۷۰) انسانوں کو جنت میں داخل فرماؤں گا اور محبوب ان ستر ہزار (۷۰) میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار اور لوگوں کو بھی تیری امت میں سے بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کروں گا -

اس حدیث پاک سے کملی والے کی محبوبیت کی جھلک دیکھئے - آیئے اب دوسری حدیث سُنیئے - بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۷۵ - مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵ خصائص الکبریٰ ۲ صفحہ ۱۹۵

نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ بِمَفَاتِیْحِ الْاَرْضِ "میں نیند کی حالت میں تھا میرے پاس زمین کے

نُوْضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ۔ خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھدی گئیں"

مشکوٰۃ شریف ص۵۱۲ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

نبیٔ کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اُتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا "کہ جبریل امین ایک ابلق گھوڑے پر دُنیا کے

عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَآءَنِیْ خزانوں کی چابیاں لاد کر لائے اور ان کنجیوں

بِھَا جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ قَطِیْفَۃٌ پر ریشمی چادر پڑی ہوئی تھی اور پوری دُنیا

مِنْ سُنْدُسٍ۔ میرے سپرد کردی گئی۔"

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام زمین سمیٹ دی

گئی تو میں نے

فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا "اس کے مشرق اور مغرب دیکھے

وَاُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَ اور مجھے دو خزانے دیئے گئے سرخ اور

الْاَبْیَضَ سفید (یعنی سونا اور چاندی)۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ:۔

اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ کُلِّ شَیْءٍ "مجھے ہر چیز کی کنجیاں دے دی گئیں ہیں"

ایک اشکال

ہوسکتا ہے یہاں پر کوئی اعتراض کرے کہ میاں یہ تو خواب کی بات ہے اور خواب میں بندہ کیا کچھ نہیں دیکھتا تو اس میں نبیٔ کریم علیہ السلام کا کیا کمال ہے

لہٰذا یہ حدیثیں قابلِ اعتماد نہیں ؟

میرے دوستو! یاد رکھو انبیاء علیہم السلام کے خواب ایسے بے حقیقت نہیں ہوتے، جیسے میرے تمہارے خواب ہوتے ہیں بلکہ انبیاء کے خواب بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی ہے۔ دیکھو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیئے منیٰ کے مقام پر جو کہ مکہ شریف سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے وہاں لے گئے تو آپ نے اپنے لختِ جگر سے فرمایا قرآن پاک پارہ ۲۳ سورۃ صٰفٰت رکوع ۴ :۔

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ”اور فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب بتا تیری کیا مرضی ہے۔“

قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ ”حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے پیارے ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ اسی طرح کریں۔“

قرآن مقدس کی ان آیات سے پتہ چلا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب شیطانی نہیں ہوتے بلکہ رحمانی ہوتے ہیں اور نبی کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ کا نبی جب سوتا ہے تو چہرے کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں لیکن قلب کی آنکھیں یعنی دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، اللہ کا پیغمبر خواب میں اور سونے کی حالت میں بھی رب العالمین کے احکام سے بھی باخبر رہتا ہے۔ بخاری شریف جلد دوم باب تنام عینی ولا ینام قلبی۔ میں یہ حدیث پاک موجود ہے ۔ مشکوٰۃ شریف باب صلوٰۃ الیل

ام المؤمنین حضرت سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا طریقہ پاک تھا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے آرام فرماتے یعنی سو جاتے تھے جب آرام فرمانے کے بعد اُٹھتے تھے تو بغیر وضو کیئے وتر پڑھنا شروع

فرمادیتے تھے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی " اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات ہے کہ آپ سو کر اُٹھتے ہیں اور بغیر وضو کے وتر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : ۔

قَالَ تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ ۔

اے عائشہ رضی اللہ عنہا جب میں سوتا ہوں تو میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔" سبحان اللہ

معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کی نیند بھی زرالی ہوتی تھی۔ وہ خواب میں بھی اللہ پاک کے احکام سے باخبر ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ہوگا ایک نورانی منبر بچھایا جائے گا اور اس کی پہلی سیڑھی پر جنت کا ایک داروغہ یعنی جنت کا نگہبان فرشتہ کھڑا ہوگا، وہ فرشتہ کہے گا کہ اے میدانِ حشر میں جمع ہونے والو! جس نے مجھے پہچانا ہے اس نے پہچانا جس نے مجھے نہیں پہچانا تو سنو! میں کون ہوں، میں رضوانِ جنت ہوں۔ میں جنت کا نگہبان فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے جنت کی چابیاں عطا فرمائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں جنت کی چابیاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دوں۔ وہ جنت کی چابیاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے حوالے کر دی جائینگی۔ پھر وہ جنت کا فرشتہ منبر سے نیچے اُتر جائے گا۔

پھر جہنم کا نگہبان فرشتہ آئے گا۔ وہ منبر کے دوسرے درجے ، دوسری سیڑھی پر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا کہ اے میدانِ محشر میں جمع ہونے والو! جنہوں نے مجھے پہچان لیا تو پہچان لیا، جنہوں نے نہیں پہچانا تو سنو میں کون ہوں میں مالکِ جہنم ہوں، جہنم کا نگہبان فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ دوزخ کی چابیاں عطا فرمائی ہیں اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی چابیاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے

حوالے کردوں ۔ تو وہ چابیاں کملی والے کے حوالے کردی جائیں گی ۔

مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ تعالے علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ

کُنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خُدا نے

محبُوب کیا مالک و مختار بنایا

حضرت مولانا علامہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ۔ حلیتہ الاولیاء میں یہ روایت درج فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے مُوسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو فرما دیجیے جو بندہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہوگا قیامت کے دن ربّ العالمین اس کو جہنم میں ڈالوں گا ۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے ربِ کائنات یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں ۔ اللہ تعالے نے فرمایا کہ :۔

مَا خَلَقْتُ خَلْقاً اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْہُ ''اے موسیٰ علیہ السلام میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کسی اور انسان کو اپنا محبوب پیدا نہیں فرمایا ۔ اللہ اللہ

اعلیحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالے عنہٗ اس مقام پر جھوم اٹھے اور فرمایا کہ :۔

خلق سے اولیاء اولیاء سے رُسل

اور رسُولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی

باغ توحید کے وہ کھلے ہوئے گُل

حق نے بنایا ہے ان کو سردار کُل

جس کے ڈر سے گرے لات و عزّیٰ و ھُبل

خلق سے اولیاء اولیاء سے رُسل

اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
مانگنے والو ہم کو تو یوں چاہیئے
ان سے ہی مانگے گے ہم گر سکوں چاہیئے
مانگنا اور کسی سے بھی کیوں چاہیئے
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی
سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی

توجہ کیجئے ان حدیثوں پر تو پتہ چلا کہ کملی والا صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ یاد رکھو انسان ہر چیز لوگوں کو دے سکتا ہے **لیکن** کوئی آدمی کسی کو اپنا محبوب نہیں دے سکتا۔ دینا تو درکنار کوئی کسی کو اپنا محبوب دکھاتا بھی نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا والو دیکھو تم میں سے کوئی کسی کو محبوب دکھانے تک کے لیئے تیار نہیں، لیکن میں رب العالمین کا اپنے اوپر احسان تو دیکھو میں نے تمہیں اپنا محبوب دکھایا نہیں بلکہ میں نے تمہیں اپنا پورا محبوب ہی عطا کر دیا ہے۔ سبحان اللہ!

اللہ کا محبوب

حضرات محترم! غور فرمائیے دنیا والوں کے محبوب ہوتے ہیں اور اللہ کا بھی محبوب ہے، لیکن دنیا والوں کے محبوبوں کا یہ حال ہے کہ ایک محبوب کے دو محب ہوں تو دونوں محب آپس میں لڑ لڑ کر مر جاتے ہیں، ایک کہتا ہے یہ میرا محبوب ہے، دوسرا کہتا ہے خبردار اس کو اپنا محبوب نہ کہنا بلکہ وہ تو میرا محبوب ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا محبوب ایسا محبوب ہے کہ ہزاروں اس محبوب کے محب ہیں

ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں کملی والے کے نام پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ اتنے محب ہیں لیکن کبھی آپس میں یہ محب لڑے نہیں، لڑنا تو درکنار کبھی ناراضگی تک کا اظہار تک نہیں کیا کہ ہیں کملی والے کا محبوب اور محب ہوں، میاں تم کسی اور کو اپنا محبوب بنا لو، نہیں بلکہ جو جو کملی والے کی محبت میں گرفتار ہے تو وہ آپس میں بھی حضور علیہ السلام کے صدقے ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنتا جاتا ہے۔ پھر دنیا کے جو محبوب ہوتے ہیں لوگ ان محبوبوں سے صرف جوانی میں محبت کرتے ہیں۔ جب اس محبوب پر بڑھاپا آجاتا ہے تو اس محبوب سے کوئی پیار کرنے والا، کوئی محبت کرنے والا نہیں ملتا۔ لیکن قربان جاؤں کملی والے کی محبوبیت پر حضور علیہ السلام کی محبت ہر آن ہر گھڑی ہر لمحہ بڑھتی جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام جب بچے تھے تب بھی کائنات کے محبوب تھے جب جوان تھے تب بھی آپ کائنات کے محبوب تھے۔ جب بوڑھے ہوئے پھر بھی دنیا والوں کے محبوب تھے اور اب اپنے مزار شریف میں جلوہ فرما ہیں تب پھر بھی کائنات کے محبوب ہیں، ایسے محبوب ہیں کہ مزار شریف پر محبوں کے میلے لگے ہوئے ہیں، انسان تو انسان، فرشتے بھی قدم بوسی کے لئے صبح و شام ستر ستر (۷۰) ہزار کی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں۔ جو ایک مرتبہ آئے گا قیامت تک پھر اس کا نمبر نہیں آئے گا۔

پھر دنیا کے محبوبوں کا یہ حال ہے جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو سارا حسن و جمال ختم ہو جاتا ہے اور ہمارے محبوب آقا علیہ السلام کے حسن کا یہ عالم ہے کہ علامہ معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معارج النبوت رکن سوم ص۱۱۸ میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے چہرۂ انور پر ستر ہزار بشریت کے پردے رب نے ڈالے ہوئے ہیں اگر یہ بشریت کے پردے آپ کے رُخ انور پر نہ ہوتے تو حضور علیہ السلام کا اتنا نور ہوتا کہ چاند سورج کا نور کملی والے کے نور کے سامنے بے نور ہو جاتے۔

مدارج النبوّت شریف کے تکملہ میں شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو فرمایا کہ :-

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ

جب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں ہوتا ہوں اور عالم بشریت کے پردے اتار کر رب کا دیدار کر رہا ہوتا ہوں تو اسوقت میرے دیکھنے کی تاب نہ کسی مقرب فرشتہ میں ہوتی نہ کسی نبی میں اور نہ کسی رسول میں ہوتی ہے۔ ،، اللہ غنی۔

یہ حدیث جواہر البحار دوم ص ۳۲۸ میں بھی ہے اور تفسیر روح البیان پارہ ۲۲ ص ۱۰۵ میں بھی ہے۔ اسلئے مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

نہ رہتی جو پردوں میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

ایک پنجابی شاعر نے اس مقام پر بڑے پیارے چند اشعار فرمائے کہ

جیہڑے محرم راز حقیقت دے
اوہ راز حقیقت کھولدے نئیں
اوہ بول پئے جنہاں ویکھیا نئیں
جنہاں دیکھ لیا اوہ بولدے نئیں
مُکھ نوری بُرقعہ خاکی اے
وِچوں ساری شان لولاکی اے
قُربان پچھانن والیاں توں
گل جان گئے گل کھولدے نئیں

ایک اور شاعر یوں پکار اُٹھا کہ ؎

کہ رُخ تو بے پردہ تھا لیکن حُسن بے پردہ نہ تھا
جو خدا بندوں نے حُسن مُصطفےٰ دیکھنا نہ تھا
حُسن یُوسف سے کہیں بڑھکر تھا حُسن مُصطفےٰ
پر بات یہ تھی کہ اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا

اور دیکھئے کہ دنیا والوں کا یہ قاعدہ ہے کہ ان کے محبوب میں اگر کوئی عیب بھی ہو تو ان کو وہ عیب نظر نہیں آتا۔ مثلاً ایک آدمی ایسا تھا جو ایسے آدمی سے محبت کرتا تھا جو ذرا کُبڑا تھا، جس کی کمر جھکی ہوئی تھی، تو کسی نے اس عاشق اس محبت سے کہا کہ میاں محب صاحب جناب آپ کو پوری دنیا میں اس صاحب کے علاوہ اور کوئی محبوب نظر نہیں آیا۔ نظر آیا تو ایسا جو کہ کُبڑا ہے۔ اس محب نے جلدی سے ایک گلاب کے پھولوں کا ہار لے کر اپنے محبوب کُبڑے کے گلے میں ڈال دیا اور اعتراض کرنے والے سے کہنے لگا کہ میاں معترض تمہیں کیا معلوم ہے میرے محبوب کی کمر اتنی نازک ہے کہ پھولوں کے ہار کا بوجھ بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ حضرات غور فرمایئے اس محبوب کُبڑے کا کُب اس محب کو نظر نہ آیا۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہ اس کُبڑے سے سچی محبّت کرتا تھا۔ لیکن ہمارا محبوب اللہ غنی، ہمارا محبوب تو ہے ہی بے عیب کملی والے کے صحابی حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ۔

خُلقتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آقا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر عیب سے پاک اور بری پیدا فرمایا ہے ـــــ حسّانِ پاکستان جناب محمد اعظم چشتی نے کیا خوب کہا۔

محبُوباں تے نکتہ چینی جیہڑا کرن توں باز نہیں آؤندا
اصل منافق سمجھے اوہنوں جیہڑا جھوٹا پیار جتاؤندا
سانوں دسیا عشق دے مُفتی جیہڑا اُٹھ مُڑاے فرماؤندا

اعظم جتھے دِل لگ جاوے او تھے عیب نظر نہیں آوندا

تو معلوم ہُوا نبی کریم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، محبوب دیئے نہیں جاتے لیکن اللہ پاک نے اپنا محبوب ہمیں دے کر ہم پر احسان کیا یہ تھی پہلی وجہ آئیے اب دوسری وجہ عرض کروں۔ سنیئے!

احسان جتلانے کی دوسری وجہ!

آپ جانتے ہیں کہ ہر انسان نے یہ فانی دنیا چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک رکوع ۳ پارہ ۱۷ میں ارشاد فرماتا ہے

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ط "کہ ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پارہ ۲۸ رکوع ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ۔ "کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو یہ موت تم سے ضرور ملاقات کریگی"

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پارہ ۲۷ رکوع ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ "جو زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور تمہارے ربّ کی ذات جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے"

میرے دوستو! یاد رکھو سب کو فنا ہے۔ سب نے آخر ایک دن مرنا ہے موت کسی کا لحاظ نہیں کرتی، درازئ عمر میں حضرت نوح علیہ السلام ہوں، موت آئے گی رضا جوئی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ خاموشی میں زکریا علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ عزلت میں حضرت یحیٰی علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ حُسن وجمال میں حضرت یوسف علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ گریہ وزاری میں حضرت یعقوب علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ سلطنت وسطوت میں حضرت سلیمان ہوں موت آئے گی

خوش آوازی میں حضرت داؤد علیہ السلام ہوں موت آئے گی، صدق و صفا میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ہوں موت آئے گی۔ عدالت میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ موت آئے گی۔ حیاء میں حضرت سیدنا عثمان غنی ہوں موت آئے گی۔ فلسفہ میں امام غزالی ہوں موت ضرور آئے گی۔ شجاعت میں حضرت علی المرتضیٰ ہوں موت آئے گی۔ فقہ میں امام اعظم موت آئے گی۔ تصوف میں بایزید بسطامی ہوں موت آئے گی۔ سیاحت میں ابن بطوطہ ہوں موت برحق ہے، جہالت میں ابوجہل ہو موت آئے گی۔ شقاوت میں یزید ہو موت آئے گی۔ شہادت میں امام حسین ہوں موت آئے گی۔ موت ہر ایک کو آنی ہے، میاں کوئی انسان ایسا نہیں جس نے ہمیشہ اس دنیا میں رہنا ہو،

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ جنگل میں ایک شیر ہے جوان کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ اور یہ دوڑتے ہوئے آگے جا رہے ہیں کہتے ہیں کہ دوڑتے دوڑتے میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے بڑا پرانا اور اس کی جڑیں بڑی پھیلی ہوئی ہیں اور جڑیں پھیل پھیل کر ساتھ ایک کنواں ہے، اس میں لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اس درخت کی جڑیں پکڑیں اور کنوئیں میں لٹک گیا۔ اب وہ شیر کنوئیں کی منڈیر پر آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ چلو جب تک ان جڑوں کو پکڑے ہوئے ہوں حفاظت میں رہوں گا۔

لیکن پھر فرماتے ہیں کہ جب میں نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا تو ایک بہت بڑا اژدہا اپنا منہ کھولے ہوئے اس انتظار میں ہے کہ یہ گرے اور میں اس کو اپنا نوالہ بناؤں۔ یہ خواب دیکھ کر وہ بزرگ بیدار ہوئے، صبح کسی اللہ والے کے پاس جا کر اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ تو انہوں نے بتایا کہ میاں یہ ایسا خواب ہے جس میں ہر انسان جکڑا ہوا ہے۔ وہ شیر موت کا فرشتہ ہے جو ہر انسان کے پیچھے لگا ہوا ہے وہ کنواں ہے وہ قبر ہے جو ہر انسان کا انتظار کر رہی ہے اور وہ سانپ

عذاب قبر ہے۔ معلوم ہوا ہر انسان نے مرنا ہے لیکن افسوس کہ ہم دنیا کے چکروں میں ایسے پھنسے ہیں کہ ہمیں موت یاد تو کیا، موت کا کبھی خیال تک نہیں آیا۔ یاد رکھو میاں یہ دنیا ہمیں قبر میں کام نہیں آئے گی بلکہ یہ سب کچھ یہیں کا یہیں رہ جائے گا کیوں اس لئے کہ ؎

کسے نال وفا نہ کیتی تے اس دُنیا بے اعتباری
نہ محبوب رہیا کوئی ایتھے تے نہ کسے دی سرداری
ایتھے کسے وی پیر نہ لگے تے سب ٹُر گئے وار و واری
اعظم ایتھے دل نہ لائیں نئیں تے رویں جاندی واری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس انسان کا دل سخت ہو تو وہ مرنے والے کا چہرہ دیکھ لے اس کا دل نرم ہو جائے گا۔ اور وہ تصوّر کرے کہ جس طرح یہ مرگیا ہے اسی طرح ایک دن میں نے بھی دُنیا کو چھوڑ کر چلے جانا ہے تو اس کا دل نرم ہو جائیگا اگر کوئی دشمن مر جائے تو اس کی موت پر بھی افسوس ہی کرنا چاہیئے، خوشی نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ مرنا تو بہر حال سب نے ہے چاہے کوئی دشمن ہو یا سجن۔ میاں محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے تے آخر سجناں دی مر جانا
اُدے دیگر تے دن آیا محمدؔ تے آخر نوں ڈُب جانا

موت تو ہر ایک کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ دیکھو جب موت آتی ہے تو پھر گھر والے کیا کرتے ہیں۔ اگر مرنے والے نے گھڑی پہنی ہوئی ہو تو وہ بھی اتار لیتے ہیں دُنیا میں انسان کے لیئے سب سے بڑی نعمت اولاد ہے، لیکن یہی اولاد مرنے کے بعد چاہتی ہے کہ والدین کو جلدی سے گھر سے نکال کر قبرستان پہنچایا جایا تاکہ ان کی جائداد و مال کمائی آپس میں تقسیم کر لیں۔ معلوم ہوا موت سے تمام دنیاوی نعمتیں انسان

سے چھن جاتی ہیں۔ اولاد چھوٹ جاتی ہے، والدین چھوٹ جاتے ہیں، گھربار چھوٹ جاتا ہے، دوست احباب چھوڑ جاتے ہیں، کوٹھی کار بنگلہ حتیٰ کہ تمام دُنیا کی نعمتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ لیکن امام الانبیاء تاجدار مدینہ سرورِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ہمارے کام آتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف صـ۱۳۷ رونق المجالس میں یہ واقعہ موجود ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا اور اس یہودی کا ایک جوان بیٹا تھا عبد القدوس وہ اکثر وبیشتر کملی والے کی خدمتِ اقدس میں آتا اور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا۔ ایک دن اس یہودی کا وہ لڑکا بیمار ہوگیا اور وہ اتنا شدید بیمار ہوا کہ نزع کی حالت طاری ہوگئی۔ مرنے کا وقت قریب آگیا۔ کملی والے کو پتہ چلا کہ یہودی نوجوان بیمار ہے اور نزع کے عالم میں ہے۔ نبیٔ کریم علیہ السلام اس کی بیمار پُرسی کے لیئے تشریف لے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب نوجوان یہودی کو دیکھا تو اس کی حالت بہت بگڑی ہوئی ہے، نزع کا عالم ہے اور موت سر پر ہے۔ تو میرے آقا نے ازراہ شفقت اُسے کلمہ توحید ورسالت کی تلقین فرمائی۔ اس لڑکے نے اپنے یہودی والد کی طرف دیکھا اور آنکھوں آنکھوں سے مشورہ کیا کہ ابا جان آپ کی کیا رائے ہے۔ کائنات کے سردار میری بھلائی کے لیئے، مجھے جہنم سے بچانے کیلئے جنت دلوانے کے لیئے کلمہ طیبہ پڑھانا چاہتے ہیں تبا تیری کیا رائے ہے۔ تو یہودی باپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! جو مسلمانوں کا رسول فرماتا ہے وہی کر۔ لڑکے نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ ادھر اس نے کلمہ پڑھا ادھر اللہ پاک کے حکم سے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے اس نو مسلم صحابی نوجوان کی روح کو قبض کرلیا۔ نبیٔ کریم علیہ السلام اس کے پاس نکلے یعنی اُٹھے اور فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ "شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچالیا۔"

پھر نبی کریم علیہ السلام نے بذات خود اپنے مقدس ہاتھوں سے اس نو مسلم صحابی نوجوان کو غسل دیا اور اپنے دست انور سے کفن دیا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ہی دفن کیا۔ قربان جاؤں اے نومسلم صحابی تیری قسمت پر نثار جاؤں، تیری جوتیوں کے فدا ہو جاؤں تیرے مقدر پر کہ تجھے اس آقا نے اپنے ہاتھوں سے غسل و کفن دفن کیا۔ جس آقا کے پیروں کو چومنے کے لئے جبرئیل جیسے فرشتے بھی فخر کریں، اس نومسلم صحابی کا جنازہ اٹھا نبی کریم علیہ السلام کے مقدس صحابہ کرام اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے تو کملی والے آقا بھی جنازے کے ساتھ ساتھ چلے۔ سارے صحابہ کرام تو بڑے اطمینان کے ساتھ جنازے کے ساتھ جا رہے ہیں لیکن کائنات کا سردار اپنے پاؤں مقدس کے پنجوں کے بل چلتا جا رہا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب اپنے آقا کو پیروں کے پنجوں کے بل چلتے ہوئے اور ایڑیاں اٹھا کر چلتے ہوئے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسطرح کیوں چل رہے ہیں۔ کملی والے آقا نے فرمایا کہ میرے صحابیوں میرے اس نومسلم صحابی کے جنازے میں اتنے فرشتے نازل ہوئے ہیں کہ میرے پاؤں رکھنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرشتے کس لیئے نازل ہوئے ہیں۔ کملی والے نے فرمایا! میرے اس نومسلم صحابی کا جنازہ پڑھنے کے لیئے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ اے آقا اس نوجوان نومسلم کو یہ فضیلت کس وجہ سے ملی ہے۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے غلامو یہ مقام میرے اس نومسلم کو اسلیئے ملا ہے کہ اس نے میرے کہنے پر آخری مرتبہ پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور جو آدمی یہ کلمہ پڑھ کے مرتا ہے اگر وہ کافر ہو تو مسلمان ہو جائے گا۔ اور ساتھ ساتھ یہ کلمہ اس کے سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دے گا۔

اِنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ قَبْلَہٗ۔ "بیشک اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے"

چونکہ اس نوجوان نے میرا کلمہ پڑھ لیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسکے سارے گناہوں کو مٹا دیا۔

سبحان اللہ! دیکھو میاں کملی والا اس نوجوان یہودی کے لئے کتنی بڑی نعمت ثابت ہوئے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ کملی والے کا جو سچا محبؐ ہوتا ہے، جب وہ دنیا سے جانے لگتا ہے، اس کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو کملی والا خود چل کر جسمانی طور پر اس محب کو اپنا دیدار کراتا ہے اور مرنے والا سچا عاشق اپنے عزیزوں کو کہتا ہے لوگو ہٹ جاؤ۔ مجھے اپنی آنکھوں کی پلکوں کو بچانے دو میرا مدینے والا حبیب آگیا ہے، چنانچہ چند سال پہلے ۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء کو خطیب پاکستان، سُنیوں کے دل کی آواز بریلویوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک میرے پیر بھائی قبلہ حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کا وقت قریب آیا تو قبلہ محمد شفیع صاحب کراچی کے ایک مقامی ہسپتال میں دل کا دورہ پڑنے سے زیر علاج ہیں لیکن موت نے آگھیرا، اُدھر وصال کا وقت ہے لوگ بُلا رہے ہیں۔ جو پاس ہیں۔ لیکن محمد شفیع صاحب قبلہ بولتے نہیں۔ اچانک ہسپتال میں آنکھ کھولی اور چارپائی پر سیدھے بیٹھ کر سر جھکا کر کہنے لگے، میرے آقا، میرے مدینے والے سرکار میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا بہت بہت شکریہ کہ مرتے مرتے دیدار نصیب کر دیا۔ پھر چارپائی پر لیٹے اور کلمہ شریف کا ورد کرتے کرتے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ہزار رحمتیں ہوں محمد شفیع تیرے مزار پر کہ تو چلا گیا لیکن کراچی کو سُنیوں کا گڑھ بناتا گیا۔ دعا کرو کہ مولا ہمیں بھی مرتے وقت کملی والے کا دیدار نصیب فرمائے۔ آمین۔ ثم۔ آمین۔ محمد علی ظہوری نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

آخر ویلے میریاں اکھیاں نے راہ تکناں ای تیرا
تیرا کجھ نہیں جاندا آقا جیکر توں پا جاویں اِک پھیرا
جے توں سر تے آن کھلویں تے پردہ رہ جائے میرا
سَوکھا نکلے ساہ ظہوری تے دیکھ لواں مُکھ تیرا

علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ امیر تیمور جو بڑا ظالم بادشاہ تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کا چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا اور ساتھ ہی وہ بیہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس کو ہوش آیا تو اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ سیاہی، سفیدی میں تبدیل ہو چکی تھی، جو لوگ پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ تیرے چہرے کا رنگ پہلے کالا کیوں ہو گیا تھا اب سفید کیوں ہو گیا ہے۔

امیر تیمور نے کہا جو کہ بڑا ظالم بادشاہ تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ کملی والے کی اہلبیت سے بھی بڑی محبت کرتا تھا کہ لوگو سنو میرا چہرہ گناہوں کی وجہ سے، ظلم کی وجہ سے کالا ہو گیا تھا۔ اور اسی دوران میں بیہوش ہوا تو میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میرے پاس جہنم کے عذاب کے فرشتے آئے اور میری روح کو قبض کرنے اور جہنم میں لے جانے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ میں کانپ رہا ہوں کہ اب میری خیر نہیں اتنے میں، میں نے کیا دیکھا کہ نبی کریم علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا کہ او عذاب کے فرشتو! چلے جاؤ یہاں سے۔ یہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ فرشتوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بڑا ظالم ہے۔ اس نے بڑے بڑے ظلم کئے ہیں، لہذا یہ جہنم میں ہی جائے گا۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ او اللہ پاک کے فرشتو! یہ ٹھیک ہے کہ یہ ظالم تھا جابر تھا لیکن میری اہلبیت سے یہ محبت بھی کرتا تھا اس واسطے یہ دوزخ میں نہیں جا سکتا بلکہ یہ تو جنت میں جائے گا۔ کملی والے نے پھر اپنا بے مثل ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا میرا کالا چہرہ سفید ہو گیا — اللہ غنی۔

دِلّورام کوثری

ہندوستان کے مشہور شہر دارالخلافہ دہلی میں ایک ہندو رہتا تھا جس کا نام تھا دِلّو رام کوثری وہ تھا تو ہندو لیکن نعتیں لکھتا۔ ہمارے پیارے آقا و مولا سید المرسلین رحمتہ للعالمین صلی

اللہ علیہ وسلم کی نعتیں لکھتا اور مسلمانوں کے جلسوں میں نعتیں پڑھتا۔ بہت بڑا شاعر تھا۔
جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کی روح نہیں نکلتی تھی تو اس کے گھر والوں نے
کہا کہ دلّو تیری روح نہیں نکلتی تو انہونی کہہ لے۔ ہندو لوگ ہمارے کلمہ شریف کو انہونی
کہتے ہیں تاکہ تیری روح آسانی سے نکل جائے۔ تو دلّو رام نے گھر والوں کو کہا کہ اچھا تم لوگ
میرے کمرے سے باہر نکل جاؤ۔ تمام ہندو اس کے کمرے سے اُٹھ کر باہر چلے گئے اُس
نے کمرہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر گذری کہ ہندوؤں نے کیا دیکھا کہ جس کمرے میں دلّو رام لیٹا
ہُوا ہے وہ کمرہ نور سے منوّر ہے کیونکہ دلّو رام کے کمرے میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لائے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ دلّو رام کو تیری تُو نے ساری عمر ہماری نعتیں
پڑھی ہیں جلدی کر اب میرا کلمہ بھی پڑھ لے میں تمہیں کلمہ پڑھا کے جنت کا وارث بنانے
آیا ہوں۔ اس نے کلمہ شریف پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس نے مرنے سے پہلے ایک شعر
پڑھا۔ شعر کا مفہوم یہ تھا کہ ہندوؤں کے نزدیک گنگا کا پانی بڑا متبرک ہے اور مسلمانوں
کے ہاں زمزم شریف کا پانی بڑا متبرک ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پہلے میں ہندو تھا تو گنگا کا
پانی متبرک سمجھتا تھا۔ اب مسلمان ہو گیا ہوں تو کوثر کا زمزم کا پانی متبرک سمجھتا ہوں وہ کہنے لگا
کہ ؎

جو گنگا سے پھسلا تو کوثر میں نکلا
مجھے ربّ نے پانی ہی پانی میں رکھا

پھر کلمہ پڑھتا پڑھتا فوت ہو گیا۔ ہندوؤں نے دروازہ کھولا تو شعر پاس لکھا ہوا پڑا
تھا لیکن دلّو رام کی روح پرواز کر چکی تھی۔ ہندوؤں نے اپنے مذہب کے مطابق دلّو
کا جنازہ تیار کر کے نیچے اوپر لکڑیاں رکھیں اور درمیان میں دلّو رام کی میّت رکھی اُوپر
ایک دیسی گھی کا ٹین ڈالا اور آگ لگا دی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ اُوپر والی لکڑیاں
جل گئیں اور نیچے والی بھی جل گئیں لیکن دلّو رام کوثری کا ایک بال بھی آگ نہ جلا سکی میاں
یہ تو دُنیا کی آگ تھی، خدا کی قسم کملی والے کے عاشقوں کو تو جہنم کی بھی آگ نہیں جلا سکتی اسلیئے

کسی شاعر نے بڑی پیاری بات کہی کہ ؎

حرام اس پر ہو جائے نارِ جہنم
پڑھے صدق دل سے جو کلمہ تمہارا
اور قیامت میں چھوٹیں گے سستے وہ تاجر
جنہوں نے خریدا ہے سودا تمہارا

ہمارا نبی وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو ہمیں موت کے وقت بھی نہیں چھوڑتا ساری دنیا میں نعمتیں رہ جاتی ہیں، اولاد، بیوی، گھر بار، عزیز رشتے دار کارخانہ دار۔ بلیں، فیکٹریاں۔ بولو ان میں سے کوئی نعمت بھی ہمارے ساتھ قبر میں جاتی ہے؟ نہیں۔ لیکن ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں بھی ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف صـ۲۴ میں یہ حدیث موجود ہے کہ جب بندہ مرجاتا ہے اور قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو مرنے والے کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں سوال کرتے ہیں کہ مَنْ رَّبُّكَ بتا تیرا ربّ کون ہے؟ مَا دِیْنُكَ تیرا دین کیا ہے؟ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ پھر فرشتے کملی والے کی زیارت کرواکر مُردے سے پوچھتے ہیں بتا اس پاک صورت والے کو تو دُنیا میں کیا کہتا تھا۔ یہی حدیث بخاری شریف جلد اوّل صـ۱۸۳ میں بھی ہے۔

بولو قبر میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے کہ نہیں؟ ہوتی ہے جب زیارت ہوتی ہے تو مومن زیارت کرکے یوں کہتا ہے کہ ؎

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں میں گروں
فرشتے گر مجھ سے پوچھیں تو میں ان سے یوں کہوں
کہ میں اب پائے ناز سے اے فرشتو کیوں اُٹھوں
مر کے پہنچا ہوں میں یہاں اس دلربا کے واسطے

اور اعلیحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

قبریں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہو گی جب طلعت رسول اللہ کی
ٹوٹ جائیں گے گناہ گاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

میرے دوستو بتاؤ جو دنیا کی نعمتیں قبر میں کام نہیں آتیں کیا وہ قیامت میں کام آئیں گی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

پارہ ۳۰ سورۃ عبس آیت ۳۴

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ ٥ قیامت کے دن انسان اپنے بھائی سے بھاگے وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ۔ گا، ماں اور باپ سے بھاگے بولو کوئی کسی کے کام آئے گا۔؟ نہیں، انسان دنیا میں اپنی بیوی سے اولاد سے بڑی محبت کرتا ہے، ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کرتا ہے لیکن کل یہی بیوی کہے گی کہ میرے سرتاج دنیا میں تم میرے لیئے بڑی اچھی زندگی گذاری تھی آج بھی مہربانی کرو اور ایک نیکی دے دو۔ خاوند کہے گا بیگم صاحبہ یہ دنیا نہیں یہ قیامت ہے۔ یہ دنیا کا دربار نہیں، یہ اللہ پاک کا دربار ہے میں اگر ایک نیکی تمہیں دے دوں تو میرا کیا بنے گا جا کوئی اور جگہ تلاش کر میں نیکی نہیں دے سکتا۔ میں خود پریشان ہوں، میرا کیا بنے گا، تو اپنا رونا رو رہی ہے۔ دنیا میں تو میں نے تمہیں حرام، رشوت، ناجائز دولت سے مالا مال کیا تھا لیکن یہاں آج میں خود پھنس گیا ہوں۔ میرے دوستو! دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں حرام، رشوت کی لعنت سے بچائے اور خاص کر رشوت کی لعنت کو ہمارے ملک پاکستان سے دور فرمائے۔ یاد رکھو جس ملک میں رشوت ہو گی وہاں انصاف نہیں ہو گا اور جس ملک میں انصاف ہو گا۔

وہاں رشوت نہیں ہو گی ۔

رشوت اور ہمارا ملک

بدقسمتی سے ہمارے ملک پاکستان میں اتنی رشوت گھر کر چکی ہے کہ ہر سرکاری کرسی پر بیٹھنے والا اس لعنت میں گرفتار ہے اور اس لعنت میں سرفہرست ہمارے ملک پاکستان کی محبوب پولیس ہے جو راتوں کو شہروں کے چوکوں پر کھڑی ہوتی ہے ہر آنے جانے والے شریف شہریوں کو تنگ کرتی ہے، چوروں کو نہیں پکڑتی، ڈاکوؤں کلاشنکوف دکھا کر چلے جاتے ہیں ان کو نہیں پکڑتی ۔ شرپسند عناصر کو کچھ نہیں کہتی لیکن شریف آدمیوں کو روک لیں گے ۔ اگر وہ شریف آدمی گاڑی پر ہیں تو پولیس والے کہیں گے نیچے اترو، گاڑی کی تلاشی دو ڈگی کھولو ۔ اگر کچھ نہیں نکلا تو خود ہی چرس یا ہیروئن رکھ کر اس شریف آدمی کو پھنسانے کی خاطر پھانس کر ساری رقم لوٹ کر گالیاں دے کر وہاں سے بھگا دیں گے ۔ اللہ محفوظ فرمائے اس بری لعنت سے ۔

اکبر الہ آبادی کا زمانہ تھا ۔ کسی تھانیدار نے ایک کوٹھی بنوائی ۔ اس کی رسم افتتاح پر اس نے بڑے بڑے وزراء، سفراء، امراء کو بلایا اور اکبر الہ آبادی کو بھی اس کو تول نے دعوت دی کیونکہ آپ الہ آباد کورٹ میں جج تھے ۔ یہ اکبر الہ آبادی طنزیہ شعر بھی کہا کرتے تھے ۔ جب سارے مہمان آگئے اور اکبر الہ آبادی بھی آگیا تو تھانیدار نے کہا کہ جناب یہ میری کوٹھی دیکھی ہے ذرا اس کی مناسبت سے دو شعر ہی کہہ ڈالیے تاکہ میری شان بڑھ جائے اگر اس جگہ آجکل کا کوئی شاعر ہوتا تو وہ زمین و آسمان کے قلابے تھانیدار کی کوٹھی میں ملا دیتا لیکن یہ اکبر الہ آبادی تھا ۔ نڈر اور جج ۔ اس نے کہا کہ تھانیدار جی بہتر تو یہ تھا کہ آپ مجھے شعروں کے لیے نہ ہی کہتے ۔ اگر کہہ ہی دیا ہے تو سنیئے اور مہمانوں کو بھی جمع کر کے یہ سنواؤ، مہمان اکٹھے ہو گئے تھانیدار کی باچھیں کھل اٹھیں کہ اب میری شان کے قصیدے جو اکبر الہ آبادی پڑھنے لگا ہے اکبر صاحب نے فرمایا ۔ کہ

یہ جو کوٹھی جو تم کو نظر آ رہی ہے

یہ اپنی اداؤں پہ اِترا رہی ہے

اگر اس کے گملے کے پھولوں کو سونگھو

تو خونِ غریباں کی بُو آ رہی ہے۔

تو خیر عرض یہ کر رہا تھا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں قیامت میں کام نہیں آئے گی۔ لیکن ہمارا محسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم نعمت ہیں کہ قیامت میں بھی کام آئیں گے۔ سارے نبی قیامت میں نفسی نفسی فرمائیں گے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اُمتی، اُمتی فرمائیں گے، کبھی حشر کے میدان میں، کبھی پُل صراط پر کبھی عدل کے ترازو کے پاس کبھی حوضِ کوثر کے پاس، کبھی جنّت کی چوکھٹ کے پاس، کبھی ربّ کے دربار میں۔ غرضیکہ حشر میں جدھر دیکھیں گے، کملی والا! اپنی اُمّت کو بخشوانے کی فکر میں مصروف ہوگا کہ کسی طرح میری اُمّت بخشی جائے۔ قربان جاؤں کملی والے کی نعلینِ پاک پر جن کو اللہ پاک نے دین و دُنیا حشر کا عظیم ترین انعام بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ تھی دوسری وجہ، اب آئیے تیسری وجہ عرض کروں تو سُنیئے!

احسان جتلانے کی تیسری وجہ!

حضرات محترم! دیکھئے! احسان جتلانے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نور ہیں، نور ہی نہیں بلکہ نورٌ علیٰ نور ہیں۔ لیکن اللہ پاک نے مسلمان پر کتنا احسان فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر کتنا انعام فرمایا کہ اپنے نوری رسول اپنے نوری نبی کو اپنے نوری پیغمبر کو اپنے نوری حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کائناتِ زمین پر مبعوث فرمایا تو اسی نوری حبیب کو جامۂ بشریت، لباس بشری میں مبعوث فرمایا۔ لباسِ بشری میں اپنے محبوب کو اگر سبلِم یزل نہ مبعوث فرماتا تو کوئی انسان کملی والے کا نہ دیدار کرسکتا نہ ہی فیض حاصل کرسکتا۔

اور نہ عرب کے بھٹکے ہوئے انسان دنیائے انسانیت کے لیئے رہبر کے طور پر سامنے آتے

بلکہ کملی والا اگر اپنی نوری صورت میں تشریف لاتا تو خدا کی قسم، ابوبکر، صدیق نہ بنتے،

عمر۔ فاروق اعظم نہ بنتے۔ عثمان، ذوالنورین نہ بنتے۔ علی، شیر خدا نہ بنتے، بلال

موذنوں کے سردار نہ بنتے۔ حسین، شہیدوں کے سردار نہ بنتے۔ عبدالقادر جیلانی

ولیوں کے پیشوا نہ بنتے۔ یہ سب صدقہ ہے محبوب کریم کی بشریت کا کہ ؎

جِتھوں لگ دا گیا رنگ لاندا گیا

اے سوہنا رب دا حبیب

جِتھوں لگ دا گیا رنگ لاندا گیا

اے ساری اُمت دا طبیب

جِتھوں لگ دا گیا رنگ لاندا گیا

میڈھے عبداللہ دا بچن

یارو دُکھیا ندا سجّن

کیویں توحید نوں ورتیندا گیا

جِتھوں ٹُردا گیا رنگ لیندا گیا

لیکن افسوس کہ بعض لوگوں نے نبی کریم علیہ السلام کی ظاہری بشری لباس کو دیکھ کر

حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانا، ایسے ہی جیسے چوروں نے محمود غزنوی رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کو سادے لباس میں دیکھکر اپنا جیسا سمجھ لیا۔ چنانچہ مولانا جلال الدین

رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثنوی شریف میں محمود غزنوی اور چوروں کے واقعات کو

بڑے اچھے انداز میں پیش فرمایا۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ

علیہ کی یہ عادت تھی کہ وہ رات کو اپنا بھیس بدل کر اپنے شہر کی گشت فرمایا کرتے تھے

ساری دُنیا سو جاتی لیکن یہ مرد قلندر، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی سنّت کو تازہ

کرنے کے لیئے پوری رات جاگا کرتا ایک رات محمود غزنوی اپنی عادت کے مطابق اپنا بھیس بدل کر شہر کی گشت کر رہے تھے کہ آپ نے شہر کے ایک چوک پر چند چوروں کو دیکھا جو آپس میں چوری کے سلسلے میں مشورے کر رہے تھے کہ کس کے گھر آج ڈاکہ ڈالا جائے اچانک ان کی نظر سلطان محمود پر پڑی تو وہ بھاگنے لگے۔ تو سلطان نے دیکھا کہ یہ تو ہاتھ سے نکل رہے ہیں تو آپ نے دُور سے فرمایا کہ آؤ اللہ کے بندو ٹھہرو ڈرو نہیں اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ چوروں نے جب یہ آواز سُنی تو وہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا یہ معنی سمجھ بیٹھے کہ یہ بھی کوئی ہماری مثل چور ہے، چنانچہ وہ اس غلط ترجمہ پر مطمئن ہو کر وہیں رُک گئے۔ اُدھر سلطان محمود بھی تشریف لے آئے کیا دیکھا کہ وہ چار چور ہیں۔ سلطان نے ان سے آن کر دریافت کیا کہ تم مجھے دیکھ کر بھاگے کیوں تھے؟ وہ بولے کہ ہم نے سمجھا کوئی سپاہی یا چوکیدار ہے اسلیئے ہم نے بھاگنے کی کوشش کی۔

سلطان نے فرمایا کہ پھر بیٹھ کیوں گئے ہو اور رک کیوں گئے ہو؟ وہ بولے تم نے جو کہا ہے کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ سلطان نے فرمایا تم نے اس کا کیا مقصد سمجھا؟ وہ بولے یہی کہ تم بھی ہماری مثل چور ہی ہو۔ حضرات غور فرمائیں غلط ترجمے کا کتنا نقصان ہے۔ بہر حال سلطان نے پھر ان سے پوچھا کہ تم آدھی رات کے وقت گھر سے کیوں نکلے ہو؟ تو وہ بولے! کہ اسی غرض کے لیئے جس غرض کے لئے تم نکلے ہو؟ لیجئے اور سُنیئے ان لوگوں کی غلط فہمی، اُن چوروں نے سمجھا کہ ہم چوری کی غرض سے جو نکلے ہیں تو یہ بھی چوری کی غرض سے نکلا ہے؛ حالانکہ میرے دوستو گھر سے تو وہ بھی نکلے تھے اور یہ بھی، لیکن ان کا نکلنا اور مقصد کے لیئے تھا وہ نکلے تھے چوری کی غرض سے اور یہ نکلے تھے رعایا کی حفاظت کے لیئے۔ بلا شبہ و بلا مثال۔ کھایا ہم نے بھی ہے اور کھایا کملی والے نے بھی، لیکن ہمارے کھانے کا مقصد اور ہے اور حضور اکرم علیہ السلام کے کھانے کا مقصد اور ہے۔ ہم کھاتے ہیں، پیتے ہیں جینے کے لئے، حضور علیہ السلام نے کھایا پیا

ہمیں کھانا پینا سکھانے کے لئے۔ ہم نہ کھائیں پئیں تو مرتے ہیں اور حضور علیہ السلام نہ کھاتے پیتے تو ہم پر یہ کھانا پینا جائز کیسے ہوتا اور کھانے پینے کے آداب کون سکھاتا پس حضور علیہ السلام نے بھی کھایا پیا اور ہم نے بھی کھایا پیا۔ لیکن فرق بڑا ہے، کتنا فرق ہے؟ کہ

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

ہم کھاتے پیتے ہیں تو اس کی نجاست بن جاتی ہے اور کملی والے کھاتے تو وہ نورِ خدا بن جاتا تھا۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ چوروں نے سلطان سے کہا کہ ہم بھی اس غرض سے نکلے ہیں جس غرض سے آپ نکلے ہیں۔ سلطان نے فرمایا کہ بتاؤ آج کس کے گھر کو لوٹا جائے۔ وہ بولے کہ آج تم بتاؤ کہ کس کا گھر لوٹیں۔ سلطان نے کہا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آج سلطان محمود غزنوی کے گھر ڈاکہ ڈالا جائے وہاں سے بڑا خزانہ ہاتھ آئے گا جو عمر بھر کے لیے ہمیں دُنیا سے بے نیاز کر دے گا۔ چور یہ سُن کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ یار تم تو بڑے دِل گُردے کے مالک ہو اور بہت بڑے نڈر اور دلیر ہو کر شاہی محل میں بھی چوری کرنے سے نہیں ڈرتے۔ لو تم آج سے ہمارے سردار ہو اور ہم تمہارے تابعدار ہیں۔ لیکن یہ کام بڑا مشکل ہے۔ سلطان نے کہا کہ تم ڈرو نہیں میں جو تمہارے ساتھ ہوں، جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ چوروں نے کہا کہ اچھا ہم تمہارے پیچھے پیچھے ہیں، جہاں چاہو لے چلو۔ دیکھا آپ نے کہ انہوں نے سلطان کو دلیر بھی کہا، تعریف بھی کی اور اس کے پیچھے پیچھے چل کر متبع بھی بن گئے۔ لیکن کیا فائدہ سلطان کو سمجھتے وہ اپنی مثل ہی رہے۔ بہر حال وہ لوگ اُٹھے تو سلطان نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو اتنا عرصہ ہو گیا ہے چوری کرتے ہوئے کوئی اپنے اندر کمال بھی رکھتے ہو یا ایسے ہی نام کے چور ہو۔ چوروں نے کہا کہ سردار ہمارے اندر ایک ایک خصوصیت پائی جاتی ہے پھر ان میں سے ایک چور بولا کہ مجھ میں یہ کمال ہے کہ میں اندھیری رات میں بھی کسی کو ایک بار دیکھ

لوں تو دن کو بغیر کسی پریشانی کے میں اُسے پہچان لیتا ہوں۔ دوسرا بولا کہ میرے اندر یہ کمال ہے کہ میرے بازوؤں میں اتنی قوت ہے کہ محل چاہے کتنا اونچا کیوں نہ ہو میری پھینکی ہوئی کمند محل کے کنگرے یعنی کنارے کو پکڑ لیتی ہے اور ہم با آسانی اوپر چڑھ سکتے ہیں۔ تیسرے نے کہا کہ مجھے یہ کمال حاصل ہے کہ خزانہ زمین کے جس حصّہ میں دبایا گیا ہو میں اپنی ناک سے مٹی کو سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اسمیں خزانہ دبایا گیا ہے۔ چوتھا بولا کہ میرے اندر یہ کمال ہے کہ چوروں کو دیکھ کر جو کُتے بھونکتے ہیں میرے کانوں کو یہ کمال حاصل ہے کہ میں کُتّے کی آواز کو سن کر سمجھ جاتا ہوں کہ یہ کُتّا کیا کہتا ہے۔

اب ان چاروں چوروں نے سلطان سے کہا کہ سردار آپ کا کیا کمال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اندر یہ کمال ہے کہ اگر مجرم قید میں ہو اور جلاد انہیں تختۂ دار پر قتل کرنے کے لیئے تیار کھڑا ہو اور میں داڑھی ہلا دوں تو سارے مجرم قید سے رہا ہو جائیں اور مرنے سے بچ جائیں۔ سبحان اللہ! کیا بات فرمائی۔ بلاتشبیہ بلامثال۔ کل قیامت کے دن جب گناہ گار گرفت میں آجائیں گے تو میرا کملی والا اپنی مرحوم امت کو قید میں دیکھے گا تو اپنی داڑھی مبارک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کے لیئے ہلائے گا۔ تو تمام گناہگاروں کی سزائیں جزاؤں میں بدل جائیں گی۔ جہنم کے بدلے جنّت مل جائے گی۔ انشاءاللہ

چوروں نے جب سلطان کا کمال سُنا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ واہ کیا کمال ہے، واقعی تمہارا کمال سب سے بڑا کمال ہے۔ اسی لیئے ہم نے تمہاری سرداری کو متفقہ طور پر قبول کر لیا ہے کہ تیرا وجود ہماری رہائی کا ضامن ہوگا۔ اب سب آگے چلے۔ راستے میں ایک کُتّے نے انہیں دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا۔ وہ چور جسے کُتّے کی زبان سمجھنے کا کمال حاصل تھا اس سے پوچھنے لگے کہ بتا یہ کُتّا کیا کہہ رہا ہے؟ وہ بولا بھائیو جو کچھ کُتّا کہہ رہا ہے میں خود بڑا حیران ہوں کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ تم بھی سنو گے تو یقین نہیں کرو گے مگر خدا کی قسم کُتّا جو کچھ کہہ رہا ہے میں سمجھ رہا ہوں، وہ بولے بتاؤ تو

سبھی کتا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہ سنو یہ کہتا ہے کہ ان پانچ میں خود بادشاہ بھی موجود ہے۔ سارے ہنسنے لگے اور بولے بے وقوف کہیں کا بادشاہ اور ہم میں؟ یہ کیسے ہو سکتا؟ اس نے کہا کہ ہنسو یا مجھے بیوقوف کہو بہر حال کتا یہی کہہ رہا ہے جو میں نے تمہیں بتایا ہے کہ ان پانچوں میں خود بادشاہ بھی موجود ہے۔ ان سب نے کہا ممکن ہے کتے کا مقصد یہ ہو کہ یہ شاہی خزانے کو لوٹنے جا رہے ہیں۔ پانچوں میں ایک کیا کل ہم پانچوں ہی بادشاہ ہوں گے۔ وہ بولا تم جو مرضی تاویل کرو، جو مرضی سمجھو۔ مگر کتا یہی کہہ رہا ہے جو میں نے بتایا ہے۔ آگے بڑھے تو شاہی محل کے پاس پہنچ کر کمند ڈالنے والے نے کمند ڈالی اور سب اوپر چڑھ گئے۔ اب سونگھنے والے نے سونگھ کر شاہی محل کا جتنا بھی خزانہ تھا معلوم کر لیا۔ خزانہ لوٹ کر اسی کمند کے ذریعہ محل سے باہر نکل آئے اور شہر سے باہر کسی ویران جگہ میں بیٹھ کر خزانے کی تقسیم کرنے لگے۔

سلطان محمود نے کہا کہ دیکھو تم مجھے سردار تو تسلیم کر چکے ہی ہو، میری بات سنو اور مانو اور فی الحال خزانے کی تقسیم ملتوی کر دو کیونکہ اگر خزانہ تقسیم کر کے اپنے اپنے حصے کا مال ہم اپنے اپنے گھروں کو لے گئے تو جب صبح کو شاہی خزانے کی چوری کا پتہ چلا تو ممکن ہے کہ بادشاہ چور پکڑنے کی جو تدابیر اختیار کرے ان میں ایک تدبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سارے شہر کی تلاشی لی جائے تاکہ چور اگر شہر ہی میں ہوں تو ان کے گھروں سے مال برآمد ہو سکے اور پکڑے جا سکیں۔ ہم اگر اپنا اپنا حصہ گھر لے گئے تو بہت ممکن ہے کہ کل ہم پکڑے جائیں۔ اسلئے کچھ دن صبر کرو اور خزانہ یہیں زمین میں کھود کر دفن کر دو۔ پھر کھود کر آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ سب نے کہا کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ سلطان نے کہا ذرا اپنے اپنے گھر کے پتے دے دو تاکہ تقسیم خزانہ کے وقت تمہیں تلاش کرنے میں مشکل نہ پیش آئے۔ سب نے اپنے اپنے پتے سلطان کو دے دیئے اور پھر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ صبح سلطان نے اٹھتے ہی پولیس والوں کو وہ چاروں پتے دیدیئے اور چاروں کو گرفتار کرا لیا۔

وہ چاروں چور بڑے حیران ہوئے کہ یہ قصّہ کیا ہے، ہماری مخبری کس نے کی ہے؟ ہم چاروں تو پکڑے گئے۔ مگر ہمارا سردار گرفتار نہیں ہوا۔ یہ چکر کیا ہے؟ عدالت میں پیش ہوئے تو شاہی مجرم ہونے کی بنا پر اُنہیں پھانسی کا حکم سنا دیا گیا۔ اب تو وہ بہت گھبرائے اور اپنے سردار کو یاد کر کے اور بھی پریشان ہوئے کہ اب وہ سارے خزانے کا خود ہی مالک بن بیٹھے گا۔ جب اُن کی سزائے موت کا وقت قریب آیا تو جلّاد ان چوروں کو تختہ دار پر لے جانے لگا تو سلطان محمود نے حکم دیا کہ ان چاروں چوروں کو میرے حضور پیش کرو تاکہ یہ اپنی آخری خواہش ہمیں بتا سکیں اور ہم اس کو پورا کر سکیں۔ چاروں چور سلطان محمود کے دربار میں سر جھکائے حاضر ہوئے۔ سلطان نے تاج شاہی لباس پہنا ہُوا تھا اور بڑے دبدبے کے ساتھ تخت پر رونق افروز تھے۔ وہ چور جسے یہ کمال حاصل تھا کہ اندھیرے رات میں جسے ایک بار دیکھ لے وہ صبح بغیر پریشانی کے اُسے پہچان لے گا۔ اس نے غور سے سلطان کے چہرے کو دیکھا تو پہچان گیا اور دوسرے ساتھی کے کان میں کہنے لگا کہ میاں رات کو کتا سچ ہی کہہ رہا تھا کہ ان پانچوں میں بادشاہ بھی ہے یہ سامنے جو تخت پر بیٹھا ہے یہی تھا ہمارے ساتھ رات کو۔ ساتھی نے کہا ارے بے وقوف کیا بکتے ہو۔ رات کو ایک نے کُتّے کی زبان کا ترجمہ کر کے چور کو بادشاہ بنا دیا اور اس وقت تم بادشاہ کو چور بتا رہے ہو۔ ان کی کھسر پھسر سے بادشاہ نے کہا کہ یہ آپس میں کیا باتیں کر رہے ہیں؟ رات کو پہچاننے والے چور نے آگے بڑھ کر کہا کہ سردار اب اپنی داڑھی کب ہلاؤ گے؟ کیا اس وقت جب ہم پھانسی پر لٹکا دیئے جائیں گے۔ سردار جی! ہم نے اپنے اپنے کمال دکھا دیئے ہیں اب آپ بھی اپنا کمال دکھائیں اور ہمیں پھانسی سے نجات دلوائیں۔ سلطان محمود یہ سن کر ہنس پڑا اور فرمایا پہچان گئے ہو وہ بولا۔ حضور۔ ہاں! واقعی رات کو آپ ہمارے ساتھ تھے۔ ہم میں حاضر و ناظر تھے مگر ہم نے نہ آپ کو سمجھا۔ سلطان نے فرمایا۔ لو اپنی داڑھی میں ہلاتا ہوں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ وہ سارے چور سلطان کے قدموں میں جھک گئے، سچی توبہ کر کے اللہ پاک کے ولی بن گئے۔

میرے دوستو! سوچو اگر رات کو سلطان محمود اپنی اصلی شکل میں آتا اور نہ ان سے یوں کہتا کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ تو اس صورت میں کیا چور وہیں بیٹھے رہتے؟ ہرگز نہیں وہ بھاگ جاتے اور کبھی چوری ترک کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ سلطان نے ان پر کرم کیا اور زبان سے کہا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ پھر رات بھر ان میں موجود بھی رہے پھر صبح انہیں موقع دے کر ان سے توبہ کرائی اور اللہ کے مقبولوں میں بنا دیا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا کرم فرمایا، بڑا احسان کیا کہ محبوب کے چہرے پر اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کے پردے ڈالے اور فرمایا میرے حبیب ان چوروں، کافروں کی اصلاح کے لئے تشریف لے جائیے۔ پیارے بشریت کا پردہ پہن کر جاؤ تاکہ یہ تم سے مانوس ہو جائیں۔ تمہارے پاس بیٹھیں، تم سے مستفیض ہو سکیں، جہنم سے نکل کر جنّت کے وارث بن سکیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ۔ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مولا کریم ہمیں اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق فرمائے آمین بجاہِ النبیّ الامینؐ۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھا وعظ مبارک

سراپا نور مقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِهٖ وَ اَهْلِ سُنَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِیْنٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ (پارہ ۶ رکوع ۷)

ترجمہ: ”تحقیق تمہارے پاس اللہ پاک کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی۔“

حضرات محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں سید المرسلین رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدِ پاک کا اور قرآنِ مقدس کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ "بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب آئی۔"

کتاب مبین سے تو ہمیں پتہ چل گیا کہ اس مراد ہے قرآن پاک، لیکن نور سے مراد کون ہے یہ بات واضح نہیں۔ تو قرآن پاک تفاسیر پڑھنے سے پتہ چلا کہ نور سے مراد ہے جناب رسالتمآب سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن میرے دوستو! بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ نور سے مراد بھی قرآن پاک ہے اور کتاب مبین سے مراد بھی قرآن مقدس ہے۔ یاد رکھو یہ بات بالکل غلط ہے۔ وہ کیسے؟ سُنیئے۔ اس آیت کریمہ کا جو پہلا حصّہ ہے اگر اس کو پورا پڑھ کر دیکھا جائے تو اس کا ایک ایک حرف بتاتا ہے کہ نور سے مراد قرآنِ پاک نہیں بلکہ ذاتِ پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آیئے پوری آیت شریفہ پڑھیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ "اے اہل کتاب! بیشک آگیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول کھول کر بیان کرتا ہے تمہارے لیئے بہت بہت سی ایسی چیزیں جنہیں تم چھپاتے ہو یا چھپایا کرتے تھے کتاب سے درگزر فرماتا ہے بہت سی باتوں سے بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والے۔"

حضرات غور فرمائیے۔ یہ جملہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اس کا عطف پڑ رہا ہے اس جملے پر قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یعنی قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کا تعلق اور واسطہ ہے قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا کے ساتھ۔ اسلیئے

یہ جملہ اپنے سے پہلے والے جملے سے تعلق ثابت کرتا ہے اور دیکھئے قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ، میں جَآءَ، فعل ہے اور اس کا فاعل ہے نور۔ لفظ نور کے تعیّن میں ابہام تھا یعنی بات واضح نہیں تھی۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ سے پہلے یہ جملہ آیت کریمہ میں استعمال فرمایا کہ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا۔ تاکہ جو فاعل پہلے والے جملے کے جَآءَ، کا ہے وہی دوسرے فعل جَآءَ، کے فاعل کا ابہام دور کر دے جبکہ جملے جَآءَ پر اس کا عطف ہے، جب اُس جَآءَ، کا فاعل رَسُوْلُنَا ہے تو دوسرے جملے مابعد والے سے بھی ثابت ہوا کہ اس جَآءَ، کا فاعل جو نور ہے اس سے مراد بھی رَسُوْلُنَا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی ترکیب سے پتہ چلا کہ نور سے مراد ذات پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حکیم الاُمّت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر نُورالعرفان ص ۱۷۴ میں سند المحدثین حضرت علامہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب شرح شفا شریف کے حوالے سے یہاں تک لکھا ہے کہ مُلّا علی قاری اپنی کتاب شرح شفا شریف میں لکھتے ہیں کہ نور سے مُراد بھی ذات پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب مبین سے مراد بھی کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مُراد ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ کو بھی غور سے دیکھئے تو پتہ چل رہا ہے اور آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ نور اور ہے اور کتاب مبین اور ہے کیونکہ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ میں جو واؤ ہے یہ واؤ عاطفہ ہے۔ اور نحوی قاعدہ یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرت ہوتی ہے دونوں جملوں میں فرق ہوتا ہے یہ واؤ اگلے اور پچھلے جملے کو علیحدہ علیحدہ کر دیتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلا جملے کا مطلب اور ہے اور اگلے جملے کا مقصد اور ہے۔ اس بات کو بڑے آسان انداز سے ایک مثال سے سمجھئے۔ مثلاً اگر کوئی آدمی آپ کو یوں کہے کہ جاءَنی

نِی زَیدٌ وَّ عُمَرَ کہ میرے پاس آئے زید اور عمر۔ تو اس کا مطلب آپ کیا سمجھیں گے کہ زید اور عمر دو الگ الگ آدمی اس آدمی کے پاس آئے۔ یہ آپ کیسے سمجھے کہ زید اور عمر دو الگ الگ آدمی ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ اور نے آپ کو فرق بتا دیا کہ زید اور ہے اور عمر اور ہے اچھا یہ اور کس کا معنی ہے تو یہ اور معنی ہے واؤ کا۔ اس واؤ نے زید اور عمر میں تمیز اور فرق پیدا کر دیا تو بلا تشبیہ و بلا مثال، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ "کہ تحقیق آگیا تمہارے پاس اللہ تعالےٰ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب"۔

اب دیکھئے یہ اور بھی وہی اور ہے جو زَیدٌ وَّ عُمَرُ میں تھا کہ زید اور ہے عمر اور ہے اسی طرح اللہ فرماتا ہے لوگو نور اور ہے کتاب اور ہے۔ نور سے مراد ہے مدینہ کا دولہا۔ اور کتاب سے مراد ہے قرآن مجید! الحمدللہ یہ تو تھیں نحوی اور ترکیبی باتیں ایک عقل مند انسان اسی قرآن کی ترکیب اور نحوی قانون کو سمجھتے ہوئے یہ بات سمجھ جائے گا کہ دونوں یعنی نور اور کتاب مبین میں بڑا فرق ہے۔ نور ہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب مبین ہے قرآن مجید۔ لیکن جو لوگ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک کے منکر ہیں وہ تو نحوی اور ترکیبی باتیں نہیں مانیں گے وہ تو کہیں کہ میاں ہم اس طرح کی عقلی باتیں نہیں مانتے ہمیں تو قرآن پاک کی تفسیروں کے حوالے سے بتائیے کہاں لکھا ہے کون سی تفسیر ہے، کون سا مصنف ہے۔ کون سی جلد ہے، صفحہ کون سا ہے۔ پھر ہم اپنے علماء سے پوچھیں گے پھر مانیں گے۔ تو آیئے قرآن پاک کی تفاسیر سے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کریں اور دیکھیں کہ یہ نور والا مسئلہ کسی مفسر کی تفسیر میں بھی ہے یا سُنی بریلویوں کی ایجاد ہے۔

نورِ مصطفےٰ اور قرآنی تفاسیر دیکھئے آپ قرآنِ مقدس کی تقریباً تمام تفسیروں کا مطالعہ کریں انشاءاللہ آپ کو ہر دین دار کی تفسیر میں ہر عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

تفسیر میں یہ بات پڑھنے کو ملے گی کہ نور سے مُراد سیّدِ عالم رحمت عالم نورِ مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب مُبین سے مراد قرآن پاک ہے — چنانچہ آئیے سب سے پہلے ترجمان القرآن حبر الامۃ یعنی اُمت کے پیشوا نبی کریم علیہ السلام کے عظیم صحابی اور کملی والے آقا کے چچازاد بھائی کے دربار میں چلیئے کہ اے حضور علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے عبد اللہ ابن عباس - اے حضور علیہ السلام پر قرآن نازل ہونے کا منظر دیکھنے والے صحابی رسول آپ ہی بتائیے کہ نُور سے مراد کون ہے ؟ کیونکہ آپ سے بڑھکر قرآن پاک کی تفسیر کو سمجھنے والا کوئی نہیں اسلیئے کہ آپ نے قرآن پڑھا تو دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے - قرآن کے مطالب سیکھے تو دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ، قرآن پاک تفسیر سیکھی تو دربار محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے - تو سُنیئے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کیا تفسیر فرمائی —

تفسیر ابن عباس ص ۷۲ — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ اعنہم فرماتے ہیں

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ — " کہ بیشک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف

يَعْنِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم -

معزز بزرگو اور دوستو جانتے ہو یہ حضرت عبد اللہ کس شان کے مالک ہیں - جانتے ہو تو ٹھیک ہے ، نہیں تو آؤ میں بتاؤں یہ کتنی شان والا صحابی ہے - ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ، بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی آقا - فرمایا کیا بات ہے - حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی میرے آقا میرے لیئے بارگاہ صمدیت میں دعا مانگیئے کہ اللہ پاک مجھے آپ کے دین کا علم عطا فرما کر فقیہ اور عالم بنا دے - اللہ اکبر ! دوستو بارگاہ رسُول علیہ السلام میں آنے والا عام آدمی بھی خالی نہیں جاتا یہ تو پھر بھی کملی والے آقا کے عظیم صحابی تھے جو دست سوال بڑھائے کھڑے ہیں - کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ ! عرض کی جی آقا - فرمایا میرے قریب آجاؤ - حضرت عبد اللہ حضور علیہ السلام کے

قریب گئے۔ میرے آقا علیہ السلام نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی الم نشرح کی نوری چھاتی سے لگایا۔ میاں جس کی چھاتی حضور علیہ السلام کی چھاتی سے لگے بولو اس کی کتنی شان ہوگی پھر نبی کریم علیہ السلام نے اپنے گورے گورے یداللہ والے نوری ہاتھ بارگاہِ بے نیاز میں بلند کئے اور مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی والی زبان سے یوں دُعا مانگی کہ۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ ط "اے رب کائنات میرے اس صحابی کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ اے میرے پروردگار اس غلام کو کتاب اور حکمت کا عالم بنا۔ (بخاری شریف اول ص ۱۴۔ بخاری دوم ص ۱۸۸/۱۸۹ تفہیم بخاری جلد ۱ ص ۲۶۷/۲۶۸۔ خصائص الکبریٰ۔ صحیح مسلم شریف۔ ابن ماجہ شریف۔ حلیۃ الاولیاء)

اللہ اللہ قربان جاؤں! اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تیرے مقدر پر کہ تیرے واسطے اس محبوب دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔ جس کی دعا کبھی خالی جا سکتی ہی نہیں بلکہ ادھر حضور علیہ السلام نے دعا مانگی، اُدھر ربِّ کریم نے فرمایا ہوگا۔ جبرئیل امین جلدی کر جنت کا طشت لے جا محبوب علیہ السلام کی دعا کو باعزت طریقے سے لے آ تا کہ میں دعائے مصطفےٰ علیہ السلام کی قبولیت پر اپنی بے نیازی کی مہر لگا دوں تا کہ نوری مخلوق کو بھی پتہ چل جائے حضور علیہ السلام کی دعا شرفِ قبولیت کو پہنچ چکی ہے۔ قربان جاؤں اعلیٰحضرت پر وہ یوں بولے کہ

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمدﷺ
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دُلہن بن کے نکلی دعائے محمدﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی جنھوں نے ساری عمر حضور علیہ السلام کے عین پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، ان سے کسی نے پوچھا یا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر قرآن کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا۔

نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ اَبْنُ عَبَّاسٍ ۔ " کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس بہت ہی اچھے قرآن پاک ترجمان یعنی مفسر ہیں ۔ "

(فتح الباری ۔ تہذیب التہذیب)

میاں اچھے ہوں بھی کیوں نہ جس کے لئے میرے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی ہو بھلا وہ کیوں اچھا نہ ہوگا ۔ حضور علیہ السلام کا جب یہ عاشق فوت ہو گیا تو صحابہ کرام نے آپ کو غُسل دیا، جنازہ وکفن تیاری کر کے جب آپ کو قبر کے پاس لائے تو قبر میں سے آواز آنے لگی :۔ یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ہ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ہ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ہ " اے نفس مطمئن واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس شامل ہو جاؤ میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں ۔ "

(روضۃ الخصیب فارسی ص۱۷ تالیف نواب صدیق حسن خاں بھوپالی پیشوائے اہلحدیث)

صدقے جاؤں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر جس میں سے آواز آرہی ہے اے نفس مطمئنہ ۔ مطمئنہ وہ نفس ہوتا ہے جس کو ساری زندگی اللہ پاک کی یاد میں سکون ملے یا اضطراب اور گھبراہٹ کے بعد جو سکون ملے اس کو اطمینان کہتے ہیں اور نفس مطمئنہ وہ ہوتا ہے جو معرفت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو ۔ سبحان اللہ آواز آرہی ہے اے نفس مطمئنہ آجا رب کے پاس آ ۔ اس رب کے پاس آجا جس کی فرقت میں جس کی یاد میں، جس کے ذکر میں تو ساری عمر تڑپتا رہا ۔ آجائیے ۔ آگھبراتے ہوئے نہیں پریشان ہو کر کہ رب پتہ نہیں کیا سزا دے گا، نہیں بلکہ اس حریم ناز میں اس شان سے آ کر وہ تم سے راضی ہے اور تم بھی اس سے راضی ہو کر اس کے خاص بندوں میں داخل ہو کر اس کے جلوؤں والے ٹھکانے جنت میں آجا ۔ اللہ اللہ اتنے درجے والا، اتنے مقام والا ۔ صحابی کہتا ہے حضور علیہ السلام نور ہیں اور نور بھی صحابی خود نہیں بلکہ اللہ پاک کے قرآن

کی ترجمانی کر کے کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام نور ہیں تو اب بتائیے کہ حضور کو نور کہیں یا بشر؟

جنہوں اللہ مِنَ اللہِ نُور آکھے اونہوں بشر آکھاں کہ مَیں نور آکھاں
کہندا شاہد ہے پاک قرآن جنہوں کہواں نیڑے کہ اوسنوں دُور آکھاں
اَنَا قَاسِم دا جیہڑا اعلان کردا میں مختار کہ اوہنوں مجبور آکھاں
جہدے رب اُٹھاوندا اے ناز حافظ کیوں نہ اوہنوں حبیب غفور آکھاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بیشک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی اس تفسیر سے پتہ چلا کہ نور سے مراد قرآن پاک نہیں بلکہ صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ماننے والے کے لئے یہی حوالہ کافی ہے کیونکہ جب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر بیان کر دیا تو اب شک کی گنجائش نہ رہی۔

لیکن نہیں آئیے آگے چلیئے امام الکبیر حضرت علامہ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر ابن جریر صـ ۹۲ جلد ۶ میں فرماتے ہیں:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِیْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ اَنَارَ اللّٰهُ بِهِ الْحَقَّ وَاَظْهَرَ بِهِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِهِ الشِّرْكَ۔

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے اس نور سے حق کو روشن اور اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کو مٹایا۔

امام المتکلمین حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر کبیر جلد ۳ صـ ۳۹۵ میں اسی آیۃ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ

اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ وَّبِالْكِتَابِ الْقُرْاٰنُ۔

"بلاشبہ نور سے مراد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔"

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نور بھی قرآن ہے اور کتاب مبین بھی قرآن ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

هٰذَا ضَعِيفٌ لِاَنَّ الْعَطْفَ يُوْجِبُ الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ الْمَعْطُوْفِ وَالْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ	یہ قول کہ نور اور کتاب دونوں قرآن ہیں) ضعیف ہے کیونکہ عطف معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت ثابت کرتا ہے۔

محی السنۃ حضرت علامہ علاء الدین بن علی بن محمد المعروف بالخازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معروف تفسیر خازن جلد ۱ ص ۴۱۷ میں فرماتے ہیں:-

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا سَمَّاهُ اللّٰهُ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُهْتَدٰى بِهٖ كَمَا يُهْتَدٰى بِالنُّوْرِ فِي الظَّلَامِ۔	"تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپکا نام نور اسلئے رکھا کہ آپ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کیجاتی ہے جیسا کہ تاریکیوں میں نور سے راہ پائی جاتی ہے۔"

امام المحدثین جلالۃ الملۃ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر جلالین ص ۹۷ میں فرماتے ہیں:۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ هُوَ نُوْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	"بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالےٰ کیطرف سے نور وہ نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

میرے دوستو اور بزرگو یہ تفسیر جلالین، وہ تفسیر ہے جو دنیا کے تمام دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ ہر مولوی ہر عالم سند حدیث لینے سے پہلے صحاح ستہ یعنی بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، پڑھنے سے پہلے یہی تفسیر جلالین پڑھتا ہے، جب تک یہ تفسیر جلالین نہ

نہ پڑھی جائے کوئی دورۂ شریف کی کلاس میں نہیں جا سکتا، کوئی عالم نہیں بن سکتا۔ کسی کو سندِ حدیث نہیں مل سکتی۔ معلوم ہوا ہر مولوی چاہے کسی فرقے کسی مسلک سے کسی جماعت سے کسی عقیدے سے، کسی گروہ سے تعلق رکھتا ہو وہ دورانِ تعلیم جب یہ تفسیر جلالین پڑھے گا۔ تو لازمی طور پر کملی والے کی نورانیت کو تسلیم کر کے آگے جائیگا لیکن افسوس کہ یہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کے منکرین جب مساجد کے منبروں پر بیٹھتے ہیں، جلسہ گاہوں کے اسٹیجوں پر رونق افروز ہوتے ہیں تو عوام کو دھوکہ دینے کے لئے عوام کو بے وقوف بنانے کے لیئے کہتے ہی نہیں بلکہ گلے پھاڑ پھاڑ کے چیختے چلاتے ہیں کہ لوگو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہی طرح کے بشر تھے وہ نور نہیں تھے جو ان کو نور کہے وہ مشرک ہے، بدعتی ہے، جھوٹا ہے اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں اور پھر آخر میں یہ بھی کہتے ہیں کہ نوری رسول ماننے والوں کو ہمارا چیلنج ہے وہ دکھائیں قرآن میں کہاں ہے، کسی تفسیر میں دکھا دیں، حدیث میں دکھا دیں ہ

میرے دوستو! اب آپ ہی اندازہ فرمائیں ان کی دوغلی پالیسی کا کہ دورانِ تعلیم تو نور نور کی رٹ لگا کر پڑھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نور ہیں لیکن جونہی مسجدوں میں آئے تو قرآن وحدیث وتفسیر کے مسائل کو چھوڑ کر اپنے ہی مسئلے لوگوں کو بتانے شروع کر دیئے، دعا کرو اللہ تعالیٰ دوغلی پالیسی سے بچائے آمین۔ کملی والے کو اللہ کا نور ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرات بندہ ان سے یہ پوچھے کہ نور بنانے والا اللہ اور نور بننے والے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر ہمیں کیوں پریشانی، ارے ہمیں تو خوشی منانی چاہیئے کہ قربان جائیے اپنے پیارے ربّ العالمین کی شانِ مقدسہ پر کہ جس نے اپنے محبوب علیہ السلام کو دونوں شانیں عطا فرمائیں کہ نور بھی بنایا اور سیّد البشر بھی بنایا۔ صائم صاحب چشتی مدظلہ نے اس مقام پر بڑا پیارا شعر فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ

ع خاکیو! خاک برباد کرتے ہو کیوں — نور کو نور کہنے سے ڈرتے ہو کیوں

جو بھی قائل ہے آقا کے انوار کا
ان کو صائم بشارت ہے فردوس کی

حضرات محترم یہ میں نے آپ کی خدمت میں کملی والے کی نورانیت کے دلائل میں قرآن کی آیتہ کریمہ اور پانچ معتبر تفسیروں کے حوالے عرض کئے ہیں اگر ساری تفسیروں کی عبارتیں عرض کرنا شروع کردوں تو کافی وقت گذر جائے گا لیکن تسلی کے لئے آپ یہ تفسیریں بھی پڑھیں انشاءاللہ ان میں بھی بات یہی موجود ہوگی جو میں نے عرض کی ہے۔ تفسیر بیضاوی، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر مدارک، تفسیر سراج المنیر، تفسیر ابوالسعود، تفسیر روح المعانی، تفسیر صاوی، تفسیر روح البیان، تفسیر حسینی، تفسیر مظہری، تفسیر قاسمی اور دیوبندیوں وہابیوں کی ان تفاسیر میں بھی یہ بات موجود ہے کہ کملی والے اللہ تعالیٰ کے نور ہیں۔ تفسیر ثنائی سورۂ مائدہ ص ۱۱، تفسیر محمدی منزل دوم ص ۲۳، ہتویب القرآن ص ۱۴۹، شرح اسماء الحسنیٰ ص ۱۵۱، تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱ ص ۸۵۷، تفسیر فتح البیان، تفسیر عثمانی ص ۱۹۲ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی اسی آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے کہ حق تعالے درشانِ حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نورِ ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم است۔ امداد السلوک ص ۸۵۔

ترجمہ: "کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی یہاں نور سے مراد حبیب پاک کی ذات پاک مراد ہے۔"

آیئے اب آگے چلیئے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا تذکرہ صرف اسی مقام پر نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی نورانیت کا تذکرہ پ ۱۸ سورۂ نور رکوع ۱۰ میں بھی فرمایا۔ سنیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	"اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا
مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا	اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق
مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ	کہ اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس
اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ۔	میں ہے اور وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا تارہ ہے۔"

اللہ تبارک و تعالٰی نے اس آیتہ کریمہ میں صرف نور کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ نور بھی فرمایا اور نور کی مثال بھی بیان فرمائی۔ گویا اللہ پاک نے دو نوروں کا ذکر فرمایا۔ ایک نورِ محیط، یعنی مِصْبَاحٌ اور دوسرا نورِ محاط یعنی کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ۔ نورِ مُحیط سے مُراد ہے خدائے عزّوجلّ کی ذاتِ پاک اور نورِ محاط سے مُراد ہے حبیب خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ پاک، کیوں؟ اسلئے کہ حضور علیہ السلام کا نور خدائے پاک کے نور کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ خدا احاطے یں گھیرے میں آنے سے پاک ہے لیکن خدا تعالٰے نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلّم کے نور کو ضرور اپنے احاطے میں اپنے گھیرے میں لیا ہُوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ پارہ ۵ رکوع ۱۸:۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ”اللہ تعالٰی نے ہر شئے کو اپنے احاطے میں کیا ہُوا ہے“۔

یہ تو تھی قرآنی دلیل۔ اب آیئے اسی آیتہ کریمہ کی تفاسیر کا مطالعہ کریں۔ حضرت علاّمہ امام علاؤالدین علی بن محمد الخازن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی تفسیر خازن جلد ۵ صہ ۶۳ میں فرماتے ہیں کہ:۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ وَقِيْلَ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”مثل نورہٖ کی شرح میں فرمایا گیا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی مثال ہے۔“

حضرت علامہ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ صہ ۹۵ میں فرماتے ہیں کہ: نُوْرُهٗ مَثَلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”مَثَلُ نُوْرِهٖ سے مُراد محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مُبارک ہے۔“

حضرت علاّمہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی تفسیر دُرِّ منثور جلد ۵ صہ ۴۹ میں فرماتے ہیں کہ: مَثَلُ نُوْرِهٖ مَثَلُ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”مَثَلُ نُوْرِهٖ سے مراد ہے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مُبارک۔“

حضرت علاّمہ امام ابو محمد الحسین الفرا البغوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی تفسیر معالم التنزیل جلد ۵ صہ ۶۳ میں فرماتے ہیں کہ مَثَلُ نُوْرِهٖ مَثَلُ نُوْرِهٖ کے بارے میں بزرگ تابعی،

وَقَالَ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ وَ الضَّحَّاكُ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔	حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مراد ہے ۔ ،،

لو میاں آخر بس پانچویں تفسیر نبیٔ پاک صاحب لولاک سراپا نور حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابی حضرت عبد اللہ بن حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زبانی سنیئے اور مانیئے کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نور ہیں ۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ کے اس تفسیری قول کو علامہ علاؤ الدین علی بن محمد المعروف بالخازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر خازن جلد ۳ ص ۳۲۲ میں نقل فرمایا کہ لوگوں نے کملی والے کے صحابی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ یا حضرت آپ نے قرآن پڑھا تو قرآن والے کو دیکھا ، نماز پڑھی تو نماز لانے والے محبوب کے پیچھے پڑھی ذرا یہ تو بتائیے کہ اللہ پاک جل مجدہٗ نے قرآن پاک میں جو اپنے نور کی مثال بیان کی ہے اس مثال سے کون مراد ہے تو کملی والے آقا کے صحابی نے فرمایا کہ لوگوں آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ وہ مثال کیا ہے اور اس مثال کا مصداق کون ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ :۔

اَلْمِشْکٰوۃُ جَوْفُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	طاق یعنی روشن دان تو نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مقدس ہے
وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهٗ	اور فانوس ہے نبیٔ پاک کا قلب یعنی دل ،
وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِیْ جَعَلَهُ اللّٰهُ فِیْهِ	اور چراغ وہ نور ہے جو رب کائنات نے اپنے محبوب کے دل مقدس میں رکھا ۔

اللہ اکبر ۔ امام اہلسنت حضرت علامہ الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ ۔ اس مقام پر جھوم اٹھے اور اسی تفسیر اور قرآنی آیتہ پاک کا ترجمہ اپنے اشعار میں فرمایا کہ ؎

شمع دِل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نوُر کا
تیری صورت کے لیئے آیا ہے سورہ نور کا
میل سے کس قدر سُتھرا ہے پُتلا نور کا
ہے گلے میں آجتک کورا ہی کُرتہ نور کا
تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نوُر نے پایا ترے سجدے سے ماتھا نوُر کا

نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے تیسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔ پ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۱ :۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

"یہ کفّار چاہتے ہیں کہ بجھادیں اللہ پاک کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مگر یہ کہ کمال تک پہنچادے اپنے نور کو اگرچہ ناپسند کریں اس کو کافر۔"

اللہ پاک نے اس آیتہ مقدسہ میں اپنے نور پاک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے نور کو ہرگز نہیں بجھنے دوں گا چاہے کافر کتنی کوشش کریں وہ بجھانے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں، لیکن میں رب العالمین اپنے نور کو کسی حالت میں ختم نہیں ہونے دوں گا ـــــ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس نوُر سے مراد کون سا نور ہے کیونکہ قرآن بھی نورِ اسلام بھی کملی والا بھی نور تو اس کا فیصلہ کرتے ہوئے خاتم المحدثین رئیس التفسیرین حضرت علامہ امام جلال الدین سیُوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی تفسیر دُرِّ منثور جلد ۳ صـ ۲۳۱ میں فرماتے ہیں کہ :۔

فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى يُرِيْدُوْنَ ابنِ ابی حاتم نے حضرت ضحّاک رضی اللہ

اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ يَقُوْلُ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّهْلِكُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کفار یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کر دیں لیکن

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں کو کبھی بھی غالب آنکی طاقت نہیں بخشے گا۔

اسی آیتہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے سند المحدثین حضرت علامہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موضاعات کبیر ص۸۶ میں فرماتے ہیں ـــــ یہاں نور سے مُراد نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ سَمَّاهُ نُوْرًا فِیْ كِتَابِهٖ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف نور رکھا ہے ۔ اسی طرح قرآن پاک کے پارہ ۲۸ سورہ صف رکوع ۹ میں اللہ تعالےٰ کملی والے کی نورانیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ :ـــ

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۔

" یہ کفار چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا چاہے سخت ناپسند کریں اسکو کافر۔ "

اس آیتہ کریمہ میں بھی نور سے مراد ذاتِ پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ چنانچہ تفسیر جمل حاشیہ جلالین شریف ص۴۵۹ میں حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور ہے ۔ حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ۔ یہاں اس آیتہ کریمہ میں نور اللہ سے مراد نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کریمہ مراد ہے کہ کافر آپ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کافروں کو یہ کبھی بھی طاقت نہیں دے گا کہ وہ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہاتھ بڑھائیں ۔ میاں کون ہلاک کر سکتا ہے ان کو جن کی نگہبانی کرنے والا

جس کی حفاظت کرنے والا خود مالکِ دو جہاں ربّ العالمین ہو۔ ایک شاعر نے بڑا اچھا اس موقعہ پر شعر فرمایا کہ ؎

پھوکاں مار بجھایا لوکاں تے نورِ محمدؐ والا
نورِ محمدؐ کدی نہ بجھسی تے وعدہ حق تعالیٰ

اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا آپ کو کون ختم کر سکتا ہے کیونکہ ؎

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھُپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبی

آیئے آیئے! اب آگے چلیئے۔ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن پاک پارہ ۲۲ سورت احزاب رکوع ۳ آیت ۴۴-۴۵ میں ارشاد فرماتا ہے :۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔

"اے غیب کی خبریں بتانے (نبی) بیشک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر، خوشخبری اور ڈر سناتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہوا اور چمک دینے والا سورج۔"

میرے دوستو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج فرمایا اور آپ جانتے ہیں اور ساری دُنیا پر یہ بات روشن ہے کہ سورج نور ہے۔ جب سورج نور ہے تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نور الانوار ہیں خُدا کی قسم سُورج کو بھی نور اللہ پاک نے عطا فرمایا تو نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیۃ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تفسیر روح البیان پ ۲۲ ص ۱۰۲ میں بیان کرتے ہیں کہ:۔

وَقَدِ اتَّفَقَ اَهْلُ الظَّاهِرِ وَالشُّهُوْدِ عَلٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ وَّ لَمْ یَنْقُصْ مِنْ نُوْرِهٖ شَیْءٌ ۔

" اور تمام امت خواہ اہل ظاہر ہوں یا اہل شہود سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا فرمایا ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حضور علیہ السلام کے نور میں بھی کوئی کمی نہیں آئی "۔

سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ کملی والا، اللہ پاک کے نور سے پیدا ہوا اور ساری کائنات آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، عرش، کرسی، لوح و قلم، فرشتے، حور و غلمان حتیٰ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی میرے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات سے پیدا ہوئے۔ حنفیوں کے امام حضرت سیدنا و مولانا امام اعظم، نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے قصیدۂ نعمان ص ۲۳ میں نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے یوں عرض فرماتے ہیں کہ۔ ؎

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُّوْرِكَ الْبَدْرُ اكْتَسٰی
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَ

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وہ نور ہیں کہ چودھویں رات کے چاند آپ کے نور سے منور ہوا اور آپ ہی کے جمال و کمال سے سورج روشن ہے۔" اور پھر اعلیحضرت بھی جھوم اٹھے اور بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں عرض کیا ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانیوالے | میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت | بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

رہے گا یونہی اُن کا چرچا رہے گا　　　پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اور سنیئے قرآن پاک پارہ ۲۷ - سورۃ نجم آیت ۱ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ۔　　"مجھے قسم تارے کی جب وہ چڑھ کر اُتر جائے"

اللہ تعالیٰ نے اس آیتہ کریمہ میں ستارے کی قسم کھائی ہے ، وہ کون سا ستارہ ہے تو یاد رکھو میرے دوستو اس ستارے سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ، چونکہ ستارہ بھی نور کا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہیں بلکہ نورٌ علیٰ نور ہیں اسلیئے اللہ پاک نے محبوب کریم علیہ السلام کو ستارہ فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تیری رفتار کی قسم جب تو شب معراج میں میرا لامکان میں دیدار کر کے واپس مکہ کی سرزمین پر تشریف لایا - آیئے چند تفاسیر کے حوالے دے کر آپ کی تسلی کرا دوں - حضرت علامہ امام علاؤالدین علی بن محمد بن الخازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر خازن جلد ۴ صہ ۲۱۲ پر فرماتے ہیں کہ :-　　اَلنَّجْمُ ھُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ　　"ستارہ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے ۔"

حضرت علامہ امام ابو محمد الحسین بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر معالم التنزیل جلد ۴ صہ ۲۱۲ میں فرماتے ہیں کہ :-

وَقَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ اَلنَّجْمُ یَعْنِی مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ　　"چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے ۔"

حضرت علامہ امام احمد الصاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر صاوی جلد ۲ صہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں :- کہ

اَلنَّجْمُ ھُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔　　"کہ ستارے سے مراد جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔"

میرے دوستو! قرآن پاک چھ(۶) آیتہ کریمہ اور سولہ(۱۶) تفاسیر کے حوالہ جات آپ کی خدمت میں پیش کیئے ہیں۔ ماننے والے کے لیئے ایک ہی آیتہ کریمہ یا ایک تفسیر بھی کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لیئے دفتر بھی بیکار ہیں۔ انہوں نے ماننا جو نہیں اور جو نہ مانے تو اس کے لیئے یہی دُعا کہ ربّ اس کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

آیئے اب قرآن پاک کے بعد احادیث کریمہ اور صحابہ کرام کے اقوال پر غور کریں کہ احادیث شریفہ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے اقوال کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے بارے ہمیں کیا بتلاتے ہیں

نور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام

میرے دوستو آؤ سب سے پہلے یہ دیکھیئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا محبوب فرشتہ اور تمام نوری فرشتوں کا اُستاد حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہمارے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ کیا وہ کملی والے آقا کے انوار کا قائل ہے؟ کہ نہیں۔

چنانچہ حضرت علامہ امام عبدالرحمٰن محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب المیلاد النبی ص۴۵ میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ سیدہ طیبہ طاہرہ سرکار مائی آمنہ بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ ماجدہ ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جب میرے ہاں نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہونے لگی تو تمام فرشتوں کا پیشوا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور جبرئیل امین علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جو شربت سے لبالب بھرا ہوا تھا اور اس شربت کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید تھا شہد سے زیادہ میٹھا تھا مُشک سے زیادہ خوشبو دار تھا مجھے دیا اور کہا کہ بی بی جی اس کو یعنی پیالے کو منہ سے لگایئے اور پی لیجئے۔ بی بی صاحبہ فرماتی ہیں مَیں نے اس شربت کو پیا لیکن وہ پیالہ ختم نہیں ہوا بلکہ مَیں سیراب ہو گئی۔ جبرئیل امین نے

پھر کہا کہ بی بی جی اور پی لیجئے - مَیں نے پھر منہ سے لگایا اور پھر سیر ہو کر پیا لیکن پیالہ بدستور بھرا ہُوا ہے میں سیراب ہو گئی - جبرئیل نے تیسری مرتبہ پھر کہا کہ بی بی جی اور پی لیجئے ! مَیں نے پھر پیا - اب اتنا پیا کہ مزید پینے کی گنجائش نہ رہی - پھر جبرئیل امین نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میرے شکم پر پھیرا اور پھر یوں کہا کہ اے سارے رسولوں کے سردار اب دنیا میں ظہور فرمائیے - اے خاتم النّبیین اب دنیا میں جلوہ افروز فرمائیے ! اِظْهَرْ يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ - اے ساری کائنات کی رحمت اب دنیا میں قدم رنجہ فرمائیے - اے اللہ کے نبی اب دنیا کو اپنے قدم سے رونق بخشیئے - اے رسول اللہ اب تو دنیا میں تشریف لے آئیے - اے ساری کائنات سے بہترین انسان اب تو جہان کو منوّر فرمائیے - اللہ اللہ پھر جبرئیل نے کہا کہ اِظْهَرْ يَا نُوْرًا مِّنْ نُوْرِ اللّٰهِ - اے اللہ تعالیٰ کے نورُ سے پیدا ہونے والے نوری محبوب اب آ بھی جائیے -

دوستو غور فرماؤ جبرئیل کملی والے کو نور من نور اللہ کہہ رہے ہیں - پھر جبرئیل نے کہا۔

بِسْمِ اللّٰهِ اِظْهَرْ يَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَظَهَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْبَدْرِ الْمُنِيْرِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ -

"بسم اللہ اے محمد بن عبد اللہ تشریف لائیے پھر کملی والا اپنے نوری کمال و جمال کے ساتھ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا ہُوا جہاں میں جلوہ فرما ہُوا درود و سلام ہو آپ پر اے اللہ تعالےٰ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم -"

اس پوری حدیث سے پتہ چلا کہ جبرئیل امین جو نوری فرشتوں کا استاد ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ، اللہ کے نورُ ہیں - اعلیحضرت عظیم البرکت اس مقام پر جھوم اُٹھے اور فرمایا کہ ؎

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نورُ کا چمکا ستارہ نورُ کا

یَں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بابا آدم علیہ السلام

جبرئیل علیہ السلام کے خیالات کا مطالعہ زمانے کے بعد اب آیئے دیکھئے کہ تمام نسلِ انسانی کے باپ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہمارے پیارے آقا و مولا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں۔ حضرت علامہ احمد بن عبد البکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الانوار مصباح السرور والافکار ص۵ محدث بے مثل حضرت علامہ عبد الرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب میلاد النبی ص۲۰ امام المحدثین حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف خصائص الکبریٰ جلد ۱ ص۹۴ میں یہ حدیث شریف نقل فرماتے ہیں۔ میرے دوستو یاد رکھو یہ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ جلیل القدر محدث ہیں جن کو حالت بیداری میں یعنی جاگتے ہوئے (۷۵) پچھتر مرتبہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ میزان الکبریٰ ص۴۴ جلد ۱۔ یہی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خصائص الکبریٰ شریف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ خود رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام نسل انسانی کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے قیامت تک پیدا ہونے والی تمام مخلوق یعنی تمام اولاد کا نظارا کروایا تاکہ میرا نبی علیہ السلام اپنی ساری اولاد کو آج ہی دیکھ لے۔ آدم علیہ السلام نے جب اپنی اولاد کو دیکھا تو طرح طرح کی اولاد دیکھی، بعض ان میں تھوڑی شان والے کچھ اُن سے زیادہ فضیلت والے تھے اور کچھ کا مقام سب سے زیادہ تھا۔ پھر آدم علیہ السلام نے کیا دیکھا کہ

رَأیٰ نُوْرًا سَاطِعًا فِیْ اَسْفَلِھِمْ "ایک نور ہے جو نیچے سے اوپر کی طرف بلند ہو رہا ہے"

تو آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

فَقَالَ یَارَبِّ مَنْ ھٰذَا۔ اے ربّ کائنات یہ کیا ہے؟

تو اللہ پاک نے فرمایا کہ:۔

قَالَ ھٰذَا اِبْنُكَ اَحْمَدُ وَھُوَ اَوَّلُ وَھُوَ اٰخِرُ وَھُوَ اَوَّلُ شَافِعٍ۔ "اے آدم علیہ السّلام یہ تیرے بیٹے کا نور ہے جسکا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہ اوّل اور وہی آخر اور وہی سب سے پہلے شفاعت کرنیوالا بھی۔"

جب آدم علیہ السّلام کے وصال کا وقت قریب تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے میرے بچے مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں وصال فرمانے سے پہلے پہلے تم سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں پکّا وعدہ لوں جو تمہاری پیشانی میں جلوہ گر ہے کہ تم اس نور محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی پاکیزہ ترین عورت میں رکھوگے۔ اللہ اللہ۔ حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کیا اے ابا جان میں اس نور پاک کی خاص حفاظت کروں گا اور اس کو پاکدامن عورت کی طرف ہی منتقل کروں گا۔ پھر آپ کا وصال ہوا۔

حضرات محترم! غور فرمائیں کہ آدم علیہ السّلام بھی نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے قائل تھے اور وصال سے پہلے بھی اسی خیال کا اظہار اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کے سامنے فرمایا۔ جناب منوّر بدایونی نے اس مقام پر بڑے پیارے شعر فرمائے ہیں کہ

جس نے جو کچھ نور پایا سب تری سرکار سے
نورؐ کی سرکار کا تو سب سے پہلا نور ہے
مصطفٰے کے نورؐ میں ہے ذات باری جلوہ گر
مصطفٰے کا نورؐ یوں کہئیے خدا کا نورؐ ہے

شاعر اہلسنّت الحاج عبد الستار نیازی بھی جھوم اٹھے اور فرمایا ۔۔۔ کہ

ہتھ اُس دے مختاریاں سمجھے جنہوں پیا آکھیں مجبور اے

توں کی جانیں شان نبی دا تری سوچ عشق توں دور اے

او ہو جانے شان نبی دا جس دل وچہ عشق دا نور اے

دو جگ اندر یار نیازی جن مدنی دا نور ظہور اے

نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان کا خواب

حضرت آدم علیہ السلام کے خیالات سننے کے بعد آئیے اب کملی والے کے دادا جان کے بارے میں سُنیئے وہ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو کن مناظر میں دیکھتے تھے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معروف تصنیف خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۹ میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عالم شباب میں ایک مرتبہ میں خانہ کعبہ شریف کے پاس حجر اسود کے قریب سویا ہوا تھا کہ اچانک میں عالم خواب میں یہ منظر دیکھا کہ ایک درخت زمین سے نکلا ہے اس کی جڑیں تو زمین میں ہیں لیکن اس درخت کی چوٹی آسمان سے جا لگی ہے اور اس ایک شاخ مشرق کے کنارے تک جا پہنچی ۔ ایک شاخ مغرب کے کنارے سے جا لگی ہے ۔ وَمَا رَأَیْتُ نُوْرًا أَظْهَرُ مِنْهَا أَعْظَمُ ۔ " اور فرماتے ہیں کہ میں نے اس درخت سے ایسا نور نکلتے دیکھا کہ آجتک میں نے ایسا واضح اور اظہر نور نہیں دیکھا۔ "

جو ستر سورجوں کے نور سے بھی دگنا یا بڑا تھا یعنی ستر سورجوں کا نور ایک طرف ہو اور اس درخت کی شاخوں سے نکلنے والا نور ایک طرف ہو پھر بھی اس درخت سے نکلنے والا نور زیادہ تھا ۔ پھر میں نے دیکھا کہ عرب کے لوگ اس درخت کی شاخوں سے چمٹے ہوئے ہیں اور ایک جماعت اس درخت کو کاٹنے آئی ہے لیکن اچانک ایک خوبصورت نوجوان

اس درخت کی جڑ سے نکلا اور اُس نے اس جماعت کو جو کاٹنے آئی تھی مار مار کر بھگا دیا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے یہ خواب دیکھا تو مجھ پر خوف ساطاری ہو گیا اور کپکپی سی ہونے لگی۔ میں اُٹھا اور ایک قریشی کاہن مُعَبّر کے پاس گیا۔ میں نے اسے یہ سارا خواب سُنایا اور اس سے تعبیر پوچھی۔ تو وہ مُعَبّر کافی دیر میرے چہرے کو دیکھتا رہا پھر اس نے مجھے کہا کہ عبدالمطلب اگر یہ واقعی تُو نے خواب دیکھا ہے تو سُن اس کی تعبیر یہ ہے کہ:۔

لَيَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِكَ رَجُلٌ يَمْلِكُ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ۔

اے عبدالمطلب تیری پُشت سے ایک ایسا نورانی رسول پیدا ہو گا جو مشرق سے مغرب تک کا مالک ہو گا۔

یعنی مشرق والوں کا بھی نبی اور مغرب والوں کا بھی نبی ہو گا

(سیرت حلبی جلد ۱ صفحہ ۱۴۰۔ مدارج النبوت جلد دوم)

ایک شاعر نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

پُشت تری تھیں اک بچہ ہوسی تے رب دیاں سمجھ عطائیں
مالک ہوسی اوہ کل دُنیا دا تے مشرق مغرب تائیں

میرے دوستو معلوم ہوا کہ کملی والے کا دادا بھی نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا قائل تھا اور اللہ پاک نے یہ منظر آپ کو خواب میں دکھا دیا تھا۔ الحمد للہ!

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ کی پیشانی

دادا کی گواہی کے بعد اب باپ کی طرف چلیئے کہ آیا وہ بھی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو محسوس کرتا تھا کہ نہیں۔ طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۳۷ پر امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۳۳ پر لکھا۔ علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انوار محمدیہ

صفحہ ۳۴۳ میں لکھا۔ شیخ محقق حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدارج النبوت دوم صفحہ ۱۹ پر لکھا کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک حضرت آدم علیہ السلام سے چلتا چلتا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد گرامی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی میں آیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے تمام بھائیوں اور تمام بہنوں سے جن کی ٹوٹل تعداد اٹھارہ (۱۸) بنتی ہے (بارہ بھائی چھ بہنیں) زیادہ خوبصورت تھے، سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے اور اپنے والد ماجد کو بھی سب اولاد سے زیادہ عزیز تھے، جوانی کے عالم میں آپ ایک دن اپنے والد ماجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کہیں تشریف لیجا رہے تھے کہ راستے میں ایک کاہنہ نجومیہ اور انجیل زبور اور تورات کی حافظ عورت جس کا نام فاطمہ بنت مراں خثعمیہ تھا وہ ملی بڑی حسین وجمیل اور مالدار تھی۔ اس فاطمہ کاہنہ نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پاک کو نور سے چمکتا دیکھا تو از راہ پیار اور محبت کے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو اپنی طرف بلایا۔ جب عبداللہ تشریف لے آئے تو وہ کاہنہ کہنے لگی کہ عبداللہ میں تمہیں ایک سو اونٹ دوں گی بشرطیکہ تم میرا ایک کام کر دو۔ آپ نے فرمایا کونسا کام ہے؟ اُس نے کہا کہ میری نفسانی خواہش کو پورا کر دو۔ میرے دوستو جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد مکرم نے یہ سُنا تو آپ نے فرمایا کہ :-

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ
وَالْحِلُّ لَا حِلَّ فَاسْتَبِيْنَهٗ

"حرام کے ارتکاب سے تو مر جانا بہتر ہے اور حلال بیشک پسندیدہ ہے مگر یہ حلال نہیں کیونکہ تمہارا، میرا نکاح نہیں ہوا۔"

فَكَيْفَ الْأَمْرُ الَّذِيْ تَبْغِيْنَهٗ
يَحْمِي الْكَرِيْمُ عِرْضَهٗ وَدِيْنَهٗ

"پس وہ کام جس کی تو خواہش مند ہے وہ کیسے ہو سکتا ہے اور شریف آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔"

سبحان اللہ — کتنا نفیس اور پیارا جواب دیا اور ایسا جواب دیتے بھی کیوں نہ کہ ساری کائنات کے رسولوں کے سردار کے والد گرامی جو تھے۔ اگر خدانخواستہ آپ عورت سے کوئی اُلٹی سیدھی بات کر لیتے تو قیامت تک آنے والی نسلیں نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے کردار پہ نکتہ چینی کرتی رہتی لیکن اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کو بچا کر سرکار کی عزت کی بھی لاج رکھ لی تاکہ کوئی میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے والد پر اعتراض کر کے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دل شکنی نہ کرے۔ اللہ اکبر! آپ یہ جواب دیکر اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے گئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت سیدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہو گیا اور پہلے ہی ہفتے میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مقدس حضرت عبداللہ کی پیشانی سے نکل کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس میں آگیا ایک دن پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گذر اُسی فاطمہ الخثعمیہ کے پاس سے ہوا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ فاطمہ اگر میں تیری خواہش نکاح کر کے پوری کر دوں تو کیا تو مجھے سو (۱۰۰) اونٹ دو گی؟ تو اس کا ہنہ فاطمہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ انور کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ اے عبداللہ صحیح صحیح بتا کیا تم نے کسی عورت سے ہم بستری کی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں میرے والد ماجد نے میری شادی آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دی ہے تو میں اُسی کے پاس گیا تھا، جب اُس نے یہ بات سُنی تو ٹھنڈا سانس بھر کر کہنے لگی کہ مجھے اب تمہاری کوئی ضرورت نہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے حیران ہوئے کہ اس دن یہ عورت بڑی محبت کا اظہار کر رہی تھی سو (۱۰۰) اونٹ بھی دیتی تھی لیکن آج اسکو کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا فاطمہ کیا وجہ ہے؟

آج تیرا دل کیوں بھر گیا ہے۔ تو اُس نے کہا کہ عبداللہ میں کوئی بدکار، بدچلن، بدمعاش وعیاش اور بے غیرت عورت نہیں ہوں بلکہ تمام سابقہ کتابوں کی حافظ ہوں۔ علم نجوم، علم ماہیات کی عالمہ ہوں، لیکن اس دن جو میں نے تیرے ساتھ خواہش پوری کرنے کی بات کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ:۔ رَأَيْتُ نُوْرَ النُّبُوَّةِ فِيْ وَجْهِكَ فَأَرَدْتُ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ فِيَّ وَاَبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُصَيِّرَهُ حَيْثُ اَحَبَّ۔ "میں نے تمہارے چہرے میں نورِ نبوت دیکھا تھا اور میں نے چاہا تھا کہ وہ نور مجھ میں منتقل ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا اس نے جہاں چاہا اپنے حبیب علیہ السلام کا نور رکھا"

پھر اُس نے بڑی حسرت سے اور درد بھری آواز سے چند شعر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کو سنائے ان اشعار میں سے دو شعر عرض کرتا ہوں، سماعت فرمائیں۔

لِلّٰهِ مَا زُهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ
مِنْكَ الَّذِيْ سَلَبَتْ وَمَا تَدْرِيْ

"اللہ اللہ وہ کیا (ہی چیز ہے) جو ایک زہر سیدبی بی نے (اے عبداللہ) تجھ سے لے لی۔ اُس نے تجھ سے وہ چیز لے لی جس کی تجھکو بھی خبر نہیں۔"

وَلَمَّا حَوَتْ مِنْهُ اُمَيْنَةُ مَا حَوَتْ
فَحَيَّرَتْ بِفَخْرٍ مَا لِذٰلِكَ ثَانِيْ

"اور جب بی بی آمنہ نے ان سے وہ چیز لے لی تو وہ اس چیز کے لینے سے ایسی فخر والی ہو گئی کہ اس کا ثانی دنیا میں کہیں نہیں۔"

انہی عربی اشعار کا ترجمہ حفیظ جالندھری مرحوم نے اپنے اشعار میں پیش کیا کہ اس فاطمہ کاہنہ نے کہا کہ ؎

وہ جس کے نور سے تیری چمکتی تھی پیشانی
اُسی کی تھی میں طالب اور اُسی کی تھی میں دیوانی

مگر مَیں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے
سُنا ہے کہ وہ نعمت آمنہ نے تجھ سے لُوٹی ہے

میرے دوستو معلوم ہُوا کہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد بھی جانتے تھے کہ میری جتنی عزت و تکریم ہے وہ سب صدقہ میرے لختِ جگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک ہے۔

نور کی چمکار

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے خیالات سُننے کے بعد اب آیئے رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ماں حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ جنابہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھیں کہ اے ساری کائنات کے آقا کو جنم دینے والی مقدس ماں، اے سارے رسُولوں کے سردار کو پیدا کرنے والی معظم امّی جان۔ اے اللہ پاک کے محبوب کو دُنیا میں ظہور کرنے کا سبب بننے والی مقدس والدہ تو ہی بتا کہ تیرا مقدس بیٹا، تیرا عظمتوں والا لاڈلا بیٹا تیرے دل کا چین بیٹا، تیری آنکھوں کا قرار بیٹا، تیری شان کے ڈنکے بجانے والا بیٹا جب پیدا ہوا تو کیسے ہوا؟ آیا ہماری طرح عام انسانوں کی طرح یا خاص جلوے لے کر پیدا ہُوا تو سُنیئے کائنات کے دُولہے کی والدہ ماجدہ کیا فرماتی ہیں۔ جب کائنات کے آقا سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف کی مقدس زمین پر تشریف لائے، تو ایک شور مچ گیا کہ عبدالمطلب کا یتیم پوتا پیدا ہُوا ہے، عبداللہ کا لعل پیدا ہُوا ہے۔ آمنہ بی بی کے گھر لڑکا پیدا ہُوا ہے۔ آپ جانتے ہیں دنیا والوں کا رواج ہے جب کسی عورت کے ہاں پہلا جس کو پنجابی میں کہتے ہیں (پلیٹھی کا) بچہ پیدا ہوتا ہے تو محلہ کی عورتیں، گاؤں کی مائیں، بہنیں، شہر کے عزیز رشتے دار سب خوش ہو کر اس کے گھر میں جاتے ہیں، کوئی بچہ دیکھتا ہے کوئی اس کی والدہ دیکھتا ہے، کوئی لڑکے کے حسن و جمال کو دیکھتا ہے۔ عورتیں دیکھ لیتی ہیں بچہ بڑا خوبصورت ہے بڑا حسین ہے

بڑا پیارا ہے، بڑا سوہنا ہے لیکن ماں کی ممتا کو آزمانے کے لئے کہ اس ماں کو اپنے اس لاڈلے سے کتنی محبت ہے، پوچھتی ہیں کہ تمہارے کیا پیدا ہوا ہے لڑکا یا لڑکی؟ اگر ماں کو اپنے لاڈلے سے اشد محبت ہو، بہت ہی پیار ہو تو ماں کہے گی، بہنو! میرے ہاں اللہ نے چاند پیدا کیا ہے چاند! آفتاب آیا ہے آفتاب۔ ہیرا ہے ہیرا۔ موتی ہے موتی بہن کوئی نگینہ ہے نگینہ چاہے بیٹا کتنا ہی بدصورت کیوں نہ ہو۔ کالا بھجنگ کیوں نہ ہو لیکن ماں کی ممتا اسے چاند، ہیرا اور نہ جانے کیا کیا القاب سے یاد کرے گی۔

لیکن قربان جاؤں اس والضحیٰ کے مکھڑے والے رسول پر، جب تمہارا میرا ساری کائنات کا آقا پیدا ہوا تو مکے کی عورتیں، مکے کی رئیس زادیاں، مکے کی ملکانیاں، مکے کی چودھرانیاں مکے کی وڈیریاں آئیں، دیکھا کہ آمنہ بی بی کے پاس چاند کو بھی شرما دینے والا شہزادہ آرام فرما رہا ہے۔ چہرے سے نور کی لائٹیں نکل رہی ہیں لیکن بطور آزمائش پوچھا۔ آمنہ بی تمہارے ہاں کیا پیدا ہوا ہے؟ تو مائی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ نہیں فرماتی کہ چاند پیدا ہوا ہے، ہیرا پیدا ہوا ہے۔ آفتاب آیا ہے کیوں؟ اسلئے کہ مائی آمنہ نورِ فراست سے دیکھ رہی تھیں کہ میرا یہ لاڈلا وہ عظیم نبی ہوگا جس کے اشارے سے چاند بھی دو ٹکڑے ہوگا آفتاب بھی اشاروں پر چلے گا۔ ہیرے قدموں میں ڈھیر ہوں گے۔ تو کیا فرمایا کہ اے میری بہنو! میرے ہاں ایک نوری شہزادہ پیدا ہوا ہے لیکن جب یہ پیدا ہوا تو میں نے یہ منظر دیکھا لَمَّا وَلَدْتُهُ خَرَجَ مِنْ فَرْجِیْ نُوْرٌ اَضَاءَ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ "کہ جب میرے بطن پاک سے میرا یہ بیٹا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا تو مجھ سے نور نکلا اور وہ نور اس قدر منور تھا کہ میں نے اس نور کی روشنی میں شام کے محلات دیکھ لئے اور نور سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:۔

رَاَیْتُ کَاَنَّ شِہَابًا خَرَجَ مِنِّیْ "میں نے بوقتِ ولادت دیکھا کہ مجھ سے ایک

اَضَاءَتْ لَهُ الْاَرْضُ ۔ ستارہ ظاہر ہُوا جس سے پوری دُنیا روشن و منور ہوگئی

ایک تیسری روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ:۔

لَمَّا فَصَلَ مِنِّیْ خَرَجَ مَعَہٗ نُوْرٌ اَضَاءَ لَہٗ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ "جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ان سے ایسا نور ظاہر ہُوا جس سے مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی"۔ سبحان اللہ!

اس مقام پر ایک شاعر نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ ؎

وقت تولد صبح دے اندر تے آیا نبی سوہارا
چانن نورُ نبی دے کولوں تے نکل گیا چمکارا
شام مُلک سب نظری آیا تے حضرت آمنہ تائیں
ہر ہر شہر جو شام زمینے تے ہر دِسّے ہر جائیں

اس بات کی ترجمانی کرتے ہوئے جناب عبدالستار نیازی نے لکھا کہ ؎

نورُ و نورُ ہویا جگ سارا آیا دو جگ دا جد والی
اُسدی شان جیہا نہ کوئی اوہدا سب توں رُتبہ عالی
پھکے پے گئے چن ستارے اوہدی دیکھ کے شکل نرالی
کج گئی عیب اُمت دے نیازی میرے آقا دی کملی کالی

یہ تمام روایات ان کتابوں میں موجود ہیں ۔ دلائل النبوت ۔ دارمی شریف، خصائص الکبریٰ ۔ تفسیر ابن کثیر، زرقانی شریف ۔ مشکوٰۃ شریف ۵۱۳ ۔ مواہب لدنیہ سیرت حلبیہ البدایہ والنہایہ ۔ ماثبت بالسُنۃ ۔ نشر الطیب ۲۲، ۲۳ ۔

حضراتِ محترم! ان روایات سے معلوم ہُوا کہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے اپنے بطنِ اقدس سے عام بشر اور تمہاری میری طرح کوئی معمولی انسان کو جنم نہیں دیا تھا

بلکہ اللہ تعالیٰ کے نوری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا تھا، میاں تمہارے میرے ہاں بچے پیدا ہوں تو خون کی دھار اور حبیب تمہارا میرا آقا صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا تو نور کی چمکار۔

نور بزبانِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے پیارے خیالات سُننے کے بعد اب آیئے

اس سراپا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں جو دُنیا میں خدا پاک کی توحید کے ڈنکے بجانے آیا، اپنی رسالت کے پرچار کرنے کے لئے آیا۔ اللہ پاک کا قرآن سُنانے آیا گرتی اُمّت کو جہنم سے بچانے آیا، غلاموں کو جنّت کا ٹکٹ دینے آیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جب دُنیا میں تشریف لائے تو آپ کی جلوہ گری کیسے ہوئی، نوری صورت میں یا بشری طریقے پر۔ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیّدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک دن کائنات کے آقا و مولا حضرتِ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ ساری کائنات سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا، تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا جابر

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ، قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ

"اللہ تعالیٰ نے بیشک سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔"

اور ایک مقام پر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

"سب سے پہلے ربّ اکبر نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میں محمد مصطفٰے کا نور تھا۔"

اور تیسرے مقام پر حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ:۔

کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ مِائَۃِ عَامٍ۔

"میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔" اللہ اللہ!

اس مقام پر جناب منور بدایونی نے بڑے پیارے چند اشعار فرمائے کہ :-

صبح میلاد نبی ہے کیا سہانا نور ہے
آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمیں کا نور ہے تو آسماں کا نور ہے

جس نے جو کچھ نور پایا سب تیری سرکار سے
نور کی سرکار کا تو سب سے پہلا نور ہے

اسطرف بھی اک نگاہِ نور لے نورِ الٰہ
میں سراپا معصیت ہوں تو سراپا نور ہے

محترم سامعین کرام یہ تمام روائتیں اکثر سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں مگر چند کتابوں کے حوالے عرض کئے دیتا ہوں۔ ان کتابوں میں یہ روائتیں موجود ہیں۔ مصنف عبدالرزاق مواہب لدنیہ۔ انوار محمدیہ، نشر الطیب ص ۸-۹۔ مدارج النبوۃ دوم۔ فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۷۸۔ تفسیر روح البیان ۔ میرے دوستو قرآن پاک کی تفاسیر بتا رہی ہیں حضور علیہ السلام، اللہ پاک کے نور ہیں، نوری فرشتوں کا پیشوا حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کملی والا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نور ہے۔ نسلِ انسانیت کے باپ حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ کملی والے کے دادا جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میرا پوتا نور ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد مکرم فرمائیں کہ میرا لختِ جگر نور ہے۔ جنم دینے والی ماں آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ خَرَجَ مِنِّی نُوْرٌ کہ میں نے ولادت کی رات نور جنا، اور جنم لینے والا فرماتا ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا، بھیجنے والا خود خالق کائنات فرماتا ہے کہ قَدْ جَاءَکُمْ مِّنَ

اللّٰہِ نُوْرٌ ۔ بیشک تمہارے پاس اللّٰہ عزّوجلّ کی طرف سے نور یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تشریف لایا ۔ لیکن آج پندرھویں صدی کا جدید مُلّاں کہتے ہیں کہ نہیں نبی پاک اللّٰہ عزّوجلّ کی طرف سے نور نہیں بلکہ جو نور مانیں ان کو مشرک کافر بدعتی بتائیں تو بولو کتنی زیادتی کی بات ہے ۔ یہ لوگ مفسّرین، نورانی فرشتوں، بابا آدم علیہ السلام، نبی پاک صلی اللّٰہ وسلم کے والدین اور خدا اور اس کے رسُول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانتے لیکن اپنے مولویوں کی بات کو بڑی جلدی مانتے ہیں گویا ان کا عقیدہ اللّٰہ پاک اور اس کے رسُول پاک صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر نہیں اپنی مولویوں پر ہے ۔ خدا پناہ رہے ایسے عقائد سے آمین ۔

نُوری شعاع

محترم سامعین کرام ! اب آیئے کملی والے آقا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ پاک محبوبہ ربّ العالمین سے پوچھتے ہیں کہ اے اماں عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا، آپ نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصّہ کائنات کے والی حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارا، آپ بتائیں کہ آپ نے رحمت دوعالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی نورانیت کو کتنا دیکھا اور کتنا سمجھا تو سُنیئے مومنوں کی اماں جان نے کیا فرمایا ۔ فرماتی ہیں ایک دن میں اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے سحری کے وقت کچھ سی رہی تھی کہ سیتے سیتے وہ سوئی ہاتھ سے نکل کر گر گئی ۔ بڑا تلاش کیا لیکن سوئی مجھے نہ ملی، اتنے میں کیا ہوا کہ :۔

فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم میرے مکان میں
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَیَّنَتِ	داخل ہوئے تو نبی پاک کے چہرۂ انور سے اتنا نور نکلا
الْاِبْرَاۃُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْہِہٖ	کہ چہرۂ انور کے چراغ سے سوئی مل گئی جو کہ پہلے چراغ
	لیکر تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملی تھی

لیکن قربان جاؤں چہرۂ پاک پر کہ چراغ موجود ہے اماں عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا چراغ سے

سوئی تلاش کرتی ہیں لیکن سوئی نہیں ملتی لیکن کملی والا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتا ہے تو سوئی مل جاتی ہے ۔ معلوم ہوا وہ نور چراغ کی روشنی میں بھی نہیں جو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں ہے ۔ ہے کوئی ایسا انسان جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کرنے کا دعویٰ کرنے والا کہ جیسے حضور علیہ السّلام کے دو ہاتھ، ویسے ہمارے دو ہاتھ جیسے حضور علیہ السلام کا چہرۂ انور ویسے ہمارا چہرہ کہ اپنے چہرہ کی روشنائی سے گمی ہوئی سوئی تلاش کروا دے ـــــــ نہیں، بالکل نہیں ۔ بلکہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل بننے والوں کے منحوس چہروں کا تو یہ عالم ہے کہ کسی روشن کمرے میں یہ لوگ چلے جائیں توان کے بے نور چہرے کو دیکھ کر اگلی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے ـــــــ استغفر اللہ

تو خیر یہ نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے ـــــــ یہی نہیں آگے سنیئے اماں عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اندھیری رات میں جب کبھی مجھے سوئی میں دھاگہ ڈالنے کی ضرورت پیش آتی تو میں کیا کرتی تھی کہ میں سرکار کے چہرے پاک سے کپڑا اٹھاتی تو پورا کمرہ منور ہو جاتا پھر کیا ہوتا کہ : ـــ

كُنْتُ اُدْخِلُ الْخَيْطَ فِى الْاِبْرَةِ حَالَ الظُّلْمَةِ لِبَيَاضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”میں تاریک یعنی اندھیری راتوں میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی چمک سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی ۔“ اللہ اللہ

غور فرمائیں اماں جان کیا فرما رہی ہیں کہ جب کبھی بھی مجھے سوئی میں دھاگہ ڈالنے کی ضرورت پیش آتی تو چراغ جلانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی بلکہ چہرۂ انور کی نورانی شعاعوں کی وجہ سے میں دھاگہ ڈالنے میں کامیاب رہتی ۔ معلوم ہوا حضور علیہ السلام کا نور معنوی نہیں تھا حسی تھا ۔ حسی کا معنی محسوس ہوتا تھا ۔ آنکھوں والے نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے دیکھا بھی کرتے تھے ۔

اور سنیئے! مومنوں کی ماں فرماتی ہیں کہ ایک دن کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

خوشی خوشی گھر تشریف لائے تو :۔

دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا مَسْرُوْرًا وَاَسَارِیْرُ وَجْھِہٖ تَبْرُقُ۔

"آپ کے چہرے کے خدوخال سے بھی بجلی کی طرح نور چمک رہا تھا۔"

سُبحان اللہ!

اس مقام پر ایک شاعر نے بڑا اچھا شعر فرمایا کہ :

سُوئی گم شُدہ ملتی ہے تبسّم سے تیرے
رات کو صُبح بناتا ہے اُجالا تیرا

اسی کو پنجابی زبان میں ایک شاعر نے پیش کیا کہ

ہسیا جاں نبی سوہنا کیتی دنداں روشنائی سی
ادھی راتیں لبھی جیہڑی عائشہ نے گوائی سی

اُم المومنین سیّدہ طیبّہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں ایک دن اپنے گھر میں بیٹھ کر چرخہ کات رہی تھی اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم میرے سامنے بیٹھ کر اپنی نعلِ پاک یعنی جوتا پاک کو پیوند لگا رہے تھے۔ ٹانکا لگا رہے تھے کہ اتنے میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پاک پر پسینہ آ گیا اور وہ پسینہ قطروں کی شکل میں محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر جلوہ گر ہُوا اور اُن قطروں میں سے نوُر کی شعاعیں نکلنے لگیں۔ مَیں نے چرخہ کا تنا چھوڑ دیا اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کی مقدس پیشانی کو سراپا حیرت کا مجسمہ بن کر دیکھنے لگی۔ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میری طرف دیکھا تو سرکار نے فرمایا عائشہ تو حیران کیوں ہو رہی ہے کیا ہُوا خیر تو ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَیں نے دیکھا ہے کہ حضور کی پیشانی پر سفید پسینہ ہے اور اس پیشانی کے قطروں میں مجھے اک نور چمکتا دمکتا نظر آ رہا ہے۔ میرے آقا اس پاک نظارے نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے

خدا کی قسم آقا آج اگر عرب کا مشہور شاعر ابوبکر ہذلی زندہ ہوتا اور آپ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس نے جو اشعار کہے تھے اپنے محبوب کی خاطر وہ اشعار آپ پر صادق آتے ہیں اور اس کے اشعاروں کے مصداق آپ کی ذاتِ پاک ہے ۔ نبیِّ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ عائشہ، ابوبکر ہذلی کے وہ اشعار کون سے ہیں ذرا مجھے بھی تو سناؤ اللہ اللہ! مومنوں کی اماں جان نے ابوبکر ھذلی کے دو اشعار اپنے محبوب سرتاج اور نبیِّ مکرم کو سنائے ـــــ کہ

وَمُبَرَّئٌ مِنْ کُلِّ غُبَّرِ حَیْضَۃٍ
وَفَسَادِ مُرْضِعَۃٍ وَدَاءٍ مُعْضِلٖ

" وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے پاک امراض سے مبرا ہے "

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اَسِرَّۃِ وَجْہِہٖ
بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَہَلِّلٖ

" ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے "

جب سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوبکر ھذلی کے یہ دو شعر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائے تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جوتا مبارک جو سی رہے تھے وہیں رکھدیا پھر اماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیشانی کو خوش ہو کر بوسہ دیا ۔ اللہ اللہ!

کیوں ؟ اسلیئے کہ اے عائشہ تو نے میرے نور کی ضیاء دیکھ کر میری نوری پیشانی کو دیکھ لیا ہے، معلوم ہوا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری جلووں کا ذکر کرتا ہے ۔ مصطفےٰ علیہ السلام اُس تذکرے کو سن خوش ہوتے ہیں اور اس کو اپنی دعائے رحمت سے یاد فرماتے ہیں ۔ (قصص الانبیاء ۔ خصائص الکبریٰ ۔ دلائل النبوت ۔ رحمۃ للعالمین)

نوری جلوہ

ایک دن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا اپنے کمرے میں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کر رہی ہیں اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلّم بھی کمرے میں تشریف فرما ہیں، تلاوت کرتے کرتے دو جہاں کے سردار کی زوجہ مطہرہ جب اس آیۃ کریمہ پر پہنچی ——— کون سی آیۃ کریمہ؟ ـ کہ

فَلَمَّا رَأَيْنَهٗٓ أَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ـ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

"اور جب یوسف علیہ السلام کو مصر کی عورتوں نے دیکھا تو اسکی بڑائی کی قائل ہوگئیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بیساختہ پکار اٹھیں کہ یہ انسان تو ضرور کوئی بڑے مرتبے والا فرشتہ ہے۔"

(پ ۱۲ ۔ رکوع ۱۲)

تو آپ نے قرآن پاک بند کر دیا اور سوچنے لگیں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم نے سیدہ عائشہ صدیقہ کو اچانک قرآن بند کر کے سوچتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا۔ عائشہ نے عرض کی جی آقا ـــ فرمایا کیا بات ہے، قرآن بند کر کے کیا سوچ رہی ہو۔ تو سیدہ عائشہ صدیقہ نے عرض کی بس ایک بات کا خیال آگیا اُسی کی سوچ میں گم ہوں ـ فرمایا ہمیں بھی بتاؤ وہ ایسی کون سی بات ہے جس نے تمہیں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تو اماں حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کی کہ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوچ رہی ہوں کہ یوسف علیہ السلام اتنے حسین وجمیل تھے کہ مصر کی عورتوں نے اُن کے حُسن وجمال کو دیکھ کر ہاتھ کاٹ لیئے۔ فرمایا میرے آقا نے کیوں نہیں؟ عائشہ یہ تو قرآن کا مسئلہ ہے اس میں کون سی شک والی بات ہے ـــ عرض کی آقا یہی تو سوچ رہی ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو جب اللہ پاک نے اتنا حسن وجمال دیا، تو آپ تو ہیں ہی محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کو دیکھ کر کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ تو نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ یہ ٹھیک ہے لیکن

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تو آپ نے فرمایا۔ ربِّ کائنات نے میرا حُسن و

جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃً مِّنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَوْ ظَھَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ اَکْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاَوْا یُوْسُفَ۔ (اَلدرثمین صے)

جمال لوگوں کی آنکھوں سے غیرت کیوجہ سے چھپا رکھا ہے (یعنی میری نوری صورت پر اللہ پاک نے ستر ہزار بشریت کے پردے ڈالے ہوئے ہیں) اگر میرا حسن و جمال ظاہر ہوجائے تو لوگوں کی حالت اس سے بھی زیادہ وارفتہ ہوجائے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوئی تھی مطلب یہ کہ اگر میرا حسن و جمال ظاہر ہوجائے میرے انوار لوگوں کے سامنے آجائیں تو لوگ دیوانے ہوجائیں وہاں تو انگلیاں کاٹی گئیں یہاں لوگ میرا حسن و جمال دیکھکر اپنی گردنیں کاٹ کر رکھدیں۔"

اللہ اللہ! یہ بات کرنے بعد کائنات کے والی نے تبسم فرمایا۔ جب سرکار ہنسے سرکار کے موتیوں جیسے دندان مبارک جونہی ظاہر ہوئے تو اُن کے درمیان سے ایسا نور شعلے مار کر ظاہر ہوا کہ مومنوں کی ماں اس نور کی تجلیوں کو دیکھ کر برداشت نہ کرسکی اور بیہوش ہوکر گر پڑیں۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش آیا تو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چہرہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ جس کی ترجمانی ایک شاعر نے کی۔

جے کر میرا یوسف سوہنا تے آندا نظر اوہناں نوں
تے بیخود ہو کے ہتھیں اپنی تے کردیاں ذبح دلاں نوں
لکھ دُنیا تے سوہنے ہوون پر مدنی نال نہ رَل دے
کُن فیکُون تاں کل دی گل اے تے محبوب دا پیارا ازل اے
یُوسف نبی مصر وکایا تے جتھے زور عشق دے چلدے
تے سب صدقہ محبُوب میرے داتے کوہ طور تے ڈبوے بلدے

نُوری مکھڑا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم صحابی حضرت سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری اَمّی

جان سیّدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سرورِ کونین نورِ مجسم حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں اس وقت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، والدہ محترمہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں تو ولادت مصطفےٰ کے وقت میں نے عجیب منظر دیکھا کہ: —

فَمَا شَیْءٌ اَنْظُرُ اِلَیْهِ فِی الْبَیْتِ اِلَّا نُوْرٌ۔ "جب میری نظر اٹھی تو میں نے کیا دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے معمور ہو گیا اور آسمانوں کے ستارے اتنے قریب آ گئے کہ میں نے گمان کر لیا کہ یہ نوری ستارے کہیں میرے اوپر نہ آن گریں۔"

جب حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو میں نے سیّدہ آمنہ سے پوچھا۔ آمنہ کیا ہوا ہے تو کملی والے کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ اے فاطمہ وَضَعْتُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ جب میں نے اپنے لاڈلے کو جنم دیا تو اُن سے ایک نور نکلا جس سے خانہ کعبہ اور میرا گھر منوّر ہو گیا یہانتک کہ میں نے کل دُنیا میں نور ہی نور دیکھا۔ اللہ اکبر!

بڑا پیارا شعر کسی شاعر نے اس موقعہ کے لئے کہا۔ کہ ؎

نور اندر، نور باہر، کوچہ کوچہ نور ہے
بلکہ یوں کہیئے کہ سب دُنیا کی دُنیا نور ہے

(نشر الطیب ۲۲ - شفا شریف - خصائص الکبریٰ - مواہب لدنیہ - انوار محمدیہ، شواہد النبوۃ)

حضور تاجدار مدینہ سرورِ قلب وسینہ رحمت دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی اماں سیّدہ طیبہ جنابہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مکہ مکرمہ میں بچہ لینے کے لئے میں پہنچی تو سارے بچے تقسیم ہو گئے لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے میرے لئے محفوظ فرما لیا۔ جب میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچی، میں نے سیّدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ کا لختِ جگر کہاں ہے؟ تو سیّدہ آمنہ نے فرمایا۔ حلیمہ سعدیہ، اندر کمرے میں میری قسمت کا سکندر آرام فرما ہے۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں اندر کمرے میں گئی تو میں نے کیا دیکھا کہ سرکار ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے آرام فرما ہیں۔ جب میں نے کپڑا اٹھایا تو سرکار کے حُسن و جمال کو دیکھ کر مجھ پر حیرت طاری ہوگئی، میں رک گئی، میں نے سرکار کو جگانا مناسب نہ سمجھا پھر میں اور آپ کے قریب ہوئی اور آپ کے مقدس سینۂ پاک پر میں نے ہاتھ رکھا۔ اللہ اللہ! تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنی معصوم پیاری پیاری مَازَاغ والی آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا اور آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کیا۔ اماں کتنی دیر کردی ہے، کتنی دائیاں آئیاں میں نے کسی کو قبول نہ کیا۔ کب سے تمہارا انتظار کررہا ہوں۔ اماں پریشان نہ ہو تو غریب ہے تو کیا ہُوا میں بھی غریبوں کی کُلّی بسانے آیا ہوں۔ اماں حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب مصطفےٰ علیہ السلام نے میری طرف دیکھا تو:۔

فَخَرَجَ مِنْ عَيْنَيْهِ نُوْرٌ حَتّٰى دَخَلَ خِلَالَ السَّمَآءِ

"میں نے دیکھا کہ آپ کی نورانی آنکھوں سے نور نکل نکل کر آسمانوں میں داخل ہو رہا ہے۔"

(مواهب لدنیہ - انوار محمدیہ)

محترم سامعین! نور تھا تو تبھی نور نکل رہا تھا، اگر کملی والا نور نہ ہوتا تو سرکار کی مقدس آنکھوں سے کیسے نور نکلتا۔؟ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر اپنے علاقے اپنے گھر آئی تو رات کو تمام دائیاں جب اپنے اپنے رضاعی بچوں کو دودھ پلاتیں تو سب کے گھر میں چراغ جلتے لیکن مجھے چراغ جلانے کی ضرورت ہی نہیں آتی تھی بلکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے کپڑا ہٹادیتی تو سارا گھر نور سے منور ہو جاتا، چنانچہ ایک دن میری پڑوسن اُمّ خولہ سعدیہ نے کہا کہ بہن حلیمہ! میں نے کہا کیا بات ہے؟ اُمّ خولہ نے کہا ایک بات تو بتاؤ! سعدیہ حلیمہ نے فرمایا کون سی بات۔ اُس نے کہا کیا تم اپنے گھر میں ساری رات آگ روشن رکھتی ہو۔ میں نے کہا کیوں، اُس نے کہا کہ جب بھی میں رات

کو تمہارے گھر کی طرف دیکھتی ہوں تو مجھے تمہارا گھر سارا روشن اور منور نظر آتا ہے۔ اسلیئے میں پوچھ رہی ہوں کہ تم ساری رات گھر میں آگ جلائی رکھتی ہو۔ تو سیدہ حلیمہ سعدیہ نے فرمایا نہیں! بہن اُمّ خولہ تو آگ کی بات کرتی ہے، میں نے تو جب سے محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود لیا ہے چراغ بھی رات کو کبھی نہیں جلایا۔ تو اُمّ خولہ سعدیہ نے پوچھا کہ یہ پھر ساری رات تمہارا گھر کیسے منوّر رہتا ہے۔ تو سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے فرمایا کہ:۔

لَا وَاللّٰہِ لَا اُوْقِدُ نَارًا وَلٰکِنَّہٗ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''اُمّ خولہ سعدیہ نہیں خدا کی قسم میں تو آگ روشن نہیں رکھتی بلکہ یہ نور اور روشنی تو نورِ مجسم حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ (بیان میلاد النبی صفحہ ۵۴)

اعلیحضرت امام اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ نے بڑے پیارے اشعار اس مقام پر فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ؎

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے اُن پر نام سچا نور کا
ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ ہے نور کا
آب زر بنتا ہے عارض پر پسینا نور کا
مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

اسی بات کو شاعرِ مدینہ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب عبد الستار نیازی نے اپنے انداز میں پیش کیا ہے کہ ؎

موہ لیا سارا جگ حُسن سرکار نے
اوہدے وَالشَّمْس وَالْقَمَر رخسار نے
رُخ توں پردہ سی چکنا جدوں یار نے

سوہنے سوہنے بڑے ویکھدے رہ گئے

مہکی مہکی نیازی سی ساری فضا
ہر طرف سی صدا مرحبا مرحبا
آمنہ دا جدوں نوری چن چمکیا
چن، تارے چڑھے ویکھدے رہ گئے

تاج لولاک دا پا کے آیا نبی
تاجاں والے بڑے ویکھدے رہ گئے

نور اور عمِ رسول

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے خصائص الکبریٰ جلد۱ ص۹۷ میں علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انوار محمدیہ ص۸۴ میں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواھب لدنیہ ص۲۳ میں دیوبندیوں کے حکیم الاُمت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص۱۰-۹ میں نبیٔ پاک صاحبِ لولاک سرورِ کونین، آنکھوں کے چین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم پاک یعنی چاچا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت درج فرمائی، سُنیئے اور دیکھئے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاچا جان، نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سمجھتے تھے نور یا بشر؟ - جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بمعہ اپنے غلاموں کے غزوۂ تبوک کے موقع پر فتح ونصرت اور کامیابی عطا فرمائی تو کملی والا بمع اپنے غلاموں کے مدینہ شریف کی مقدس زمین پر پہنچا۔ مدینہ شریف کے تمام لوگ بڑے بوڑھے، عورتیں بچے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد دینے کے لیئے جمع ہوئے، رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار شریف لگا ہُوا ہے۔ تمام مدینہ شریف کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تشریف فرما ہیں، اتنے میں کملی والے آقا صلی اللہ

علیہ وسلّم کے عظیم چچا، عظیم صحابی حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر عرض کی ۔۔۔ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں تو مَیں آپ کی شانِ مقدسہ میں چند نعتیہ اشعار عرض کروں ۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ۔۔۔

قُلْ لَا یَفْضُضِ اللّٰہُ فَاكَ ''اے چچا جان کہیئے کہیئے اللہ تعالیٰ آپکی زبان اور آپ کے منہ کو ہمیشہ سلامت رکھے ۔''

قربان جاؤں اے عباس تیری شان پر جن کو کملی والا دعائیں دے ۔ معلوم ہُوا ثنا خوانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو دن رات اپنے آقا کی نظم و نثر میں تقریریں یا تحریریں کسی طریقے سے شان بیان کرے مدینہ کے آقا تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس دعائیں اس کے ہوں گی (دعا کریں کہ فقیر عتیقی کو بھی کملی والا اپنے ثنا خوانوں میں شامل فرمالے ۔ آمین !)

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا جان نے عربی میں ایک نعت شریف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں پیش کی ۔ سرکار اور سرکار کے غلام حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے نعت شریف سن کر خوش ہو رہے تھے محبت سے جھُوم رہے تھے ۔ اس نعت شریف کے آٹھ اشعار تھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جو نعت پڑھی کمال کر دیا اور حقیقت پر مبنی تھی ۔ اُن آٹھ اشعار میں سے آخری دو شعر حاضرِ خدمت کرتا ہوں سماعت فرمائیں ۔ حضرت عباس نے سرکار کو متوجہ کر کے یوں عرض کیا کہ ؎

اَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ
الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

''یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپ جب پیدا ہُوئے تو زمین روشن ہو گئی آپ کے نوُر سے آفاق (آسمان کے کنارے) منوّر ہو گئے ۔''

فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور
وسبل الرشاد نخترق ۔

" سو ہم اس ضیا اور اس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں"

میرے دوستو! ان اشعار کو بار بار پڑھو اور خود اندازہ لگاؤ کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچاجان تمام صحابہ کرام اور خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بارے میں کیا خیال تھا؟ گویا چچا بھی کہتا ہے حضور نور ہیں، اماں عائشہ بھی فرماتی ہیں حضور نور ہیں، صحابیہ فاطمہ ثقفیہ بھی فرماتی ہیں حضور نور ہیں، سیدہ اماں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی فرمائیں حضور نور ہیں، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی سنیں اور کہیں حضور نور ہیں، خود محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمائیں میں نور ہوں۔ آج کچھ لوگ منبروں پر، مصلّوں پر، مسجد کے محرابوں پر، جلسوں کے اسٹیجوں پر یہ کہیں کہ حضور بشر ہیں نور نہیں تو بتاؤ بات کس کی مانی جائے۔

صحابہ کرام کی، محبوب خدا کی یا ان بے ادب مُلّاؤں کی؟ فیصلہ آپ پر ہے۔ میرے دوستو! آپ ان کو جتنی مرضی آیتیں سنائیں، حدیثیں سنا، روائتیں سنائیں بزرگان دین کے اقوال سنائیں لیکن یہ سب سن لیں گے اور پھر کہیں گے صاحب ٹھیک ہے آپ کی، سب باتیں صحیح ہوں گی لیکن؟ لیکن کیا؟ نہیں جی ہم اپنے علمائے دیوبند سے ان باتوں کی تحقیق کریں گے اگر صحیح ہوئیں تو پھر سوچیں گے۔ آپ نے اکثر حضرات کو یہی جواب دیتے سنا ہوگا۔ تو آیئے پھر انہی کی کتابوں سے علمائے دیوبند کے بزرگوں کے عقائد تلاش کریں آیا کملی والے کو وہ نور تسلیم کرتے تھے کہ نہیں اگر ان کی کتابیں یہ نشان دہی کر دیں کہ سرکار نور ہیں اور علمائے دیوبند کے بھی یہی عقائد تھے تو پھر ہر دیوبندی کو بلا چون وچرا تسلیم کر لینا چاہیئے، کیوں صاحب ٹھیک ہے نا؟ آیئے علمائے دیوبند کے عقائد سنئے!

عُلمائے دیوبند اور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام علمائے دیوبند کے رہبر و رہنما مرشد و پیشوا جن کو مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے براہین قاطعہ ص۲۷۱ میں ان القاب سے یاد کیا اور لکھا کہ حجتہ الاصفیاء۔ تاج الاولیاء، بُرہان الملّت، زُبدۃ المقربین عمدۃ الواصلین اور ضیعتہ الصدّیق الاعظم وقطب الافخم مولانا وسیدنا المہاجر شاہ امداد اللہ الفاروقی الچشتی اس کے علاوہ اور بہت سے القاب لکھے ہیں، یہی ان کے پیر و مُرشد حجتہ الاصفیاء اپنی کتاب نالۂ امداد غریب ص۵ پر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے گُن گاتے ہوئے سرکار کی بارگاہ میں یوں فریاد کرتے ہیں ؎

تم سے اے نور خدا فریاد ہے چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے

سامعین کرام توجہ فرمائیں عُلمائے دیوبند کے تاج الاولیا کیا فرما گئے ــــ کہ

" تم سے اے نورِ خدا فریاد ہے "

یعنی ایک تو ہندوستان میں بیٹھ کر حضور علیہ السلام کو حاضر ناظر مان گئے کیوں ؟ کہ اے نورُ خدا تب ہی وہ فرما سکتے تھے کہ ان کا عقیدہ ہو کہ حضور علیہ السلام مدینہ شریف میں بھی ہیں اور ہندوستان میں بھی! کیونکہ اے قریب والوں کے لئے استعمال ہوتا ہے سبحان اللہ! ــــ دوسرا یہ مان گئے کہ کملی والے نور ہیں کیونکہ " اے نور " لفظ کلمہ حاجی صاحب کے عقیدے کو ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام نور ہیں۔ تیسرا یہ بھی مان گئے کہ حضور علیہ السلام، اللہ کے نور سے بنے ہیں کیونکہ اے نورِ خدا اس کا یہی مطلب ہے کہ خدا کے نور سے بننے والے ذرا مجھے اپنا مکھڑا دکھا۔ الحمد للہ اگر علمائے دیوبند اسی شعر کو مان لیں تو دیوبندی، بریلوی میں مسئلہ نور و بشر ہمیشہ کے لئے حل ہو سکتا ہے لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ــــ اچھا صاحب آگے چلئے برھان الملّت آگے کیا فرماتے ہیں کہ ؎

آپ کی فرقت نے مارا یا نبی ‏ دل ہُوا غم سے دو پارہ یا نبی
طالبِ دیدار ہوں دکھلائیے ‏ رُوئے نورانی خدارا یا نبی

اور سُنیئے فرماتے ہیں ؎

سب دیکھو نور محمدؐ کا سب ہیچ ظہُور محمدؐ کا
جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمدؐ کا

محترم دوستو! حاجی صاحب قبلہ نے اس شعر میں دو چیزوں کا اقرار فرمایا پہلا تو یہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ پاک کے نوُر ہیں اور دوسرا یہ کہ جبریل علیہ السلام میرے محمد کریم علیہ السلام کا خادم ہے۔ اب ان دیوبندی مولویوں سے پوچھو جو کہتے ہیں کہ حضوُر علیہ السّلام ہماری طرح کے بشر ہیں کہ تم سچے ہو یا تمہارے مُرشد، اگر وہ کہیں کہ ہمارا مرشد سچا ہے تو پوچھو کہ جو بات تمہارے مرشد نے فرمائی، وہی بریلوی سنّی کہتا ہے اگر اس بات میں تمہارا مرشد سچا ہے تو غریب سُنّی نے تمہارا کیا بگاڑا ہے، ذرا انصاف کرو، اس طرح ظلم نہ کرو، اگر تمہارا پیر کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہتے ہیں تو تم پھر بھی موحد کے موحد لیکن یہی بات ایک سنّی بریلوی کہے تو مشرک و بدعتی، کافر اور نہ جانے کیا کیا۔؟

دوسرے دیوبندی کہتے ہیں کہ جبریل، حضور علیہ السلام کا استاد ہے کیونکہ معراج کی رات کو جو اللہ پاک نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نمازیں فرض فرمائیں تھیں وہ جبریل علیہ السلام نے صُبح حضور انور علیہ السلام کو آکر سکھائیں — لہٰذا جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُستاذ ہیں۔ لیکن قبلہ حاجی صاحب نے واضح فرما دیا کہ جبریل علیہ السلام، محمد کریم علیہ السلام کا استاد نہیں بلکہ خادم ہے اور خادم بھی ایسا کہ ہر جگہ یعنی زمین و آسمان، عرش و فرش، مغرب و مشرق، شمال و جنوب ہر جگہ ہر تھاں، ہر مکاں پر مشہور ہے — آؤ دیوبندیوں خدا کے لئے کچھ تو انصاف کرو، کیوں قوم کا بیڑا تم نے غرق کر دیا ہے، ہماری نہیں مانتے تو نہ مانو کم از کم اپنے مرشد کی تو مان لو۔

لیکن ہدایت میرے مالک کے قبضے میں ہے وہ جسے چاہے ہدایت فرمادے۔ اچھا میاں آگے چلئے، یہی حاجی صاحب قبلہ اپنی کتاب "گلزار معرفت" ص ۶ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ ؎

نور احمد سے منوّر ہے دو عالم دیکھو
دیکھتے ہو مہ و خورشید کی تنویر عبث

میرے دوستو ان تمام اشعار سے یہ ثابت ہوا کہ پیشوائے علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام نور ہیں۔ اب آئیے بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کا عقیدہ سنیئے کہ ان کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے بارے میں عقیدہ کیا تھا۔ مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے ایک رسالہ لکھا جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ایک نعت شریف لکھی اس نعت کو سنیئے اور بار بار پڑھیئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا محض بشر چنانچہ قصائد قاسمی ص ۴ اور ص ۵ پر مولوی صاحب یوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش فرماتے ہیں کہ ؎

کہاں وہ رُتبہ کہاں وہ عقلِ نارسا اپنی
کہاں وہ نورِ خُدا اور کہاں یہ دیدۂ زار
چراغ عقل ہے گُل اُس کے نُور کے آگے
زبان کا مُنہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار
تو بُوئے گُل ہے اگر مثلِ گُل ہیں اور نبی
تو نورِ شمس گر اور انبیاء ہیں شمس نہار
اگر قمر میں کچھ آجائے تیرے چہرے کا نور
تو رات دن ہی اور آگے اُسکے دِن شبِ تار

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجانا کون ہے کچھ کسی نے بجز ستّار
سوا خُدا کے بھلا تجھکو کیا کوئی جانے
تو شمس نور ہے مستیر نمط اولوالابصار

میرے دوستو ان اشعار کو پڑھنے اور سُننے سے ہر عقلمند آدمی پہ یہ واضح ہو جائیگا کہ بانیِ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کا نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کیا عقیدہ تھا؟ یہ عقیدہ تھا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تبارک و تعالیٰ کے نوری رسول ہیں اور حضور علیہ السلام کے نورِ پاک کی برکت سے سورج بھی روشن ہے اور چاند بھی منور ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پاک پر بشریّت کے پردے تھے اگر بشریّت کے پردے نہ ہوتے تو کملی والے کا نور رات کو دن کی طرح اُجالا کر دیتا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت پاک کو کوئی انسان تو درکنار کوئی صحابی بھی نہ جان سکتا؟ کیونکہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر بشریت کے پردے تھے اگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو کسی نے جانا تو وہ خالقِ کائنات نے جانا پہچانا — اچھا اب صاحب آگے چلیئے، مدرسہ دیوبند کے سب سے پہلے مدرس جنہوں نے مولوی محمد قاسم نانوتوی کے مدرسہ میں سب سے پہلے دینی کتابیں پڑھانے کا شرف حاصل کیا جناب مولوی محمد یعقوب نانوتوی اپنے قصیدۂ میمیہ در نعت سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے یوں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں ـــــ کہ ؎

خُدا نے نور کیا وہ تمہارا نورانی	کہ جس کے سامنے آئے نظر ہے نورِ ظلام
وہ نور آپکا تھا جو ہوئی امانت عرض	سماء و ارض و جبال و شجر رہے جی تھام
وہ نور غیب ہے ظاہر بشر کی صورت میں	کہ جیسے ضمّہ سے کسرہ کا کیجئے اتمام

(بیاض یعقوبی صفحہ ۱۷)

اچھا جناب آگے چلیئے تمام دیوبندیوں کے مسلمہ بزرگ مولوی رشید احمد گنگوہی جن کو مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید جلد اول صـ۲ پر ان القابات سے نوازا قدوۃ العلماء، زبدۃ الفقہاء، فخر المحدثین، قطب العالم، غوث الاعظم، شیخ المشائخ مولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد گنگوہی محدث اور بھی بہت سے القابات لکھے یہی ان کے قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب "امداد السلوک" فارسی صـ۸۵، اردو صـ۲۰۱ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔

" بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند وظاہر است کہ بغیر نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔" تواتر سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور یہ ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام کا سایہ ہوتا ہے۔"

تمام دیوبندی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے غور فرمائیں کہ آپ کے غوث الاعظم کیا اچھی بات آپکے لیئے فرما گئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ مبارک نہ تھا اور ظاہر ہے کہ سایہ نہ ہونا اسبات کی واضح دلیل ہے کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے نور ہیں اب اگر دیوبندی حضرات مولوی رشید احمد صاحب کو اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کرتے ہیں تو ان سے فقیر عتیقی کی گذارش ہے کہ یارو پھر قوم کو گمراہ نہ کرو اور نور و بشر کے جھگڑے کو ختم کرکے یہ بر سر عام اعلان کردو کہ آج سے ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضور علیہ السلام بظاہر البشر کی شکل میں تشریف لائے اور حقیقت میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں تاکہ تمہارے بزرگوں کی روحیں بھی خوش ہوجائیں اور قوم میں تفرقہ بازی کی فضاء کم از کم نور و بشر والی ختم ہوجائے اللہ تعالےٰ سے میری یہ دلی دعا ہے کہ وہ رب لم یزل تمام دیوبندیوں کو یہ ہدایت عطا فرمائے کہ وہ حضور علیہ السلام کو نور مان لیں ۔۔ آمین ۔۔ اور اچھا جی اب اور آگے چلیئے، دیوبندیوں کے حکیم الامت اور شیخ الاسلام مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنی معرکۃ الآرا کتاب۔ "نشر الطیب فی ذکر النبی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صـ۳۲۶ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کا ذکر کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں۔ ۵

نام احمد چوں چنیں یاری کند
تاکہ نورش چوں مددگاری کند

کہ جب آپ کا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسم مبارک ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ مشکل وقت میں مدد فرماتا ہے تو آپ کی ذات گرامی جو کہ عین نور ہے ہر حالت میں کیوں مددگار نہیں ہوگی۔ اس بات کو دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب نے اردو کے اندر یوں پیش کیا ہے کہ

نبی خود نور اور قرآن ملا نور — نہ ہو کیوں مل کے پھر نورٌ علی نور

(اشرف المواعظ ص ۱۴۷ تلخ الصدور ص ۲)

سامعین کرام! ان اشعار کو پڑھیئے اور بار بار پڑھیئے اور اندازہ لگائیں کہ دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب کا کیا عقیدہ تھا۔ اچھا صاحب اب غیر مقلدین کی مستند شخصیت جناب مولوی نور حسین گرجاکھی کو سنیئے وہ کیا کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کرتے ہیں کہ ؎

بَلْ كَانَ مِثْلُ الشَّمْسِ بَلْ اَضْوٰى لَنَا
فَالشَّمْسُ نَيِّرَةٌ بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

اس شعر کا ترجمہ وہ اپنی پنجابی مادری زبان میں یوں پیش کرتے ہیں۔ کہ ؎

سورج وانگ محمدؐ سرور مشرق مغرب تائیں
سارا عالم روشن کیتا مشرق مغرب تائیں
بلکہ سورج تھیں ودھ روشن بدر منیر حقانی
جس نے کور دلاندے تائیں بخشی شمع نورانی
خیر الناس محمدؐ عربی شہر مدینے والا
جس نے مشرق مغرب تائیں کیتا نور اجالا
جلوہ دیکھ کے نور محمدی دا کفر شرک نے بھاجڑاں چائیاں نے
جتھے بدر منیر دا نور چمکے اوتھے رہندیاں کدوں سیاہیاں نے
نور نبی دا جنھاں نوں نظر آوے ہوئیاں اوہناں دے قلب صفایاں نے
اوہناں چھڈ اقوال رجال سارے نبی نال محبتاں لائیاں نے

(فضائل مصطفےٰ ص ۱۵-۴۵)

رحمت عالم کے انوار غیر مسلموں پر!

حضرات محترم! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پاک مسئلہ ایسا واضح اور متفقہ مسئلہ ہے کہ اپنے تو اپنے، مسلمان تو مسلمان بلکہ غیر مسلموں نے بھی کملی والے آقا صلی اللہ

علیہ وسلم کی نورانیت کی گواہیاں دیں ۔ آیئے چند غیر مسلموں کی کتابیں پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا رائے پیش کی ۔ ہندوستان کے ایک مشہور ہندو ادیب جناب سوامی لکشمن پرشاد جی مہاراج آنجہانی نے آج بینتالیس سال پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا مطالعہ کیا تو اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو خوبصورت اور سچا نظر آیا ، اگرچہ جی مہاراج ہندو تھا لیکن عشق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری اس کے دل میں ایسی شعلہ مار کر چمکی کہ اس نے سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کر لیا اور اسی عشق کی بنا پر جی مہاراج نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ایک بہترین کتاب تحریر کی نام رکھا "عرب کا چاند" میرے دوستو یہ کتاب اتنی پیاری ہے کہ میرے نزدیک آج تک کسی موحد (یعنی دیوبندی وہابی ، چکڑالوی اور قادیانی وغیرہم) نے بھی نہ لکھی ہو گی ۔ اس کتاب میں جی مہاراج نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ جگہ نور لکھا اور یوں عرض کیا کہ "رُوحِی قَدْ مَاہ" یعنی میری اس اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نعلین مبارک پر قربان ہو ۔ (صـ۴۵)

آیئے اب کتاب کی چند عبارات کا اقتباس پیش کروں ۔

جی مہاراج عرب کے چاند صـ۴۱ پر یوں لکھتے ہیں کہ جہالت اور ضلالت کے مرکز اعظم جزیرہ نمائے عرب کے کوہ فاران کی چوٹیوں سے ایک نور (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) چمکا جس نے دنیا کی حالت یکسر بدل دی ، گوشہ گوشہ کو نور ہدایت سے چمکا دیا ۔ صـ۴۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آسمانی نور ، یہ باعث ایجاد کون و مکان نور جس بھی خوش قسمت ہستی میں منتقل ہوا اس سے بہت سے عجوبۂ روزگار کرشمے اور خوارق عادات و واقعات ظہور میں آتے رہے ۔ اس نور بے تاب کی جلوہ گری کسی قفس عنصری کی قید و بند میں آ کر اپنی کیف سامانی اور ضیا بیزی سے محروم نہیں ہوئی بلکہ ہر جگہ اپنی غیر معمولی قوت کا اظہار کرتی رہی ۔ سرور کائنات ، فخر انسانیت نبی آخر الزماں پیغمبر اعظم حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم روحی فداہ انیسویں دادا کا نام نامی اور اسم گرامی مُفر تھا۔ ان میں اس نورِ لطیف نے اپنا ظہور بدرجہ اتم کیا۔

صـ۵۸ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ نے اپنے والد بزرگو سے بیان کیا کہ جب میں جنگل اور بیابان کی طرف قدم پیما ہوتا ہوں تو میری پُشت سے ایک نور اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ نکلتا ہے پھر اس کے دو حصے ہو جاتے ہیں ایک مشرق کی طرف چلا جاتا ہے اور دوسرا مغرب کی طرف۔ اس کے بعد یہ نور پھر یکجا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور آسمان کی بلندیوں کی طرف پرواز کرتا ہوا بادل کی شکل میں صورت پذیر ہو جاتا ہے۔ یہ تو تھے جی مہاراج، اب آیئے ایک اور ہندو سرکشن پرشاد شاد کو سنیئے وہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ ؎

رُوپ ہے تیرا رتی رتی نُور ہے تیرا پتّی پتّی
مہر و مہ کو تجھ سے رونق نُور بنا سیّاروں کا

(انوار محمدیہ بحوالہ ماہنامہ خاتون پاکستان صـ۳۱۹)

تمام سکھوں کے رہبر و رہنما اور پیر و مُرشد جناب گرونانک تمہارے میرے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے گیت گاتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں ؎

ہُن ڈِٹھا نور محمدی ہُن ڈِٹھا نبی رسُول
نانک قدرت دیکھ کے خودی گئی سب بھُول

(جنم ساکھی بالا صـ۳۲۷ پر ایک اور مقام پر

یوں عرض کرتے ہیں کہ ؎

لِکھیا وچہ کتاب دے اوّل ایک خدائے
دُوجا نُور محمدی جو خاصہ یار کہائے

لکھیا وچہ کتاب دے اوّل ایک خُدا
دُوجا نور محمّدی جس چانن کیتا آ

محترم سامعینِ کرام! معلوم ہُوا کہ پُرانے دیوبندیوں کا عقیدہ تھا کہ کملی والا نور ہے پیشوائے علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور ہے۔ دیوبندیوں کے پیرو مُرشد کا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور ہے۔ سکھوں کا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور ہے لیکن آجکل کے دیوبندیوں، وہابیوں اور چکڑالویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہمارے جیسے عام بشر تھے تو پھر کہنا پڑے گا کہ یار دیوبندیوں تم سے تو وہ ہندو اچھے جو نبی کو نور مان گئے، تم سے تو سکھ اچھے جو پرائے ہیں لیکن نبی کو نور مان گئے اور ایک تم ہو کہ نبی کا کلمہ بھی پڑھتے ہو، نبی کے مصلّے پر بھی کھڑے ہوتے ہو، نبی کے منبر پر بیٹھتے ہو، نبی کے صدقے کھاتے ہو لیکن پھر بھی کہتے ہو نبی ہمارا بڑا بھائی اور ہم چھوٹے بھائی، نبی کے بھی دو ہاتھ، ہمارے بھی دو ہاتھ۔ نبی کے بھی دو پیر ہمارے بھی دو پیر نبی بھی کھانا کھاتا ہے ہم بھی کھاتے ہیں۔ نبی چلتا ہے ہم بھی چلتے ہیں۔ نبی بھی سوتا ہے ہم بھی سوتے ہیں۔ افسوس تمہارے جیسے موحد ہونے کے اللہ پاک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نورِ مصطفےٰ پر چند اعتراضات

حضرات محترم! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر اتنے واضح دلائل کے بعد کسی مسلمان کے لیئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی لیکن پھر بھی منکرینِ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے سادھے عوام کو دھوکا دینے کے لیئے چند اعتراضات پیش کرتے ہیں، کتاب ہذا اس بات کی متحمل نہیں کہ تمام اعتراض اور جواب اس میں لکھے جائیں لیکن پھر بھی مزید تسلی کے لیئے اور جھوٹے موحدوں کے دھوکے سے بچنے کے لیئے چند اعتراض اور ان کے جوابات عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر فقیر کے

لئے ذریعۂ نجات بنائے اور پڑھنے اور اس عمل کرنے والوں پر بھی اللہ کی رحمتوں کی بارشیں ہوں ـــــ آمین ثم آمین۔

پہلا اعتراض نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین، سُنیّوں پر پہلا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ صحاح ستّہ کی صحیح ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۷۹ پر یہ حدیث موجود ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ اَللّٰھُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا۔

" یا اللہ کردے تو نور کو میرے دل میں اور نور میری قبر میں اور نور میرے آگے اور نور میرے پیچھے اور نور میرے دائیں اور نور میرے بائیں نور میرے اوپر اور نور میرے نیچے اور نور میرے کان میں اور نور میری آنکھ میں اور نور میرے بالوں میں اور نور میرے چہرے میں اور نور میرے گوشت میں اور نور میرے خون میں اور نور میری ہڈیوں میں اللہ میرے، میرے لئے نور کو بڑھادے اور مجھے نور عطا کر اور مجھے نور ہی بنادے "۔

اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہی تھے تو اس دعا کو مانگنے کی ضرورت کیا تھی؟۔ مانگی وہ چیز جاتی ہے جو پہلے سے نہ ہو؟ نور تو وہ بنایا جاتا ہے جو پہلے نور نہ ہو؟

جواب! اس سوال اور اعتراض کے تین جواب ہیں۔ پہلا جواب:۔ ان سے پوچھیے کہ جب آپ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں کیا دعا مانگتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ اے اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔ تو کیا آپ نماز بھی پڑھ رہے ہوتے ہیں، خدا کی عبادت بھی کر رہے ہوتے ہیں قبلہ شریف

کی طرف منہ بھی ہے لیکن پھر اللہ پاک سے ہدایت کی دعائیں مانگ رہے ہوتے ہیں ؟ تو کیا آپ نماز کی حالت میں گمراہ ہوتے ہیں ؟ تو وہ کہیں گے کہ نہیں، تو اِن سے پوچھیئے پھر آپ ہدایت کی دعا کیوں مانگتے ہیں ؟ جو وہ جواب دیں آپ بھی وہی جواب دیں ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمیشہ سے یہ قاعدہ چلا آرہا ہے کہ جو بہترین چیز آپ کے پاس موجود ہو اُس کے لطف حاصل ہونے پر اس کی طلب بھی زیادہ ہو جاتی ہے اسکا لُطف اُسے حریص بنا دیتا ہے ۔ چونکہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں نُور بن کر ہی تشریف لائے اور آپ کا تمام جسم پاک نوری تھا ۔ آپ کا نور پاک جب اللہ پاک کے نور مقدس کے سامنے ہوتا تھا تو نور کا لطف آپ کو زیادتی نور پر حریص بناتا تھا اسلیئے آپ اللہ پاک سے یہ نوری دُعا مانگا کرتے تھے ۔

تیسرا جواب :۔ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا مانگنا کہ اے اللہ میری آنکھیں، کان ناک نور بنا دے، یہ اُمت کی تعلیم کے لئے کہ میرے غلامو! یہ نور اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت عظیمہ اور پیاری نعمت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں بھی نُور کا کچھ حصہ عطا فرما دے تو میری طرح تم بھی دعائیں مانگنا کہ مولا کریم اس نور کو دے کر اسکو ہم سے لینا نہیں ـــــ الحمد اللہ

دُوسرا اعتراض

اگر حضور علیہ السلام نور ہیں اور ہر جگہ حاضر ناظر بھی ہیں تو چاہیئے تو یہ کہ کسی جگہ اندھیرا نہ ہوا کرے ؟ ہر جگہ روشنی ہو یا تو حضور نور نہیں یا ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ؟

جواب :۔ اس اعتراض کے چار جواب ہیں ۔

پہلا جواب :۔ ان سے پوچھیئے کہ تمہارا فرشتوں کے بارے میں کیا عقیدہ ہے ؟ نُور یا بشر ۔ بشر کہیں گے نہیں البتہ نُور کہیں گے کیونکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا " ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُلِقَتِ الْمَلَائِکَۃُ مِنْ نُوْرٍ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۷۷)

فرماتی ہیں کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے تمام فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔

جب وہ معترض کہے کہ فرشتے نور ہیں تو اب اس سے یوں سوال کیجئے کہ بولو تمہارے میرے اور ہر مومن کے ساتھ نیکی اور بدی لکھنے والے دو دو فرشتے ہوتے ہیں کہ نہیں وہ کہے گا ضرور کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید فرقانِ حمید کے پارہ ۳۰ سورۃ النفطرت میں ارشاد ہے کہ :-

اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ۔

"بیشک تم پر دو عزت والے اور لکھنے والے محافظ فرشتے ہیں۔"

تو آیتہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ ہر مومن کے ساتھ دو عزت والے نوری فرشتے محافظ وہ کسی وقت بھی انسان سے جُدا نہیں ہوتے چاہے دن ہو رات، اُجالا ہو یا اندھیرا، صبح ہو شام، نیند ہو یا بیداری، مسجد ہو یا گھر، سفر ہو یا حضر۔ اب جواب دو جب اندھیری رات ہو چاہیئے کہ لالٹین چراغ موم بتّی بلب ٹیوب گیس جلانے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے؟ حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا، تمہیں چاہیئے کہ یا ان کے نوری ہونے کا انکار کر دو یا ان کے حاضر و ناظر ہونے کا انکار کر دو لیکن ان دونوں باتوں کا انکار بھی نہیں کر سکتے، پھر بھی فرشتوں کو نوری بھی مانتے ہو حاضر و ناظر بھی مانتے ہو۔ میاں جب فرشتے جو میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غُلام ہیں، حاضر و ناظر بھی ہیں جب تم ان کی نورانیت میں شک نہیں کرتے تو جن کا کلمہ پڑھتے ہو ان کے نور کا انکار کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی مگر سچ کہا کسی نے ــــ کہ

جب خدا دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

تو خیر اب دوسرا جواب سُنیئے ــ بولو بھئی تم قرآن کو نور مانتے ہو۔ یا نہیں؟

جواب ملتا ہے، بالکل جی! قرآن نور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن کی عظمت بیان کرتے ہوئے پارہ ۴ سورۃ نساء میں ارشاد فرماتا ہے :۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۔ " اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر نور اتارا۔ "

اب ان نام نہاد موحدوں سے پوچھو کہ تمہارے گھر قرآن ہے یا نہیں بلکہ ہر مسلمان کے گھر میں قرآن ہے کہ نہیں ہے، بالکل ہے۔ تو ذرا خدا کی قسم اٹھا کر بتایئے کہ کبھی اندھیری رات میں قرآن سے روشنی نکلی ہے؟ نہیں نکلی، کیوں جی قرآن نور ہے پھر روشنی کیوں نہیں؟ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن کو نور مانتے ہو تو خود صاحب قرآن کو نور مانتے ہوئے تمہیں کیا پریشانی ہے۔ ذرا ہوش سے کام لو،

تیسرا جواب :۔ بتاؤ بھی اللہ تعالیٰ نور ہے کہ نہیں؟ ہے ضرور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک کے پارہ ۱۸ سورۃ نور میں اپنی نورانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ :۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کا نور ہے "۔

معلوم ہوا اللہ نور ہے۔ اب بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے کہ نہیں؟ ہے اور ضرور ہے خود رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے کہ پ ۲۷ سورۃ حدید :۔

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ ۔ " اور وہ رب تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو "

یا اللہ تو ہے کہاں؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پ ۲۶ سورۃ قٓ :۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۔ " ہم ہر آدمی کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ "

ورید وہ رگ ہے جس میں خون جاری ہو کر بدن کے ہر حصے میں جاتا ہے، یہ رگ گردن میں ہے۔ معلوم ہوا خدا نور بھی ہے ہم جہاں کہیں ہوں، ہمارے ساتھ بھی ہے اور ہماری شہ رگوں سے بھی زیادہ قریب ہے تو بتاؤ کبھی اپنے رب کا نور دیکھا ہے؟

نہیں۔ حالانکہ رب کو تو چاہیئے تھا کہ وہ سورج چاند کو پیدا ہی نہ کرتا کیونکہ خود نور جو ہے۔ ان کو پیدا کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اللہ تعالیٰ کا نور ہی کافی تھا۔ اچھا رب نور ہے لیکن اس کے باوجود جب چاند چھپ جاتا ہے، اندھیری رات ہو جاتی ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ چاند چھپ جاتا تو پھر بھی اجالا ہی ہوتا کیونکہ اللہ خود نور والا جو موجود ہے۔ اللہ غنی

چوتھا جواب:۔ دیکھو میاں جیسے اللہ نور ہے لیکن نظر نہیں آتا، فرشتے نور ہیں نظر نہیں آتے، قرآن نور ہے لیکن روشنی نظر نہیں آتی۔ کیوں؟ اسلیئے کہ خدا کا نور دیکھنا ہے تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم والی نظر پیدا کرو۔ اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو دیکھنا ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اللہ والوں کی نظر پیدا کرو۔ فرشتوں اور قرآن کے نور کو دیکھنا ہے تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی نظر پیدا کرو پھر خدا کی قسم تمہاری آنکھوں میں سب کچھ عیاں ہو جائے گا ـــ الحمد للہ۔ جناب سید محمد ریاض الدین سہروردی نے کیا خوب فرمایا کہ ؎

جن کو دیدار اُن کا میسّر ہُوا وہ رُخِ والضحیٰ دیکھتے رہ گئے
اُن کے انوار دل میں اُترتے گئے شانِ بدر الدجیٰ دیکھتے رہ گئے
بے بصیرت تو سمجھے انہیں اِک بشر اور حقیقت سے ان کی رہے بے خبر
آنکھ والوں نے دیکھا انہیں جب کبھی کچھ نہ پوچھو کہ کیا دیکھتے رہ گئے

تیسرا اعتراض

اگر حضور علیہ السّلام نور تھے تو کھاتے پیتے کیوں تھے؟ کیا نور بھی کھاتا پیتا ہے؟ اگر آپ نور تھے تو آپ نے نکاح کیوں کیا؟ کیا نور بھی نکاح کرتا ہے؟ اگر آپ نور تھے تو غزوۂ اُحد میں آپ کے دندان مبارک کیوں شہید ہوئے، خون کیوں بہا؟ کیا نور میں بھی خون ہوتا ہے؟ اگر آپ نور تھے تو آپ کی اولاد کیوں ہوئی، کیا نور کی اولاد ہوتی ہے؟

جواب:۔ محترم سامعینِ کرام۔ یہ اعتراض دراصل ایک اعتراض نہیں چار

چار اعتراض ہیں، انشاء اللہ ان تمام اعتراضات کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں سُنئے اور اپنے دل کو تسلی دیجئے کہ الحمد للہ سچا مسلک اہلسنّت بریلوی ہی ہے۔
میرے دوستو! یاد رکھو ہم اہلسنّت و جماعت ہیں اور ہم قرآن پاک کو الحمد اللہ کی اَلف سے لیکر والنّاس کے سین تک مانتے ہیں، پڑھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اور ہمارا عقیدہ کسی مفتی کے فتوے، کسی مجتہد کے قول، کسی پیر کے ارشاد، کسی مقرر کی تقریر، کسی بزرگ کے اقوال سے نہیں بنا بلکہ ہمارا عقیدہ قرآن و سنت کی روشنی میں بنا ہے اور ہم جب بھی اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہیں تو قرآن و حدیث کے دلائل حقّہ سے کرتے ہیں جب آپ نے یہ سمجھ لیا تو یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اللہ پاک نے قرآن پاک کے چھٹے پارے میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو نور قرار دیا ہے، اور سولہویں پارے میں اپنے رسول کو بشر فرمایا ہے۔ ان دونوں آیتوں پر ہمارا دل و جان سے ایمان ہے اور ہم مانتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نوری رسول بھی ہیں اور اللہ پاک کے بے مثل بشر نبی بھی ہیں۔ اور ہم حضور علیہ السلام کو نور بھی مانتے ہیں بشر بھی مانتے ہیں لیکن بشر ایسے نہیں مانتے جیسے وہابیوں کے سرغنہ مولوی اسماعیل قتیل نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" صفحہ ۵۶ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام ہمارے بڑے بھائی ہیں، ہم چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم بڑے بھائیوں جیسی کرنی چاہیئے — استغفر اللہ۔ بلکہ ہم کملی والے کو بشریت کو بھی اتنا اعلیٰ و افضل سمجھتے ہیں کہ وہاں جبرئیل جیسے نوری فرشتے کی نورانیت نہیں پہنچ سکتی اور ہمارا وہی عقیدہ ہے جو بابائے روم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا تھا۔ مولانا کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں یوں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ ۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

اے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم، آپ وہ مثل بشر ہیں کہ آپ کی بے نظیر بشریت میں ہزاروں جبرئیل جیسے نوری فرشتے چھپے ہوئے ہیں اے آقا، خدا کے لیئے ہم غریبوں کی طرف ایک نگاہِ کرم فرما دیجئے۔ سبحان اللہ۔ کمال کر دیا مولانا روم نے ایک شعر میں سرکار کی ایسی بشریت کا نقشہ کھینچا کہ خدا یاد آگیا۔

تو خیر عرض کیا رہا تھا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور بھی ہے اور بے مثل بشر بھی حضور علیہ السّلام کی حقیقت نور ہے لیکن بشری لباس پہن کے کائنات میں تشریف لائے جب ہم حضور علیہ السلام کو بے مثل بشر مانتے ہیں تو پھر یہ سارے اعتراض خود بخود ختم ہو گئے کیونکہ جب حضور علیہ السلام بے مثل بشر ہیں تو آپ کھاتے پیتے بھی تھے۔ بحیثیت بشر ہونے کے آپ نے نکاح بھی کیا، بحیثیت بشر ہونے غزوہ اُحد میں آپ کا خونِ مقدس بھی نکلا بحیثیت بشر ہونے کے آپ کی بیٹیاں بیٹے بھی ہوئے۔ بحیثیت بشر ہونے کے لیکن آیئے اب دوسری طرف بھی چلیئے اور یہ بھی دیکھیئے کہ نور بھی کھاتا ہے کہ نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ طاقت دے تو نور بھی اس کی قوّت و عطا سے کھا سکتا ہے۔ اس کی عطاء سے نکاح بھی کر سکتا ہے۔ خون آسکتا ہے، اولاد ہو سکتی ہے ـــــ وہ کیسے؟ تو سنیئے! آپ پہلے سن چکے ہیں کہ تمام فرشتے نوری ہیں اللہ پاک نے ان کو نور سے پیدا فرمایا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانا چاہا تو اللہ پاک نے فرشتوں سے فرمایا، میرے فرشتو! میں زمین میں اپنا ایک نائب اپنا ایک خلیفہ اپنا ایک رسُول بھیجنا چاہتا ہوں۔ تو فرشتوں نے عرض کی کہ اے ربِ لم یزل کیا ضرورت ہے اپنا خلیفہ بنانے کی۔ اگر تو نے اپنا خلیفہ بنایا تو وہ زمین پر خون ریزیاں کرے گا، فساد کرے گا۔ لہٰذا کوئی ضرورت نہیں باقی رہی تیری حمد و ثناء تیری پاکی و شان وہ رات، دن، صبح و شام ہر وقت، ہر گھڑی ہم بیان کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اللہ عزّوجل نے فرمایا۔ میرے فرشتو! جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ فرشتوں نے ربِ کائنات کی یہ بات سُنی تو خاموش ہو گئے۔ جب اللہ پاک نے حضرت آدم

علیہ السلام کو تاجِ نبوت پہنا کر اس زمین پر بھیجا آپ کی اولاد ہوئی اور انہوں نے سرکشی اور خدا کی نافرمانی شروع کی تو تمام فرشتے ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ ہم نہ کہتے تھے کہ یہ سرکشی کریں گے، نافرمانی کریں گے، فتنہ و فساد میں مبتلاء ہو جائیں گے۔ اگر ہم اولاد آدم علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو کبھی اللہ پاک کی نافرمانی نہ کرتے، کبھی خدا پاک کے حکم کے خلاف قدم نہ اٹھاتے۔ اللہ پاک اپنے فرشتوں کی یہ باتیں سُنکر فرمانے لگے۔ اچھا تم کو بھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تم میرے کتنے وفادار ہو۔ اچھا ایسے کرو کہ اپنے تمام ساتھیوں میں سے دو فرشتے پسند کر لو کہ میں انہیں انسانی لباس اور نفسانی خواہشات کے ساتھ زمین پر بھیج دیتا ہوں اور پھر تم بھی دیکھنا اور میں بھی دیکھوں گا اور میں تو دیکھ رہا ہوں۔ تمام فرشتوں نے میٹنگ کی کہ کون سے دو ۲ فرشتے تیار کئے جائیں تو فرشتوں کی نظر اپنے سے بڑھکر زاہد و عابد، متقی و پرہیز گار دو فرشتوں پر پڑی جو جنت کے ایک کونے میں بیٹھے رب کی عبادت میں مشغول تھے۔ نام ان کا تھا ہاروتؔ اور ماروتؔ اللہ اللہ! ان دو نوری فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہشات کے ساتھ زمین بھیجنے کا ارادہ کیا۔ زمین پر آنے سے پہلے ہاروت و ماروت دونوں کو اللہ پاک کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے ھاروت و ماروت! عرض کی۔ جی رب جلیل۔ فرمایا دیکھو میں آدم علیہ السلام کی اولاد کو تو نبیوں کے ذریعے اپنی معرفت کے احکام بھیجتا ہُوں لیکن تم ہو میرے فرشتے میں تم سے بلا واسطہ خود کہہ رہا ہوں کہ جب زمین پر جانا میرے احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ میرا شریک نہ بنانا۔ شراب نہ پینا۔ زنا نہ کرنا۔ قتل و غارت گری نہ کرنا۔ جھوٹ نہ بولنا۔ غرضیکہ ہر وہ کام جو میری رضا کے خلاف ہو ہرگز نہ کرنا۔ دونوں عابد فرشتوں نے عرض کی مولا ہماری کیا مجال ہے جو ہم تیرے حکم کے خلاف قدم اٹھائیں اللہ پاک نے فرمایا بس یہی تھیں باتیں جو میں تمہیں کہنا چاہتا تھا۔ سو کہہ دیں اچھا اب زمین پر جاؤ اور میری عبادت کرو، لوگوں میں عدل و انصاف سے فیصلے کرو۔

دونوں فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عراق کے شہر بابل جس کو اب کوفہ کہتے ہیں وہاں اُترے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ كَانَا مَلَكَيْنِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَاهْبِطَا لِيَحْكُمَا بَيْنَ النَّاسِ ۔

"ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے فرشتوں میں سے پھر اللہ کے حکم سے دونوں اتارے گئے کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔"

دونوں فرشتے لوگوں میں عدل و انصاف سے فیصلے کرتے رہے۔ لوگوں میں ان کا خوب چرچا ہوا کہ بڑے منصف مزاج یہ دونوں بزرگ ہیں، مجال ہے کسی کے ساتھ ناانصافی کریں آخر کار ایک مہینے کے بعد ملک فارس کی ایک بڑی حسین و جمیل عورت جس کا نام بید بخت تھا اور لقب زہرا تھا اپنے خاوند کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ وہ تو آئی مقدمہ کرانے لیکن ہاروت و ماروت اس کے حُسن کے مقدمہ کا شکار ہو گئے۔ فرشتوں نے اس سے کہا کہ فیصلہ بعد میں ہوگا آ پہلے ہم دونوں کے ساتھ ہمبستری کرلے۔ بید بخت نے کہا کہ بزرگو یہ نہیں ہو سکتا۔ تم ہو مسلمان میں ہوں بت پرست تم ہو خدا کے پجاری، میں ہوں بتوں کی پجاری۔ پھر میرا خاوند بڑا غیرت مند، یہ ہو نہیں سکتا۔ ہاں پہلے میرے خاوند کو قتل کرو، میرے بتوں کو سجدہ کرو، میرے ہاتھوں سے شراب کے جام پیو پھر میں تمہاری، تم میرے۔

فرشتوں نے کہا کہ بی بی یہ نہیں ہو سکتا۔ تو زہرا نے کہا کہ پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جو تم کہتے ہو۔ وہ چلی گئی لیکن فرشتوں کے دلوں میں زہرا کا عشق بھی بجلی بن کر چمک رہا تھا۔ انہوں نے زہرا کے گھر پیغام بھیجا کہ ہم تمہارے گھر آنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا مرحبا! ضرور تشریف لائیے۔ بڑی بن سنور کے بیٹھی ادھر وہ فرشتے آئے، انہوں نے پھر وہی کہا کہ آؤ ہم سے جماع کرلو لیکن زہرا نے کہا کہ نہیں، میں نے جو شرطیں رکھیں ہیں پہلے وہ پوری کرو اگر ساری نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک تو کردو۔ انہوں نے کہا چلو لاؤ شراب

ہم وہ پی لیتے ہیں۔ زُہرا نے دو جام شراب کے دیئے وہ پی کر بے ہوش ہو گئے۔ بت کو سجدہ بھی کر لیا، زنا بھی کر لیا اور اس کے آدمی کو بھی قتل کر دیا ——— استغفر اللہ!

علامہ خازن رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:—

فَشَرِبَا فَلَمَّا انْتَشَیَا وَقَعَا بِالْمَرْءَۃِ فَزَنَیَا بِھَا فَرَأٰھُمَا اِنْسَانٌ فَقَتَلَاہُ۔

"پس دونوں نے شراب پی بیہوش ہو گئے پھر انہوں نے بدبخت عورت سے زنا کیا پھر انہوں نے اس آدمی کو قتل کیا جو انکو دیکھ رہا تھا" (یعنی خاوند)

(تفسیر خازن جلد ۱ ص۷۷ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص۱۴۰ تفسیر روح البیان جلد ۱ ص۴۲۹ تفسیر عزیزی دوم ص۶۵۱ تفسیر نعیمی پ۱ ص۵۶۶)

محترم سامعینِ کرام! اس روایت سے قرآن پاک کی تفاسیر یہ پتہ چلا کہ فرشتے نور ہیں لیکن جب انسانی لباس میں آئے تو انہوں نے عام انسانوں کی طرح کام کرنے شروع کر دیئے کھانا پینا چلنا ہمبستری کرنا۔ میرے دوستو وہ ربِّ کائنات جو اپنے نوری فرشتوں کو اتنی طاقت دے سکتا ہے کہ وہ انسانی لباس پہن کر دنیا میں آئیں اور پھر کھائیں پئیں تو کیا وہ خُدا اپنے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم کو نوری لباس میں بھیج کر کھلا پلا نہیں سکتا۔ کھلا سکتا ہے، پلا سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی نورانیّت کا انکار، دراصل خدا کی قدرت بے مثال کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے —— آمین

اچھا صاحب اب دوسرے اعتراض کی طرف چلیئے کہ حضور علیہ السلام نور تھے تو خاکی عورتوں سے نکاح کیوں کیا؟ کیا نوری خاکی کا نکاح ہو سکتا ہے؟ ضرور ہو سکتا ہے۔ وہ کیسے؟ تو سُنیئے دیکھو میاں جب قیامت کا دن ہوگا اللہ پاک اپنی تمام مخلوق کا حساب لے گا۔ دوزخی، دوزخ میں جائیں گے۔ جنتی، جنت میں جائیں گے تو جنت میں اللہ تبارک و تعالےٰ ہر مومن کو جنتی حوریں عطا فرمائے گا ہر جنتی کو ۷۲ حوریں نوری ملیں گی جن سے جنتی جوان نکاح کرے گا، مذہبی کتب

بلکہ خود ربّ العالمین قرآن مجید فرقان حمید کے پارہ ۱ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔	"اور جنّت میں مومنوں کو پاک صاف بیویاں ملیں گی اور جنّتی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے۔"

یا اللہ! وہ حوریں کیسی ہوں گی، تو اللہ تعالیٰ اُن حوروں کی حفاظت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (پ ۲۷ رحمٰن)	"اور جنتیوں کو حوریں پردہ نشین ملیں گی۔"

ایک اور مقام پر ربّ کائنات فرماتا ہے کہ:۔

وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ۔ (پ ۲۵ سورۂ دخان آیت ۵۴)	"ہم جنت میں جنتیوں کا نکاح بڑی خوبصورت حوروں سے کریں گے۔"

اللہ اللہ! معلوم ہُوا کہ ہم جیسے نکمے آدمی بھی جنت میں چلے گئے تو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بھی جنتی نوری حوروں کا نکاح فرمائے گا۔ اگر خاکی نوری نکاح جائز نہیں تو جنت میں یہ لوگ کیا کریں گے۔ پر یار و قصوراں کا نہیں کیوں؟ کہ انہوں نے تو جنّت میں جانا ہی نہیں، جانا تو درکنار جنّت کی خوشبو بھی نہیں سونگھیں گے تو پھر یہ سچے ہیں۔ یہ اعتراضات جو کرتے ہیں بالکل صحیح کرتے ہیں، اللہ عشق مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت نصیب فرمائے۔ معلوم ہُوا نوری خاکی کا نکاح ہو سکتا ہے ـــ اچھا جی آگے چلیئے۔ کیا غزوۂ اُحد میں کملی والے کے دانت مبارک شہید نہیں ہوئے؟ ہوئے ہیں، خون نہیں نکلا؟ ضرور نکلا! تو دُھائی خدا کی یہ بریلوی کتنے بدعتی ہیں کہ نور کا خون ثابت کرتے ہیں ـــ اللہ غنی۔

تو دبستوان عقل کے اندھوں کو کیا پتہ یہ بھی خُدا کی قدرت ہے۔ کیسے؟ تو سُنیئے

مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۶۷ - جب اللہ تعالیٰ کے لاڈلے نبی حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا عزرائیل۔ عرض کی یارب جلیل۔ فرمایا میرے کلیم علیہ السلام کی وفات کا ٹائم ہو گیا ہے جاؤ میرے حکم سے کلیم علیہ السلام کی رُوح قبض کر کے میرے پاس لے آؤ۔ صحیح مسلم شریف میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان آج بھی موجود ہے۔ آپ فرماتے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانی لباس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس رُوح لینے آئے۔ (کیونکہ آپ اور آپ سے پہلے ہر آدمی کی روح ملک الموت انسانی شکل میں جا کر قبض کرتا تھا، اسی قانون کے مطابق عزرائیل علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی گئے) اب حدیث شریف کے الفاظ سُنیئے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ اَجِبْ رَبَّکَ۔

"کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک الموت حضرت موسےٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی کہ اپنے رب کے حکم کو قبول کیجیے۔"

یعنی آپ کے وصال کا وقت قریب آگیا ہے، آپ اپنی جان میرے حوالے کر دیجیے یہ میرا نہیں آپ کے رب کا حکم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی پیغمبر تھے جب وفات کا نام سُنا جلال میں آگئے۔ پھر کیا ہُوا؟

قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ عَیْنَ مَلَکِ الْمَوْتِ فَفَقَاَھَا

"نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام کے منہ پر طمانچہ مارا جس سے ملک الموت کی آنکھ نکل گئی۔"

پھر کیا ہُوا: — قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَکُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَالَ اِنَّکَ اَرْسَلْتَنِیْ

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ملک الموت آنکھ نکلوا کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر

اِلیٰ عَبْدٍ لَّا یُرِیْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَیْنِیْ۔ ہوا (گویا اللہ نے پوچھا عزرائیل - جی رب جلیل فرمایا کلیم اللہ کی جان لے آیا ہے تو عزرائیل نے عرض کی ہوگی - مولا میں اپنی مشکل سے بچا آیا ہوں تو کس کی بات کرتا ہے) پھر دربار خداوندی میں عرض کی یا اللہ آج تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کی جانب بھیجا ہے جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور دیکھ اس نے تھپڑ مار کر کے میری آنکھ نکال دی ہے (تو گویا اللہ نے فرمایا ہوگا اے عزرائیل گھبرا نہیں یہ جان دینے والا کوئی عام انسان نہیں تھا میرا کلیم تھا۔ اگر اس نے تیری آنکھ نکال دی ہے تو میں جو تیرا پروردگار ہوں میں تمہیں آنکھ دیئے دیتا ہوں۔

قَالَ فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیْہِ عَیْنَہٗ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ پاک نے عزرائیل علیہ السّلام کو دوبارہ آنکھ عطا فرمادی -

سامعینِ کرام! فرشتے نوری ہیں؟ ہیں، عزرائیل فرشتہ نوری ہے؟ ہے اگر عزرائیل علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام تھپڑ ماریں اور اس نوری کی آنکھ نکل جائے تو وہ پھر بھی نور اور تم ان کو نوری مانو، تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ احد میں خون مبارک نکلا تو تم فوراً بشر بشر کی رٹ لگاؤ۔ کچھ حیاء کرو مصطفےٰ علیہ السلام کے اُمتّی بنو اور سوچو تم کیا کہہ رہے ہو۔ اللہ اکبر!

اچھا صاحب آگے چلئے کیا نوری کی اولاد بھی ہوتی ہے؟ جی ہاں! اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو یہ بھی ہوسکتا ہے، وہ کیسے؟ تو سُنیئے جب قیامت کو میدانِ حشر لگے گا، جنتی جنّت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر جنّتی کو بہتر بہتر (۷۲) نوری حوریں عطا فرمائے گا اور جنّتی اپنی جنتی حوروں سے جماع کرے گا تو اس کے دِل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوگی کہ کاش اِن حوروں کے پیٹ سے کوئی اللہ تعالیٰ اولاد عطا کرتا تو اللہ تعالیٰ اس جنّتی کی فوراً خواہش پوری فرمائے گا۔ آیئے اس بات کو اپنے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے سنتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ خُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اِذَا شْتَھٰی الْوَلَدُ

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مومن جنت میں چلا جائیگا تو جنت میں بھی اس کے دل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوگی کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرماتا جب وہ یہ خواہش کرے گا تو کیا ہوگا کہ :—

کَانَ حَمْلُہٗ وَوَضْعُہٗ وَسِنُّہٗ فِیْ سَاعَۃٍ کَمَا اشْتَھٰی

"تو اسی وقت اس نوری بیوی کو حمل ہوگا اور اللہ اسکو بچہ بھی عطا کرے گا جس کی وہ خواہش کرے گا اور فوراً اس کی عمر بھی بڑی ہو جائے گی۔"

(ابن ماجہ شریف صہ ۳۳۲، دارمی شریف صہ ۳۸۲)

بتائیے صاحب اگر اللہ تعالیٰ جنت کی حوروں کو اور جنتی آدمی کو اس کی خواہش کے مطابق لڑکے لڑکیاں عطا فرما سکتا ہے تو کیا اپنے نوری محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتی بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے لڑکے لڑکیاں نہیں عطا فرما سکتا۔ یار کچھ ہوش کرو، دینے والا رب لینے والا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نور بنانے والا رب العالمین، نور بننے والا رحمۃ للعالمین، تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔ الحمد للہ تمام اعتراضوں کا جواب عرض کر دیا گیا۔

چوتھا اعتراض

حضور علیہ السلام نور نہیں بلکہ ہم جیسے بشر ہیں اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید فرقان حمید کے پارہ ۱۴ سورۃ کہف میں فرماتا ہے:—

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں"—— جب حضور علیہ السلام بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے،

کیونکہ نورانیت اور بشریت جمع نہیں ہو سکتی؟ نیز کیا نوری انسان، لباس بشریت میں آ سکتا ہے؟ اگر آ سکتا ہے تو ایمانداری اور قرآن وحدیث کی روشنی سے ثابت کریں؟

جواب:۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نور بھی ہیں بشر بھی، یعنی نوری بشر اب نور بشری لباس میں کیسے آ سکتا ہے تو اس کے متعلق سنیئے! جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک کرشمہ دکھانے کے لیئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنا چاہا تو ربِّ کائنات نے فرمایا جبرئیل۔ عرض کی جی مولائے جلیل۔ فرمایا میں مریم بنت عمران کو بغیر باپ کے بیٹا دینا چاہتا ہوں۔ عرض کی مولا کیوں؟ فرمایا اسلیئے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ میں سبات پر بھی قادر ہوں کہ بغیر باپ کے بھی فرزند عورت کو عطا کر سکتا ہوں۔ عرض کی مولا میرے لیئے کیا حکم ہے۔ فرمایا تو مریم کے پاس بشری لباس میں جا اور اس کے گریبان میں پھونک مار آ، آگے میں جانوں میرا کام۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام، ربِ لم یزل کے حکم پر، بی بی مریم کے پاس اسی وقت تشریف لائے، آپ اس وقت غسل کرنے کے بعد کپڑے پہن کر ابھی غسل خانہ میں تھیں۔

اب آیئے اللہ کا قرآن سنیئے پارہ ۱۶ سورۃ مریم۔ آیت ۱۷:۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۔ "پس ہم نے جبرئیل علیہ السلام کو مریم کے پاس مکمل بشر کی صورت میں بھیجا"

مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ص۱۱ مکی والے کے عظیم صحابی خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ:۔

قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعَرِ ایک دن ہم صحابہ کرام، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اسکے بہت ہی سفید کپڑے تھے اور بہت ہی سیاہ بال تھے وہ دو زانو ہو کر

بڑے ادب کے ساتھ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھ گیا۔ ہم میں سے اس آنے والے کو کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا، اس نے کملی والے آقا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند ضروری مسائل پوچھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کا جواب دیا۔

قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا — فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ پھر وہ سائل چلا گیا۔ "میں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر کملی والے نے فرمایا:۔

ثُمَّ قَالَ لِي يَا عُمَرُ اَتَدْرِي — "اے عمر جانتے ہو یہ سوال کرنے والا کون تھا مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ اَعْلَمُ — میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول جانتے وَرَسُوْلُهٗ۔ ہے۔"

قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ — "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حضرت جبرئیل يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ — تھے جو تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔"

جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو تباہ و برباد کرنے کے لیئے بارہ فرشتوں کو انسانی لباس میں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا، پھر وہ قوم لوط کو تباہ و برباد کرنے کے لیئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ ان بارہ فرشتوں میں جبرئیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام وعزرائیل علیہ السلام بھی تھے۔ چنانچہ قرآن پارہ ۲۶ سورہ ذاریات آیات ۲۴ تا ۳۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلَامًا ط قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ — "اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ السلام کو ان ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی خبر دیتا ہے کہ اے محبوب کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر آئی ہے جب وہ اس کے پاس آ کر بولے سلام کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں۔"

مسلم شریف جلد ۲ صـ ۲۵۲ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کملی والے صلی اللہ

علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد میں جب کفار کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی

میں نے دیکھا:—

لَقَدْ رَأَیْتُ یَوْمَ اُحُدٍ عَنْ یَمِیْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَعَنْ یَسَارِہٖ رَجُلَیْنِ عَلَیْھِمَا ثِیَابٌ بِیْضٌ یُقَاتِلَانِ۔

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں دو آدمی دیکھے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے.

جنگ کے بعد میں نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے دوران دو آدمی بڑے پیارے چہرے سفید کپڑے پہنے آپ کے دائیں بائیں لڑ رہے تھے وہ کون تھے۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سعد ان میں سے ایک جبرئیل تھا اور دوسرا میکائیل تھا۔ اللہ اللہ۔

میرے دوستو! ان آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ فرشتے جو کہ نور ہیں بشری لباس میں کئی مرتبہ دنیا میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ یہ بھی مانتے ہیں لیکن افسوس ان کو تو انہوں نے کبھی بشر یا اپنا بڑا بھائی یا اپنے جیسا انسان نہیں کہا، جب بھی یہ اٹھتے ہیں کملی والے کی ذات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ حیرت ہے تم برائے نام کے موحدو! اگر جبرئیل بشری لباس میں زمین پر آئے تو اس کی نورانیت میں کوئی فرق نہیں آسکتا تو اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے نور کو چھپا کر حضرت آمنہ کی آغوش میں بھیج دے تو اس کے نور میں بھی فرق نہیں آسکتا۔

پانچواں اعتراض

حضور علیہ السلام کو نور کہنا حضور علیہ السلام کی بے ادبی ہے بلکہ حضور علیہ السلام کی عزت اور عظمت اسی میں ہے کہ آپ خاک سے ہوں؟ کیونکہ خاک نور سے افضل ہے، یہی وجہ ہے کہ فرشتے سراپا نور ہیں۔ انہوں نے ہمارے بابا آدم علیہ السلام جو سراپا بشر تھے ان کو سجدہ کیا۔ حضور علیہ السلام کو نور ماننا گویا آپ کی توہین ہے کیونکہ نور ساجد خاک مسجود۔ بریلویو کچھ ہوش کرو۔

اس کا جواب کیا دو گے ؟ ۔

جواب :۔ میرے دوستو یاد رکھو آدم علیہ السلام کی خدمت میں جو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا وہ جسم آدم علیہ السلام کو نہیں تھا، بلکہ اُس نورانی روح پاک کو تھا جو خود اللہ پاک نے خود آدم علیہ السلام کے جسم شریف میں ڈالی تھی، آئیے قرآن شریف کا مطالعہ کریں۔ پارہ ۱۴ سورۂ حجر اللہ تعالیٰ اپنے نورانی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ :۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۔ " اے میرے فرشتو! جب میں ان کو درست کردوں اور ان میں اپنی نوری روح پھونک دوں تب تم ان کے لیئے سجدہ کرنا ۔ "

محترم سامعین! معلوم ہوا کہ سجدہ آدم علیہ السلام کے جسم کو نہیں تھا بلکہ روحِ آدم علیہ السلام کو تھا اگر آدم علیہ السلام کے جسم کو سجدہ کرنا مقصود ہوتا تو روح پھونکنے سے چالیس (۴۰) سال پہلے آدم علیہ السلام کا جسم پاک تیار ہو چکا تھا۔ اللہ پاک پہلے ہی سجدہ کرا لیتا لیکن نہیں بلکہ نورانی روح پھونکنے کے بعد کرایا تھا کہ پتہ چل جائے کہ یہ سجدہ خاک کو نہیں تھا بلکہ نوری رُوح کو تھا جو اللہ پاک نے بابا آدم علیہ السلام کے جسم شریف میں پھونکی تھی۔ اس مقام پر فخرِ انسانیت علامۂ زماں حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی پیاری بات فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ :۔

اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ جَبْهَةِ اٰدَمَ (تفسیر کبیر ص ۳۱۵ ج ۲) کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم جو فرشتوں کو دیا گیا تھا وہ اسلیئے تھا کہ بابا آدم علیہ السلام کی پیشانی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک تھا۔

اللہ اکبر!

اعلیٰ حضرت جھوم اُٹھے اور فرمایا کہ ؎

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا

نور نے پایا ترے سجدے سے ماتھا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

معلوم ہوا کہ سجدہ نور کو تھا، اللہ پاک کی نوری رُوح اور اللہ پاک کے محبوب کے نور کو۔ سناؤ بھئی نام نہاد موحدو! بات سمجھ آئی کہ انگلی بھی گئی۔

چھٹا اعتراض تم بریلوی کہتے ہو کہ نور کا مقام زیادہ ہے اسلئے تو حضور علیہ السلام کو نور مانتے ہو لیکن ہم موحد، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی قادیانی وغیرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام بشر ہیں، بشر کا مقام نور سے زیادہ ہے کیوں؟ اسلئے کہ جب کملی والے آقا معراج کی رات جبرئیل کے ساتھ خدا کا دیدار کرنے جا رہے تھے تو سدرہ پر جبرئیل جو نوری فرشتہ تھا وہ آگے نہ جا سکا مگر حضور علیہ السلام جو بشر تھے وہ چلے گئے۔ بولو مسلک کس کا سچا؟ بشر والوں کا یا نور والوں کا؟ نوری منہ دیکھتا رہا، بشر رب کا دیدار کرنے عرش سدرہ سے بھی پار چلا گیا۔

جواب:۔ واہ واہ موحدو! بڑے چکر باز ہو، بڑے چکر دینا جانتے ہو؟ یہ چکر بازیاں تمہاری سادہ عوام پر تو چل سکتی ہیں لیکن کملی والے کے سچے پڑھے ہوئے غلاموں پر تو نہیں چل سکتیں، وہ کیسے؟ تو سنو۔ یہ ٹھیک ہے شب معراج کو جبرئیل علیہ السلام سدرہ پر رہ گئے اور مصطفےٰ اکریم صلی اللہ علیہ وسلم اوپر چلے گئے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ نور ملائکہ جو نیچے رہ گیا۔ اس کا تمہیں پتہ چل گیا لیکن یہ نہ سوچا کہ مصطفےٰ علیہ السلام جس رب العالمین کے پاس جا رہے تھے، وہ ذات کیا ہے؟ نوری یا بشر؟ بشر کہو تو مُرتد کافر اور بے ایمان کیونکہ خدا بشریت سے پاک ہے، بشریت سے مُبرّا ہے تو بولو خُدا کس ــــ چیز سے ہے؟ لازماً کہو گے کہ رب کی ذات والا نوری نور ہے تو بتاؤ کہ نور بالا ہوا کہ بشر، اگر کہو بشر تو رب کی شان تو تم نے یاد اپنی جیسی بنا دی۔ اگر کہو کہ نور کی

شان زیادہ تو پھر مصطفےٰ علیہ السلام نوری لباس میں اپنے بنانے والے نوری ربّ کے پاس گیا، جب ربّ نور ہوا تو شان بھی نور کی زیادہ ہوئی نہ کہ بشر کی اور اگر حضور علیہ السلام محض بشر ہوتے تو بولو کہ وہ ربّ کی تجلیات کو برداشت کر سکتے۔ میاں ربّ کی تجلّی نوری تھی نوری تجلّی کی شان پوچھنی ہے تو موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو۔ ربّ کے نور کی ہلکی سی تجلّی طور پہاڑ پر آئی تو موسیٰ علیہ السلام اس کو برداشت نہ کر سکے، لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو شب معراج کو ایک تجلّی نہیں بلکہ پورے نوری ربّ کی تجلّیات دیکھ کر آیا، نوری تجلیات کو بشر نہیں نوری انسان ہی برداشت و دیکھ سکتا ہے۔ معراج کی رات یوں منظر تھا کہ ربّ نے فرمایا اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کہ: ؎

تو مجھے دیکھ لے میں تجھے دیکھ لوں دیکھنے کا مزہ آجکی رات ہے

معلوم ہوا نور کا مقام زیادہ ہے اور بشر کا مقام کم ہے۔ الحمد للہ اور پھر فرشتوں کا نور میرے مصطفےٰ علیہ السلام کے نور سے کم ہے، یہی وجہ ہے معراج کی رات کو کم نور والا سدرہ پر رہ گیا، زیادہ نور والا اپنے نوری ربّ کے پاس چلا گیا۔

میرے دوستو! اتنے واضح دلائل سُن لینے کے بعد کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک میں شک کرے لیکن افسوس سے میں یہ کہوں گا کہ یہ موحد لوگ پھر بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کو نہیں مانیں گے کبھی کہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے، کبھی کہیں گے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، کبھی کہیں گے فلاں راوی کمزور ہے، مطلب یہ کہ سرکار کی نورانیت کے انکار کے لئے کوئی نہ کوئی یہ راہِ فرار نکال لیتے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے انشاء اللہ ایک مسلمان ان دلائل کو سُننے کے بعد ضرور میرے آقا علیہ السلام کے انوار و تجلّیات کا قائل ہو جائے گا۔ یاد رکھو میرے بزرگو یہ لوگ کملی والے آقا علیہ السلام کے تو منکر ہیں لیکن جب یہی نام نہاد موحد اپنے دیوبندی علماء کی شان بیان کرتے ہیں تو پھر

ان کو کوئی ہوش نہیں رہے گا کہ ہم اپنے علماء کو کیا کیا کہتے جاتے ہیں - یہ ان کو وہ وہ خطاب دیں گے کہ اگر وہ خطاب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کئے جائیں تو ان کے نزدیک وہ شرک، ناجائز اور حرام، بدعت نا جانے کیا کیا ہو گا۔ مثلاً وہ حضور علیہ السلام کو نور مانتے ہیں لیکن یہ کہتے ہیں شرک ہے، غلط ہے بدعت ہے لیکن یہی مولوی اپنے دیوبندی عالم قطب وقت، قطب زمان، دیوبندی علماء کے شیخ الکل مولوی رشید احمد گنگوہی کو کیا کہتے ہیں، سنیئے پھر خود فیصلہ کیجئے کہ یہ حق سے کتنے دور ہیں۔

رشید احمد مجسمۂ نور

دیوبندیوں کے ایک بہت بڑے عالم ہیں، نام ہے ان کا محمود الحسن، لیکن علمائے دیوبند و عاشقان دیوبند انہیں کہتے ہیں شیخ الہند علامہ مولانا محمود الحسن صاحب - اس کے علاوہ اور بھی بہت سے القاب دیتے ہیں - علامہ فروع و اصول، جامع و منقول وغیرہ تو خیر تو یہی شیخ الہند صاحب اپنے مرشد و اُستاذ مولوی رشید احمد گنگوہی کی وفات پر ایک درد بھرے مرثیہ میں کہیں مولوی رشید گنگوہی کو مُربّی خلائق یعنی ساری کائنات کو پالنے والا لکھا، کہیں یوسف علیہ السلام کا ثانی لکھا ہے، کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے مرتبے سے بھی بڑھا دیا، کہیں بانیٔ اسلام کا ثانی لکھا، غرضیکہ بڑی بڑی عجیب باتیں لکھیں لیکن میرا چونکہ یہ موضوع نہیں اسلئے میں اشعار پیش نہیں کرتا، انشاءاللہ پھر کسی موقعہ پر عرض کروں گا - لیکن میں ایک شعر وہ پیش کرتا ہوں جس میں شیخ الہند صاحب نے اپنے استاد کو واضح نور لکھا ہے۔ سُنیئے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ ؎

پھیلئے جامۂ فانوس کیوں کر شمعِ روشن کو
تھی اس نورِ مجسم کے کفن میں وہی عُریانی (مرثیہ ص۱۱)

حضرات! اس شعر کو بار بار پڑھیئے، شیخ الہند کیا فرما گئے، مولوی رشید احمد گنگوہی کے

بارے کہ جس طرح فانوس روشن شمع کی روشنی کو نہیں چھپا سکتا بلکہ فانوس کے باوجود بھی شمع کی روشنی بدستور رہتی ہے، اسی طرح گنگوہی صاحب جو نور مجسم تھے ان کا نور بھی کفن کے باوجود بھی روشن اور عریاں تھا۔ بتلایئے صاحب اس شعر اور شیخ الہند صاحب نے گنگوہی صاحب کو صاف نور مان کر لکھا یا ناں؟

حیرت ہے اے فضلائے دیوبند تم پر تمہارے رشید احمد گنگوہی جو کملی والے کے کلمہ گو ہیں، وہ تو ہوں نورِ مجسم لیکن جس کے صدقے اللہ پاک نے ساری کائنات بنائی جسکو اللہ تعالیٰ قرآن میں فرمائے کہ میرا حبیب نور ہے اس کے ساتھ تمہیں اتنی دشمنی ہے کہ تم اُسے نور ماننے ہی نہیں۔ اچھا صاحب آگے چلیئے، مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک اور شیدائی ہیں اور بہت بڑے عالم ہیں، الحاج مولانا عاشق الہٰی میرٹھی انہوں نے بھی ایک بہت بڑی کتاب لکھی ہے جسمیں مولوی رشید احمد کے حالات زندگی لکھے ہیں نام ہے اس کتاب کا تذکرۃ الرشید جلد ۱ ص ۳ میں میرٹھی صاحب یوں مولوی رشید احمد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب قدس سرہٗ کا توکل میں صبر و قناعت میں ریاضت و عبادت میں تقویٰ و طہارت میں، مجاہدہ میں، استقامت میں، استغنا میں حُبّ فی اللہ و بغض فی اللہ میں جسطرح کوئی مثل نہیں، اسی طرح تبحرِ علمی میں، وسعتِ نظر میں، تفقہ میں، تحدیث میں، عدالت میں، ثقاہت میں، حفظ و اتقان میں، فہم و فراست میں اور روایت و درایت میں بھی کوئی نظیر نہ تھا، پس بے نظیر شیخ وقت اور بے عدیل قطب زماں کی سوانح لکھے تو کیا لکھے، بھلا جس مجسم نور اور سراپا کمال کا عضو عضو اور رُؤاں رُؤاں ایسا حسین ہو کہ عمر بھر ٹکٹکی باندھکر دیکھنے سے بھی سیری نہ ہو سکے اس کے محاسن کوئی بیان کرے تو کیا بیان کرے ۔

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پہ
ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

دیکھ رہے ہیں آپ فدایانِ رشید احمد گنگوہی کے عاشق کی کتنی منہ زور قلم ہے کہ نور سے پہلے کہیں رُکتی ہی نہیں، اگر ہم یہی کلمہ کملی والے کی ثناء میں جو کہ حقیقت بھی ہے لکھ دیں تو دیوبند کا منہ ہماری طرف ہوگا اور شرک، بدعت، حرام، ناجائز غلط، ناجانے کون کون سے گولے برسائے گا ۔ یہ تو تھے شیخ الکل علمائے دیوبند، اب آئیے دیوبند کے حکیم الاُمّت کی سیرت پڑھتے ہیں، وہ کیا ہے؟

اشرف علی کا جسم اور نُور کے شعلے

دیوبندیوں کے حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مُرید تھے مولوی حاجی حکیم محمد مصطفےٰ بجنوری، انہوں نے کافی عرصہ اشرف علی تھانوی صاحب کے ساتھ گزُارا اور پھر انہوں نے اپنے پیر کے معمولات بھی لکھّے اور پھر ان کو شائع بھی کیا۔ نام رکھا "معمولاتِ اشرفی"، بجنوری صاحب نے اپنی اس تصنیف معمولاتِ اشرفی صـ ۹ پر یوں لکھا ہے کہ: ۔

"ایک دفعہ احقر (یعنی بجنوری صاحب خود) حاضرِ خدمت تھا اور حضرت والا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب مدرسہ میں ہی حوض سے جنوب کی طرف رات کو سویا کرتے تھے اور احقر کی چارپائی بھی حضرت مولوی اشرف علی صاحب کی چارپائی کے برابر میں ہوتی تھی، جب تہجد کی نماز پڑھتے تو احقر کو محسوس ہوتا کہ ایک نور مثل صبح صادق اوپر اُٹھتا تھا اور سفید رنگ کے شعُلے حضرت (مولوی اشرف علی صاحب) کے جسم سے بار بار اوپر کو اُٹھتے تھے ۔

ایک روز احقر کسی ضرورت سے حضرت والا سے بہت دُور حوض کے شمال کی طرف سویا، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ نور مثل صبح صادق موجود تو ہے مگر مقررہ جگہ سے ہٹا ہُوا ہے ۔ غور سے دیکھنے سے معلوم ہُوا کہ سہ دری کے اندر ہے، احقر اس کی تحقیق کے لئے اُٹھا تو دیکھا کہ آج حضرت والا مولوی اشرف علی صاحب سہ دری کے اندر تہجد پڑھ

رہے ہیں ــــ کیوں صاحب! مولوی اشرف علی کے جسم سے نور کے شعلے نکلتے تھے نور تھا، نور نکلتا تھا، اگر نہ ہوتا تو کیسے نکلتا، اگر تمہارے مولوی اشرف علی کے جسم سے نور کے شعلے نکل سکتے ہیں حالانکہ وہ خاکی تھے تو میرے آقا سرورِ کونین نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جو سر کے بالوں سے پیر کے ناخنوں تک نور تھے تو اُن سے کیوں نہیں نور کی ضیائیں نکلتی ہوں گی، اللہ اللہ! پھر یہ خاکی کیا جانیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کو قدر والے جانتے ہیں، جناب اعظم چشتی صاحب نے اس مقام پر بڑا اچھا چار مصرعے والا یہ شعر فرمایا کہ ؎

تو نہیں محرم شان نبی دلتے کیوں کرنا ایں ایڈے بے باکی
اُونوں اپنے ورگا آکھیں جہدے خادم نوری خاکی
جس نوں خالق کول بُلا کے دسّے سارے راز افلاکی
اعظم اوہدے ورگا کیہڑا جہدے سر تے تاج لولاکی

دعا کرو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور انوار و تجلیات سمجھنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔
وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پانچواں وعظ مبارک

نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کی پیشانی میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَشَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ وَاَهْلِ سُنَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ - اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ الرَّحِيْمٌ - صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ - وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ۔

(پ ۱۱۔ رکوع ۵ آیت ۱۲۸ سورۃ توبہ)

ترجمہ:۔ "البتہ تحقیق آگیا تمہارے پاس ایک عظمت والا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے تمہارا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں گزرتا ہے، تمہاری بھلائی کے چاہنے والا اور مومنوں پر رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔"

محترم سامعین کرام! اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پاک کا تذکرہ فرمایا ہے، انشاءاللہ فقیر اس مختصر سی محفل میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات کیسے حضرت آدم علیہ السلام کے ماتھے میں تشریف لائے اور آیت کریمہ کی مختصر سی تشریح عرض کرے گا۔ آپ حضرات بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ تشریف رکھتے ہوئے سماعت فرمائیں اور دعا کریں کہ رب لم یزل فقیر کو حق بیان کرنے کی اور ہم سب کو سن سنا کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔۔۔ آمین

آیت کی عظمت

آیئے سب سے پہلے اس آیت کریمہ کی عظمت اور شان دیکھیئے کہ اس کو پڑھنے والے کی قسمت کا ستارہ کیسے چمکتا ہے۔ بغداد شریف کے اندر ایک مجذوب بزرگ رہتے تھے نام ان کا تھا شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، یہ اللہ کے ولی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام لیکن بغداد کے لوگ ان کی عظمت اور فضیلت سے بے خبر تھے یہی وجہ تھی کہ بغداد والے ان کو مجنوں اور دیوانہ کر کے پکارتے تھے، عام آدمی ان کو اپنے پاس بٹھلانے تک کے لیئے تیار نہ تھا۔ ایک دن یہی شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد شریف کے ایک بہت بڑے محدث عالم ولی حضرت ابو بکر بن مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب حضرت ابو بکر بن مجاہد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنے شاگردوں کو نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کو احادیث پاک کا درس دے رہے تھے، بڑے پیارے پیارے مسائل شاگردوں کو احادیث کریمہ سے استنباط کرکے سنا رہے تھے، یہ ایسا وقت تھا کہ اگر ایسے وقت میں بغداد شریف کا گورنر یا وزیر اعلیٰ بھی حضرت ابوبکر بن مجاہد سے ملنے آتا تو حضرت اسکو بھی نہیں ملتے تھے، لیکن حضرت ابوبکر مجاہد کے شاگردوں نے کیا منظر دیکھا کہ جونہی حضرت شیخ شبلی، حضرت ابوبکر مجاہد کے پاس تشریف لائے تو حضرت ابوبکر بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعظیم کے لیئے درس حدیث چھوڑ کر استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور شیخ شبلی کو گلے سے لگایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور پھر اپنے پاس اپنی مسند پہ بٹھایا، جب تک شیخ شبلی حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھے رہے تو حضرت ابوبکر انہی کے ساتھ مصروف گفتگو رہے۔ حضرت ابوبکر کے تمام شاگرد بڑے ہی حیران ہوئے کہ اس دیوانے شبلی کا عجیب مقام ہے کہ ہمارے استاد محدث اعظم حضرت ابوبکر جن کے استقبال کے لیئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میاں یہ ہمارے اُستاد وہ عظیم ہستی ہے کہ بڑے بڑے وزیروں کو حضرت اس عزت سے نہیں نوازتے جو انہوں نے شبلی مجذوب کو حضرت ابوبکر نے عزت دی ہے۔ جب حضرت شبلی چلے گئے تو آپ نے درس حدیث دوبارہ شروع کیا تو شاگردوں نے عرض کی کہ یا حضرت ہمیں درس حدیث بعد میں دینا پہلے ایک بات تو بتایئے۔

حضرت ابوبکر نے اپنے شاگردوں سے فرمایا۔ کونسی؟ عرض کیا یا حضرت یہ وہ شبلی ہے جس کو تمام بغداد والے مجذوب کہتے ہیں، دیوانہ کہتے ہیں۔ اس کو ملنا تو درکنار شیخ کو اپنے پاس بٹھانے کو کوئی تیار نہیں، لیکن آپ ہیں کہ آپ نے درس حدیث چھوڑ کر اس مجذوب کو اپنے گلے سے لگایا، آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر اپنی مسند پہ بٹھایا استاد جی ہمیں اس راز کی خبر نہیں ہوئی۔ آخر آپ نے ان کو اس قدر کیوں عزت دی تو حضرت سیدنا ابوبکر بن مجاھد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا

کہ اے میرے عزیز شاگردو! میں نے شبلی کے ساتھ وہی سلوک کیا ہے جو رات کو میں نے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو شبلی کے ساتھ کرتے دیکھا۔

شاگرد اور حیران ہو گئے۔ عرض کی، اُستاد جی! بات کھول کر بیان کیجئے!

حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ میرے شاگردو! رات کا ٹائم تھا، میں نوافل پڑھ کر سویا، میری ظاہری آنکھیں سو گئیں لیکن دل کی آنکھیں بیدار ہو گئیں۔ میں نے عالم خواب میں کیا دیکھا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار پُر انوار لگا ہوا ہے، صحابۂ کرام اولیاء اللہ کا ایک جم غفیر موجود ہے۔ میں نے سرکار کی قدم بوسی کی اور اسی صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے جھرمٹ میں بیٹھ گیا، لوگ طرح طرح کے آتے رہے اور دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھتے رہے، اچانک میں نے دیکھا یہی شیخ شبلی بھی کملی والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار پاک میں حاضر ہوا، قدم بوسی کی، کملی والے نے کھڑے ہو کر شبلی کا استقبال کیا اور سینے سے لگایا، آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنے پاس بٹھایا۔ میں نے بھی تمہاری طرح حیران ہو کر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم اس کی کیا وجہ ہے؟ تو کملی والی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَفْعَلُ هٰذَا بِالشِّبْلِیْ؟	"کہ آپ نے شبلی کے ساتھ یہ سلوک کیوں فرمایا؟"

یہ عزت، یہ مقام اس کو کیوں دیا، آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: —

فَقَالَ هٰذَا یَقْرَءُ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ اِلٰی آخِرِ السُّوْرَۃِ۔ وَیَقُوْلُ ثَلَاثَ مَرَّاۃٍ	اے ابوبکر میں نے شبلی سے یہ شفقت، یہ پیار، یہ محبت، یہ لاڈ اسلئے کیا ہے کہ یہ ہر نماز کے بعد یہ آیت کریمہ تلاوت کرتا ہے "لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ"

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ - عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمٌ "٥ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ "٥ اور پھر تین مرتبہ یہ الفاظ کہتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ

راوی حضرت ابوبکر محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے چند دنوں کے بعد شیخ شبلی سے ملا تو میں نے حضرت ابوبکر بن مجاہد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو ساری بات بتا کر پوچھا کہ یہ سچ ہے ۔ تو شبلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اے محمد بن عمرؒ واقعی حضرت ابوبکر سچ فرماتے ہیں ۔ (جلاء الافہام ص۲۴ نزہتہ المجالس دوم ص۱۸۵ معارج النبوت اول ص۳۳)

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ جب شیخ شبلی، حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس تشریف لائے تو حضرت ابوبکر نے شیخ شبلی کا کھڑے ہو کر استقبال کیا، گلے لگایا آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو آپ کے تمام شاگرد بڑے حیران ہوئے اور ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ حیران کن بات ہے، ایسے وقت میں اگر بغداد شریف کا وزیر اعلیٰ علی بن عیسٰی بھی آتا تو آپ اُس کا بھی استقبال نہ کرتے۔ ہمیں پڑھا کر بات بھی کرنا ہوتی تو کرتے، لیکن یہ شبلی اللہ اللہ، اتنی شان والا ہے کہ آج ہمارے استاذ مکرم تعظیم کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ شبلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے چلے جانے کے بعد شاگردوں نے عرض کی۔ آج آپ نے دوران سبق ایک مجذوب کا کھڑے ہو کر استقبال کیا ہے حالانکہ یہ وہ ٹائم ہے کہ کوئی وزیر اعلیٰ بھی آجائے تو آپ اسکے استقبال کے لیئے کھڑے نہ ہوتے، اس کی کیا وجہ ہے ؟

تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میرے عزیز شاگردو۔ میں نے اس ہستی کا کھڑے ہو کر استقبال کیا ہے، جس استقبال کرنے کا حکم خود کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا۔ شاگردوں نے عرض کی حضور بات سمجھ نہیں آئی ۔ فرمایا میں رات کو وظائف

سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر جونہی لیٹا، میری آنکھ لگی تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار پُر انوار ہو گیا۔ میں نے قدم بوسی کی، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر میں نے عرض کی جی میرے آقا، نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل تو اپنے شاگردوں کو درس پڑھا رہا ہو گا، دورانِ سبق تمہارے پاس میرا ایک جنتی اُمتی آئے گا، نام اس کا ہو گا شبلی۔ جب تمہارے پاس آئے تو اُٹھ کر اس کا استقبال کرنا، اس کی تعظیم کرنا۔ اے میرے شاگردو! میں نے اسلئے کھڑے ہو کر اسکا استقبال کیا ہے۔ حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ چند دنوں کے بعد پھر مجھے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو رحمتِ عالم نورِ مجسم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہانوں میں عزت عطا فرمائے گا۔ جیسے تو نے ایک جنتی کی عزت کی ہے۔

حضرت ابو بکر بن مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شبلی کس وجہ سے اس اکرام اور عزت کا مستحق بنا ہے۔ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر یہ شبلی پانچوں نمازوں کے بعد مجھے یاد کرتا ہے یعنی درودِ پاک پڑھتا ہے اور پھر متذکرہ بالا آیتِ کریمہ لَقَدْ جَآءَ کُمْ آخر تک پڑھتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آقا کب سے فرمایا، اسی (۸۰) سال سے اس کا یہی طریقہ کار ہے۔ اللہ اللہ!

(سعادۃ الدارین ص ۱۲۴، تفسیر روح البیان پ ۱۱ ص ۵۵۸-۲۵۷، سعادت الدارین اردو ص ۳۴۳، ۴۴)

معلوم ہوا کہ یہ آیتِ کریمہ اور تین مرتبہ درودِ پاک و صلاۃ و سلام کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا جائے تو سرکار اس کا درود اور آیۃ کریمہ کو سنتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور اس کی تعظیم و تکریم بھی کرتے ہیں اور دنیا والوں سے بھی کرواتے ہیں، اللہ غنی۔ میرے دوستو! آؤ ہم بھی ہر نماز کے بعد یہی آیۃ کریمہ

پڑھکر تین مرتبہ درود پڑھکر سرکار کو راضی کر لیں اور پھر سب رو رو کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں یوں عرض کریں کہ

کدی وچہ خواب دے ہووے نظارا یا رسول اللہ
چمک جاوے میری قسمت دا ستارا یا رسول اللہ
کسے نوں مان دنیا تے کسے نوں ہے عبادت تے
تے مینوں صرف تیرا ہے سہارا یا رسول اللہ!
حسین ابن علی دا واسطہ مینوں بچا لینا!
جاودیں ہووے گا عملاں دا نتارا یا رسول اللہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ

اچھا صاحب یہ تو تھی آیتہ کریمہ کی عظمت اب آئیے دوسری طرف ہمارا کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کس مہینے میں تشریف لایا۔ ربیع الاوّل شریف میں یہ ربیع الاوّل کوئی معمولی مہینہ نہیں بلکہ یہ مہینہ تمام مہینوں کا سردار مہینہ ہے حتیٰ کہ رمضان شریف کے مہینے سے بھی اس مہینے کی عظمت اور فضیلت زیادہ ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ رمضان شریف میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ۔ "رمضان شریف کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک اتارا گیا۔"

اور ربیع الاوّل شریف وہ مہینہ ہے جس میں صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اسی طرح رمضان شریف میں ایک رات آتی ہے، "شب قدر" یہ رات بھی بڑی عظمت والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات کی عظمت بیان کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ:۔

لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۔ "قدر والی رات ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔"

یعنی اگر کوئی آدمی ہزار مہینے تک عبادت کرتا رہے اور ایک دوسرا آدمی اسکو شب قدر کی عبادت نصیب ہو جائے تو شب قدر والے کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینے کی راتوں سے زیادہ ثواب ہوگا۔ اللہ۔ اللہ!

لیکن قربان جاؤں بارہ ربیع الاول کی اس شب پر، جس شب میں دو جہاں کا والی تشریف لایا۔ خدا کی قسم یہ شب لیلۃ القدر کی شب سے بھی زیادہ عظمت والی ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ امام الائمہ المحدث شیخ احمد بن ابی بکر المعروف امام قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراکتاب مواہب لدینہ جلد اول ص ۲۸ میں فرماتے ہیں: ۔

لَیْلَۃُ مَوْلِدِہٖ اَفْضَلُ مِنْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت والی رات شب قدر سے افضل و اعلیٰ ہے"

اسی طرح یہ ہمیں جو عیدیں، اللہ پاک نے عطا فرمائی ہیں، یہ بھی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ملی ہیں۔ خدا کی قسم ہم سنی بریلوی کی حقیقی عید تو یہی بارہ ربیع الاول کی رات ہے کیونکہ اس رات میں رب کائنات نے ہمیں اپنا پیارا، لاڈلا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمایا۔ میرے دوستو یاد رکھو اگر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نہ لاتے تو دنیا کی کوئی چیز معرض موجود میں نہ آتی۔ اگر ہمیں عید ملی تو کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اگر شب برأت ملی تو سرکار کے صدقے، بقرا عید ملی تو رحمت عالم کے صدقے، اگر رمضان ملا تو حضور کے صدقے، اگر قرآن ملا تو حضور کے صدقے سے، اگر ایمان ملا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے نہیں، نہیں، خدا کی قسم اگر رب رحمان ملا تو وہ بھی مصطفےٰ علیہ السلام کے صدقے۔

اب آیئے حدیث قدسی سنیئے!۔ حدیث قدسی وہ حدیث ہوتی ہے کہ، کلام تو رب العالمین کا ہو اور بیان فرمانے والے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں

اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ :۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا۔" دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ :۔

لَوْلَاكَ يَا مُحَمَّدُ لَمَا خَلَقْتُ الْكَائِنَاتُ ۔ " اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں (رب العالمین) کائنات کو بھی پیدا نہ کرتا۔"

(تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۵۰۰، جواہر البحار دوم صفحہ ۲۹۹)

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةِ ۔ "اے میرے پیارے اگر میں تمہیں پیدا نہ کرتا تو اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔" اللہ اللہ

مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۲۲ عِطْرُ الْوَرْدَة صفحہ ۱۷ مولوی ذو الفقار علی دیوبندی ۔ میرے دوستو! ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ ساری کائنات کی نعمتیں ہمیں ملی ہیں تو یہ صدقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کا۔

جناب صوفی عبد الستار نقشبندی صاحب نے اس مقام پر بڑے اچھے اشعار فرمائے۔ فرماتے ہیں کہ ؎

چھڈ دے جھگڑے دنیا والے لا مدنی نال یاری
جسدی خاطر پیدا کیتے رب خاکی نوری ناری
ایتھے اوتھے دو ہیں جہانیں میرے آقا دی مختاری
میں توں کون نیازی اُسدی کرے صفت خداوند باری

ایک دوسرے مقام پر سرکار کی مدح سرائی کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں ۔ کہ

کنز اً توں لے محشر تورٹی سوہنے چن عربی دا راج اے
دو عالم دا ذرہ ذرہ اوہدی رحمت دا محتاج اے

اُس نوں ہِی شفاعت کبریٰ اوہدے ہتھ اُمت دی لاج اے
ہے بحر پال نیازی دا اوہ اوہدے سر لولاک دا تاج اے

آمد کا اعلان

حضرات محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید فرقانِ حمید میں اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پاک کا اعلان مختلف مقامات پر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً ۔ (پ ۴ سورۃ آلِ عمران)

" البتہ تحقیق احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب، جبکہ بھیجا ان میں ایک عظمت والا رسول۔ "

ایک دوسرے مقام پر کملی والے کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ (پ ۶ سورۃ نساء)

" اے لوگو! تحقیق آگیا تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک سچا رسول۔ "

کہیں یوں سرکار کی عظمت کے ڈنکے بجائے :۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ (پ ۶ سورۃ نساء)

" اے لوگو تحقیق آگئی تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک دلیل "

یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، کہیں یوں سرکار کی عظمت کے گیت گائے

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ (پ ۲۲ سورۃ احزاب)

" اے غیب کی خبریں دینے والے محبوب بیشک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر، خوش خبری دینے والا ڈر سنانے والا اللہ کے حکم سے اسکی طرف بلانے والا اور چمکتا ہوا

چراغ بنا کر بھیجا۔"

کہیں یوں فرمایا اور محبوب کے ترانے گائے:۔

هُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ۔ (پ ۲۶ سورۃ الفتح)

" اللہ تعالیٰ وہ عظمت والا ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور حق کے ساتھ۔"

کہیں یوں محبوب کی آمد کا فرمایا:۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (پ ۲۸ سورۃ الجمعہ)

" اللہ تعالیٰ وہ شان والا ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک شانوں والا رسول اُن ہی میں سے۔"

کہیں یوں سرکار کے تذکرے فرمائے:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (پ ۲۶۔ سورۃ الفتح)

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیشک ہم نے بھیجا آپکو حاضر وناظر اور خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا اے لوگو ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور عزت کرو اور تعظیم کرو میرے رسول کی۔"

کہیں یوں سرکار کی رحمت عامہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ ۱۷ سورۃ انبیاء)

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپکو ساری کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔"

کہیں سرکار کی آمد کا یوں قصہ چھیڑا اور فرمایا:۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ

" البتہ تحقیق آگیا تمہارے پاس ایک عظمتوں والا رسول تمہیں میں سے تمہارا مشقت میں

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔

میرے رسول پر گراں گزرتا ہے تم پر بڑا حریص ہے مومنوں پر بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

سامعین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تمام آیت کریمہ میں اور بھی بہت سی قرآن پاک کی آیات میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر فرمایا لیکن یہ آخری آیت کریمہ جس کو میں نے دوران خطبہ تلاوت کیا ہے اس کی طرف آئیے چند ضروری گذارشات عرض کروں تاکہ ایمان تازہ ہو جائے۔

آیت کے نکات

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔

توجہ کیجئے اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ "بیشک آگیا تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول۔"

حضرات توجہ فرمائیں۔ اللہ پاک نے کیا فرمایا؟ کہ ایک رسول ہم نے بھیجا لیکن تمہیں میں سے بھیجا۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں کی شکل میں، فرشتوں کی شکل میں نہیں بھیجا بلکہ انسانوں کے لباس میں اور انسانی شکل میں بھیجا۔ اگر کملی والا انسانی لباس میں تشریف نہ لاتا تو کوئی انسان سرکار کا دیدار نہ کر پاتا، جب دیدار نہ ہوتا تو فیض حاصل نہ ہوتا، جب فیض نہ حاصل ہوتا تو پھر ابوبکر صدّیق نہ بنتے عمر فاروق اعظم نہ بنتے، عثمان ذوالنورین نہ بنتے، علی حیدر کرار نہ بنتے، فاطمۃ الزہرا جنتی عورتوں کی سردار نہ بنتیں، حسین شہیدوں کے سردار نہ بنتے، بلال، مؤذنوں کے سردار نہ بنتے، ابوحنیفہ، حنفیوں کے مقتداء نہ بنتے۔ غوث پاک ولیوں کے شہنشاہ نہ بنتے، ہم گنہگار تمام اُمّتوں سے بہتر نہ بنتے۔ خدا کی قسم اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی لباس میں بھیج کر گنہگاروں پر بڑا کرم فرمایا۔ یہ ہم میں سے تشریف لائے۔ یہ کس کا معنی ہے۔ یہ معنی ہے مِنْ اَنْفُسِكُمْ کا

لیکن بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس کو دوسرے طریقے سے بھی پڑھا ہے یعنی مِنْ اَنْفُسِکُمْ۔ پہلی قرأت کے مطابق ف پر پیش پڑھیں گے۔ تو معنی ہوگا تم میں سے تشریف لائے اور اگر ف پر زبر پڑھیں یعنی یوں پڑھیں۔ مِنْ اَنْفَسِکُمْ تو پھر اس کا معنی بدل جائے گا۔ معنی یہ ہوگا کہ تم میں سے بہترین اور نفیس ترین، اشرف و اعلیٰ خاندان سے تشریف لائے۔

چنانچہ حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصریح فرماتے ہیں وَقُرِئَ مِنْ اَنْفَسِکُمْ بفتح الفاء اَیْ مِنْ اَشْرَفِکُمْ وَاَفْضَلِکُمْ۔ روح البیان جلد ۱ صفحہ ۹۷۴ یعنی اس حرف کو یوں بھی پڑھا گیا ہے۔ مِنْ اَنْفَسِکُمْ۔ ف کی زبر کے ساتھ تو پھر معنی یہ ہوگا۔ تم میں ایک رسُول تشریف لایا۔ تم سب سے زیادہ نفیس تر اشرف اور افضل و اعلیٰ، اور یہ ہے بھی حقیقت کہ اللہ کا حبیب اشرف و اعلیٰ خاندان میں سے تشریف لایا۔ تمام دنیا میں عرب افضل، عرب میں قریش افضل قریش میں سے بنو ہاشم افضل اور حضور علیہ السلام بنو ہاشم میں تشریف لائے چنانچہ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر محدثین کرام اپنی اپنی تصانیف میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یوں پیش کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی اور چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ قَرْنِہِمْ۔ "کہ جس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق کی روحوں کو پیدا فرمایا تو ان سب میں سے مجھے بہتر بنایا، اس کے بعد قبائل کو چنا تو مجھے سب سے اچھے قبائل میں رکھا پھر گھروں کو چنا تو مجھے بہترین گھر میں رکھا، زمانوں کو چنا تو مجھے سب سے بہترین زمانے میں رکھا۔

فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُھُمْ بَیْتًا۔ "کملی والے نے فرمایا میرے غلامو! یاد رکھو میں ذاتی طور پر اور گھر کے لحاظ سے تم سب سے بلکہ پورے زمانے سے بہتر ہوں۔"

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو معزز ہونے کے ناطے سے چُنا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو معزّز ہونے کے لحاظ سے چُنا اور بنی کنانہ میں سے قریش قبیلہ کو چُنا، قریش میں سے بنی ہاشم قبیلہ کو چنا اور بنی ہاشم میں سے معزّز ہونے کے ناطے تمہارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا۔

(شفاء شریف جلد اول صفحہ ۶۲-۶۳ - شمائلِ رسول صفحہ ۱۸-۱۹)

نتیجہ کیا نکلا کہ کملی والا جس مہینے میں تشریف لایا وہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل ہے، جو کتاب لایا وہ کتاب تمام کتابوں میں سے افضل ہے، جو دین لایا وہ دین تمام دینوں سے افضل ہے۔ جس زمانے میں وہ تشریف لایا وہ زمانہ افضل ہے۔ جس سال میں وہ آیا، وہ سال تمام سالوں میں افضل ہے، جس رات کو آیا وہ رات سب راتوں سے افضل ہے۔ جس تاریخ کو آیا وہ تاریخ، تمام تاریخوں سے افضل، جس صدی میں آیا، وہ صدیوں میں سب سے افضل ہے۔ جس گھر میں وہ تشریف لایا وہ گھر تمام گھروں میں افضل، جس باپ کی پُشت سے آیا وہ باپ تمام باپوں سے افضل تھا۔ جس ماں کی گود میں آیا وہ ماں تمام ماؤں سے افضل، جس شہر میں تشریف لایا وہ شہر تمام شہروں سے افضل۔ جن لوگوں نے اس کا مکھڑا دیکھا وہ لوگ تمام دنیا کے لوگوں سے افضل، جس اُمت نے اس کا کلمہ پڑھا وہ امّت تمام نبیّوں کی اُمتوں سے افضل۔ اس کا جسمِ پاک تمام نبیوں کے اجسام سے افضل

اس کا قانون خدا کا قانون، اس کا کلام، خدا کا کلام، اس کا دیکھنا خدا کا دیکھنا، اسکا ہاتھ، خدا کا ہاتھ، اسکا دیکھنا خدا کا دیکھنا، اس کا پھینکا خدا کا پھینکا اس کی بعیت خدا کی بعیت، اس کا گھر خدا کا گھر۔ اعلیٰ حضرت جھوم اُٹھے اور فرمایا کہ ؎

بخدا خُدا کا یہی ہے در نہیں کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو یہی آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

جناب منوّر بدایونی نے یوں بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ ؎

وہ خُدا نہیں بخدا نہیں وہ مگر خدا سے جُدا نہیں

وہ ہیں کیا مگر وہ ہیں کیا نہیں یہ محبّ حبیب کی بات ہے

مَیں بُروں میں لاکھ بُرا سہی مگر ان سے ہے میرا واسطہ

میری لاج رکھ لے میرے خدا یہ ترے حبیب کی بات ہے

جناب ظہوری قصوری بھی بول اُٹھے ؎

کس طرح سے کہاں سے کروں ابتدا

اُن کے اوصاف کی کہاں ہے انتہا

اُن کا رُتبہ ہے کیا خود ہی جانے خُدا

کیا کروں مَیں بیاں وہ کہاں مَیں کہاں

وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یہاں

اِن کے ہونے سے سب کا نام و نشاں

یہ زمین، آسماں، یہ مکاں لامکاں!

سارے ان کے مکاں وہ کہاں مَیں کہاں

اچھا صاحب آگے چلیئے، اللہ تعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے :۔

عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ "تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے۔"

کیا مطلب، مطلب یہ کہ تکلیف تمہیں ہوتی ہے پریشان میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتا ہے۔ دُکھ تمہیں پہنچتا ہے، افسوس میرے کملی والے کو لگتا ہے، گناہ تم کرتے ہو، فکرِ شفاعت میرے محبوب کو ہوتی ہے۔ جنت میں تم کو جانا ہے لیکن جانے کی فکر میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لگی ہوئی ہے۔ کتنی فکر ہے کملی والے کو اپنی امت کی سُنیئے! حضرت علامہ الشیخ اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معرکتہ الآرا کتاب جواہر البحار جلد سوم صفحہ ۱۰۴۹ میں امام عارف باللہ عبدالقادر الجزائری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے عالم خواب میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا دَخَلَتِ الشَّوْكَةُ فِیْ رِجْلِ اَحَدِكُمْ اَجِدُ اَلَمَهَا۔ ”اے عبدالقادر جب تم میں سے میرے کسی اُمتی کو پاؤں میں کانٹا چُبھ جائے تو میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تکلیف محسوس کرتا ہوں“۔ سُبحان اللہ!

میرے دوستو! یاد رکھو سرورِ کونین حبیب کبریا، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی فکر اپنی امت کی ہے خدا کی قسم اتنی فکر ستر (۷۰) ماؤں کو بھی اپنے بیٹوں سے نہیں ہوگی۔ ذرا احادیث کا مطالعہ تو کیجئے کہ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم گناہ گاروں کی کتنی فکر ہے۔ دنیا میں تشریف لائے تو ہماری فکر لے کر آئے بچپن میں ہمیں یاد رکھ کر ہمیں نہ بھولایا، جوانی میں ہمیں یاد رکھا۔ شب معراج میں ۷۰۰ سات سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں ہم نکموں کو یاد فرمایا۔ وصال کے بعد بھی اپنی قبر مبارک میں لیٹے لیٹے ہونٹ ہلا ہلا کر ہماری بخشش کی دعائیں مانگیں۔ اور حشر کو بھی مشکل کے وقت ہم گناہ گاروں کی فکر شفاعت ہوگی، آیئے ذرا ایک حدیث شریف سُنیئے اور فکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ فرمایئے۔

تین مقامات مشکوٰۃ شریف ص ۴۹۳۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ اللہ، یہ وہ کملی والے آقا کے

صحابی ہیں جنھوں نے دس سال تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک اور مصلے اشریف کی نگرانی کی دس سال سرکار کی خدمت میں رہ کر غلامی کے دن گزارے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کر کے جنّت کے حقدار بن گئے۔ تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہیں اور بڑی محبّت اور ادب سے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا کیا بات ہے انس عرض کی میرے آقا دنیا میں بڑا کرم فرماتے ہیں، قیامت کے دن بھی میری شفاعت کر دینا۔ سرکار فرماتے ہیں کہ:۔

فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ "انس گھبرا نہیں میں قیامت کو ضرور تیری شفاعت کرونگا"

تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کیا کہ:۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَیْنَ اَطْلُبُکَ: "میرے آقا قیامت کو تو بڑی بھیڑ ہو گی ہر طرف مخلوق خدا کے ہجوم ہوں گے کروڑوں، اربوں کی تعداد میں لوگ حشر کے میدان میں بھرے ہوں گے، آقا اس بھیڑ میں اور ہجوم میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ ذرا وہ ٹھکانہ بھی بتا دیجئے کہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ اللہ اکبر۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں فرماتے کہ انس مجھے کیا پتہ کہ اللہ قیامت کو مجھے کہاں رکھے گا، پتہ نہیں میں کہاں ہوں گا؟ یہ تو قیامت کو پتہ چلے گا؟ نہیں نہیں۔ بلکہ فوراً غیبوں کے جاننے والے میرے محبوب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس قیامت کے دن اگر تو نے مجھے تلاش کرنا چاہے تو تین مقامات پر میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ملوں گا۔ حضرت انس نے عرض کی آقا وہ کونسی جگہیں ہوں گی؟ فرمایا:۔

قَالَ فَاطْلُبْنِیْ الْمِیْزَانِ۔ "کہ میں تمہیں میزانِ عدل کے پاس ملوں گا۔"

میرے دوستو! یہ وہ میزان ہے، یہ اللہ پاک کا وہ ترازو ہے جس میں نیک و بد اچھے اور بُرے، گنہگار اور متقی لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ کملی والا آقا وہاں اسلیئے

جلوہ فرما ہوگا کہ کسی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک عمل کم ہوئے تو سرکار اپنی رحمت والی زبان سے فرمائیں گے، اے فرشتو! یہ نیکیوں والا پلڑا ہلکا کیوں ہوگیا ہے، فرشتے عرض کریں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اسلئے ہلکا ہوگیا ہے کہ اس کی نیکیاں کم تھیں، برائیاں زیادہ تو سرکار اپنی رحمت سے اس عاشق کی نیکیوں والا پلڑا بھاری فرما دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آقا اگر آپ میزانِ عدل کے پاس نہ ملے تو فرمایا:۔

قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ "مجھے حوضِ کوثر کے پاس تلاش کر لینا وہاں پر ہوں گا۔"

سامعینِ کرام! یہ حوضِ کوثر کیا چیز ہے؟ تو آیئے آقائے دو جہاں سے پوچھ لیجئے!۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۸۷، بخاری شریف، مسلم شریف، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حوضِ کوثر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَہْرٍ "میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کا ہے۔"

یعنی اس کی لمبائی چوڑائی اتنی ہے کہ اگر کوئی چلنے والا ایک مہینہ تک پیدل چلتا رہے تو میرے حوض کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پہنچے گا۔ اس حوض میں کیا ہے، سرکار فرماتے ہیں۔

مَاءُہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَکِیْزَانُہٗ کَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ

اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اس کی خوشبو مُسک سے زیادہ اچھی ہے اور اسکے جام، پیالے آسمان کے تاروں کے برابر ہیں

يَشْرَبُ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ اَبَدًا۔ جو ایک شخص ایک مرتبہ اس حوض سے پانی پیئے گا۔ پھر وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔"

تو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ آقا اگر آپ میزانِ عدل کے پاس جلوہ فرما نہ ہوئے تو پھر کہاں آپ ملیں گے۔ سرکار نے فرمایا حوض کوثر کے پاس کیوں؟ اسلیئے کہ اُمت پیاسی ہوگی! میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حوض کوثر کے کنارے بیٹھا ہونگا۔ جب میری گناہگار اُمت اپنی اپنی قبروں سے اُٹھے گی تو شدید پیاسی ہوگی، میں بلاؤنگا اور اپنے ہاتھوں سے جامِ کوثر پلاؤں گا۔ اور جنت کا ٹکٹ رب کریم سے دلاؤنگا اور جنت میں پہنچاؤں گا۔ اللہ اللہ! قربان جاؤں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر اُمت پر کہ پیاسے ہم ہوں گے لیکن ہماری پیاس کی فکر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگی۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جھوم اُٹھے اور فرمایا کہ:۔

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا — پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
اس کی بخشش ان کا صدقہ — دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ — ساری کثرت پاتے وہ ہیں
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم — رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
اُن کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے — مالک کل کہلاتے یہ ہیں
قصرِ دنیٰ تک کس کی رسائی — جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں
کہہ دو رضا سے خوش ہو خوش ہو — مژدہ رضا کا سناتے یہ ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کے صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں آقا اگر آپ حوضِ کوثر کے کنارے بھی نہ ملے تو سرکار نے فرمایا کہ اے انس پھر مجھے پلصراط کے پاس دیکھنا میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں وہاں ملوں گا۔ میرے دوستو یہ پلصراط کیا ہے؟

پُلصراط ، یہ ایک پُل ہے جس طرح ندی یا نہر کو عبور کرنے کے لئے لکڑی لوہا سیمنٹ بجری وغیرہ سے حکومت لوگوں کی آسانی کے لئے پُلیں بنوانی ہے تاکہ لوگ آسانی سے نہر یا سیم یا ندی عبور کر سکیں ۔ قیامت کے دن ہوگا ، نیچے جہنم ہوگی اور جہنم کے اوپر سے ایک پلصراط ہوگی ، جو آدمی اس پلصراط سے آسانی سے گزر جائے گا وہ سیدھا جنت میں گیا اور جو خدانخواستہ پھسل گیا تو وہ سیدھا جہنم میں گیا ۔ اس پُل سے سارے نبی سارے نبیوں کی امتیں گزریں گی ، مومن بھی ، نیک بھی ، بدکار بھی ، اپنے بھی ، پرائے بھی لیکن یہ پُل کتنی چوڑی ہوگی کتنی لمبی ہوگی یہ بھی سُن لیجئے ۔ پل صراط بال سے زیادہ باریک تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ۔ ستر (۷۰) ہزار سال کی راہ کی چڑھائی ، پچاس ہزار سال کی راہ کا درمیانی راستہ ، ستر (۷۰) ہزار سال کی راہ کی اترائی ۔ اللہ اللہ !

اتنی خطرناک پُل ، اتنا خطرناک راستہ میاں اس پُل سے تو کوئی قسمت والا ہی گزرے گا کیونکہ یہ کوئی دنیا کی پُل تو نہیں ہوگی کہ آنکھیں بند کر کے بھاگتے ہوئے گزر جائیں گے یہ تو حشر کی پُل ہوگی ہر انسان ڈر کے مارے سوچ رہا ہوگا کہ اب کیا بنے گا سارے نبیوں کی اُمتیں گزریں گی ، کوئی پار کوئی جہنم کے وچکار ، لیکن جب تمہارے اور میرے آقا علیہ السلام کی امت کی باری آئے گی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً پلصراط کے کنارے پہنچ جائیں گے اور ادھر اپنا مقدس سر پُل صراط کے پاس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا دیں گے اور اپنی زبان پاک سے بارگاہ صمدیت میں یوں عرض کریں گے کہ ۔

رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ ، رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ ۔ " یا اللہ میری امت سلامتی سے گذار دے یا خدا میری امت کو سلامتی سے گذار دے

اللہ اکبر ! اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبرئیل ۔ جبرئیل عرض کریں گے جی ربّ جلیل ۔ حکم ہوگا کہ شبِ معراج والی رات میرا محبوب جب میرا درشن کرنے میرے پاس آرہا تھا تو نے میرے حبیب کو کیا کہا تھا ۔ تو جبرئیل عرض کریں گے مولا کریم میں نے یہ عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ پاک کی بارگاہ میں جانا تو میری ایک حاجت بھی رب سے پوری کروا دینا کہ حشر کا دن ہو پُل صراط جہنم پہ بچھی ہو گی امت پُل سے گذرنے لگے تو میں اپنے پَر پُل صراط کے اوپر بچھا دوں تاکہ آپ کی امت آسانی سے پُلصراط سے گذر جائے تو اللہ پاک فرمائیں گے۔ جبرئیل پھر دیکھتے کیا ہو؟ پُل صراط بھی بچھی ہوئی ہے۔ میرے محبوب کا مقدس سر بھی میری بارگاہ میں جُھکا ہُوا ہے، میرے حبیب کی اُمت بھی گذرنے کے لئے تیار ہے آ اور اپنے نوری پَر پُل صراط پر بچھا دے، میرا محبوب بھی راضی ہو جائے، میرے محبوب کی اُمت بھی سلامتی سے گذر جائے، تیری حسرت بھی پوری ہو جائے اور میری رحمت کا ظہور بھی ہو جائے۔ قربان جاؤں، پھر جبرئیل علیہ السلام اپنے پر بچھا دیں گے۔ سرکار سر جھکا دیں گے اور ہم گنہگار یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے پُلصراط سے گذریں گے۔ کیونکہ کہ:

رضاؔ پُل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ صدائے محمدؐ
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

ایک اور شاعر اسی حدیث پاک کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو یوں فرمایا کہ مجھے مقام پر تلاش کرنا۔ کون کون سی جگہ؟

یا ہونگا میں کوثر پہ پلاتا ہوا پانی
یا ہونگا ترازو کے میں نزدیک ضروری
یا پُل پہ کھڑا ہوں گا حفاظت کو تمہاری
گر گرنے لگے کوئی تو میں اسکو بچالوں

شاعر کہتا ہے کہ قیامت میں اگر سپاہی جہنم میں لیجانے کے لئے کسی عاشقِ رسول کے

پاس آئیں گے تو وہ یوں پکارنے گا کہ ؎

گر حکم جہنم کا مجھے دے گا الٰہی !
اور بھیجے پکڑنے کے لئے اس نے سپاہی !
اس وقت میں چلاؤں گا اور دونگا دہائی !
ٹھہرو ذرا میں اپنے محمد کو بُلالوں !

پھر کیا ہو گا کہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مدد کے لئے بلا لوں گا تو پھر میری سرکار کیا کریں گے کہ ؎

آئیں گے شہ والا مدد کرنے اُسی دم
فرمائیں گے اے اُمتی نہ کر تو کوئی غم
مَیں آیا ہُوں بن کے ترا مونس و ھمدم
آ میرے گناہ گار مَیں تجھے کملی میں چھپا لُوں

اللہ اللہ - میرے دوستو! حشر کے میدان میں بھی جب کملی والا آقا کسی کو اپنے دامن میں چھپالے گا تو پھر کوئی سپاہی اس کو گرفتار نہیں کر سکے گا کیوں؟ کہ ؎

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی
وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

اچھا میاں آگے چلیئے ـــــ آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ "تم پر بڑے حریص ہیں - ..."

یعنی تمہاری بھلائی کے چاہنے والے ہیں - حریص بنا ہے حرص سے اور حرص کے معنی علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح البیان پ ۱۱ میں بیان کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ

اَلْحِرْصُ بِمَعْنٰی شِدَّۃِ طَلَبِ الشَّیْءِ "کسی شے کی شدتِ طلب کے ساتھ ساتھ

مَعَ اِجْتِہَادٍ فِیْہِ — اسکے حصول کیلئے زیادہ جدوجہد کرنا۔ ''

علاّمہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حرص کا معنی ہم نے اسلیئے کیا ہے کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کو اپنی اُمّت کی ذوات کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی اُمّت کے کے ایمان اور اُن کی اصلاح کی خواہش ہے، تو اب معنی کیا ہوئے کہ آپ کا دل نہ بھرنا۔ یہ حرص۔ صفت بھی ہے اور عیب بھی۔ مال کا حرص ہو تو یہ بُرا ہے، علم کا حرص ہو تو یہ اچھا ہے۔ اگر خوف خُدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حرص ہو تو یہ ایمان کی جان ہے۔ اس مقام پر کسی نے بڑا اچھا شعر کہا ہے ؎

حلاجتے نیک مرا سیر ازیں آب حیات
ضَاعَفَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ زَمَانٍ عَطَشِیْ

''مجھے آبِ حیات سے کبھی سیری نہیں ہوتی اللہ پاک میری پیاس بڑھاتا ہی رہتا ہے۔''

لھذا عَلَیْکُمْ کا معنی ہے عَلٰی عَطَاءِ کُمْ۔ کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عطائیں تم پر دن رات چھما چھم برس رہی ہیں۔ مولانا حسن رضا خان فاضل بریلوی سے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

گھڑیاں بندھ گئیں پر ہاتھ تیرے بند نہیں
بھر گئے دِل نہ بھری دینے سے نیّت تیری

تو نبیٔ کریم علیہ السلام تم پر بڑے حریص ہیں قربان جاؤں کوئی اپنی جان کا حریص ہے کوئی اپنی اولاد کا حریص ہے کوئی اپنے مال کا حریص ہے، کوئی دولت کا حریص ہے کوئی بنگلے کوٹھیوں کا حریص ہے کوئی کسی کا حریص ہے کوئی کسی کا حریص ہے لیکن کملی والا ہم غلاموں کا اور اپنی اُمّت کا حریص ہے۔ کتنا حریص ہے؟ کتنا خیال ہے اپنی اُمّت کا؟۔ تو سُنیئے!

دِن پھر گئے!

نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلام تھے نام انکا تھا شیخ ابوالحسن بن حارث لیثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، یہ بڑے پارسا، نیک، متقی، پرہیزگار، صوم وصلاۃ کے پابند اور صلاۃ وسلام کو کثرت سے پڑھنے والے یہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر بڑا اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔ دین و دُنیا میں بڑا خوشحال تھا۔ دِن بڑے اچھے گزر رہے تھے کہ اچانک میرے حالات بڑے خراب ہوتے چلے گئے، مالی طور پر میں بڑا کمزور ہو گیا، فقروفاقہ کی نوبت آپہنچی۔ عالم یہ تھا کہ ایک وقت روٹی میسر ہوتی اور دو دو وقت گھر میں روٹی تو کیا چُولہا بھی نہیں جلتا تھا۔ وقت گزرتا گیا رمضان شریف کا مہینہ آگیا۔ ہمارے محلہ کے تمام لوگوں کے بچوں نے عید کے استقبال کے لیئے تیاری شروع کر دی، نئے نئے کپڑے بنوانے شروع کر دیئے لیکن ہمارے گھر کا تو حال ہی نرالا تھا۔ کپڑے تو درکنار دو وقت کی روٹی نصیب نہیں کپڑے کیا بناتے۔

بس بڑا پریشان ہُوا کہ یا اللہ خیر فرما! حتّٰی کہ عید کی رات آگئی۔ عید کا چاند بھی ہو گیا۔ شہر بھر میں خوشیوں سے ہنگامہ برپا تھا۔ اعلانات ہونے شروع ہو گئے کہ لوگو! صبح عید فلاں مقام پر اتنے بجے عید کی نماز ہوگی۔ لوگ تو خوشیاں منا رہے ہیں لیکن میں بڑی پریشانی کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ یا اللہ کل عید ہوگی، لوگوں کے بچّے نئے کپڑے پہنیں گے طرح طرح کے کھانے کھائیں گے لیکن میرے گھر کا کیا ہوگا۔ چلو میں اور میری بیوی تو صبر کر لیں گے لیکن میرے بچّوں کا کیا بنے گا۔ حضرت ابوالحسن فرماتے ہیں کہ میں یہی سوچ رہا تھا رات گزر رہی تھی کہ اچانک میر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں اُٹھا۔ میں نے دروازہ کھولا تو میں نے کیا دیکھا کہ میرے محلّے کے کافی سارے لوگ ہاتھوں میں مشعل لیئے کھڑے ہوئے ہیں، ان میں ایک سفید پوش جو کہ اپنے علاقے کا رئیس تھا وہ آگے آیا اور میرے قریب ہو کر کہنے لگا۔ ابوالحسن جانتے ہو ہم لوگ تمہارے دروازے پر کیوں آئے ہیں تو حضرت ابوالحسن لیثی نے فرمایا کہ میاں جی میں نہیں جانتا؟ کہ آپ کیوں آئے ہیں؟ -

تو اُس رئیس نے کہا کہ ابوالحسن رات کو میں عشاء کی نماز کے بعد سویا تو میری آنکھیں لگ گئیں جسم کی آنکھیں بند کیں، میرے دل کی آنکھیں کھُل گئیں، مجھے خواب میں سرورِ کونین نورِ مجسم حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، سرکار میرے گھر میں تشریف لائے اور مجھے فرمایا۔ میاں اللہ تعالیٰ نے تجھے دُنیا کا کتنا مال دے رکھا ہے۔ لیکن تمہارے محلے میں میرا ایک غلام اُمتی ابوالحسن لیثی پریشان حال ہے اس کے گھر فقر و فاقہ اور اس کے بچے اور وہ بڑی تنگدستی سے دن گذار رہے ہیں۔ جا اُٹھ اور اس کی خدمت کر صبح عید ہے اس کے بچوں کو عید کے لیئے کپڑے بنوا کر دے اور دیگر ضروریات کے لیئے بھی اس کو کچھ خرچہ دے کر آتا کہ ابوالحسن اور اس کے گھر والے بھی تمہارے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

تو ابوالحسن یہ لو نقدی، اس سے گھر کا خرچ چلاؤ اور اپنے بچوں کو بلاؤ کیونکہ میں درزی کو ساتھ لے کر آیا ہوں وہ تمہارے بچوں کے کپڑوں کا ناپ لے کر کپڑے سی دے تاکہ صبح یہ ہمارے بچوں کے ہمراہ نئے کپڑے پہن کر عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

حضرت ابوالحسن لیثی نے اپنے بچوں کو بلایا، درزی نے تمام بچوں کا ناپ لیا۔ اور تمام کے کپڑے سی دیئے اور سحری کے وقت حضرت ابوالحسن لیثی کے سپرد کر دیئے۔ صبح کا ٹائم ہوا، وہی ابوالحسن جس کے گھر دو دو روز تک فاقے ہوتے آج اُسی گھر میں انواع و اقسام کے کھانے پک رہے تھے، بچوں نے شاندار قسم کے نئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوالحسن لیثی کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو آ گئے اور رو کر کہا یا اللہ میں تیرے محبوب کی رحیمی پر قربان جاؤں، تیرے محبوب کی حریصی پر قربان جاؤں میرے آقا مدینے میں بیٹھے بیٹھے اور اپنے مزار شریف میں لیٹے لیٹے کتنا کرم فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ۔ (سعادۃ الدارین صفحہ ۱۴۸)

سچ کہا کسی عاشق صادق نے کہ ؎

دامنِ مصطفٰے سے جو لپٹا تو یگانہ ہو گیا
جس کے حضور ہو گئے اُسکا زمانہ ہو گیا

ایک اور عاشق کہتا ہے کہ

مشکل جو سر پہ آ پڑی تیرے ہی نام سے ٹلی
مُشکل کُشا ہے تیرا نام تُجھ پر درود اور سلام
صلی علی نبینا صلی علی محمد صلی علی شفیعنا صلی علی محمد

معلوم ہُوا کہ کملی والے آقا ہمارے بڑے حریص ہیں ہمارے بڑے خیر خواہ ہیں اور ہم پر ہر وقت اپنی نگاہ کرم کرتے رہتے ہیں اگر کوئی عاشقِ صادق مصیبت میں گرفتار ہو جائے پریشان حال ہو جائے تو یہ مدینے میں بیٹھے بیٹھے پریشانی کو دُور کر کے نگاہِ شفقت فرماتے ہیں، اللہ اللہ آیئے ایک اور واقعہ سرکار کی حریصی کا عرض کر دوں تاکہ طبیعت خوش ہو جائے۔ سُنیئے۔

چند نوالے

مصر کے شہر میں ایک بہت بڑے اللہ تعالٰی کے ولی کامل رہتے تھے، نام ان کا تھا حضرت سیّد ذُوالنوّن مصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، چونکہ ولی تھے اور ولی بھی کامل اور اکمل۔ اسلئے اپنے نفس کی بڑی مخالفت کرتے یعنی جو آپ کا نفس چاہتا آپ اس کا اُلٹ کرتے تاکہ نفس کو فنا کر کے اس کو اللہ تعالٰی کی رضا میں لگایا جائے۔ ایک مرتبہ اپنے نفس کو مٹانے کے لیئے دس سال تک کوئی مزیدار اور لذیذ کھانا تناول نہ فرمایا۔ نفس چاہتا تھا، لیکن آپ اس نفس کی مخالفت ہی کرتے رہے۔ کہ میں اپنے نفس کا کہا ہرگز نہیں مانوں گا۔ ایک بار عید مبارک کی مقدس رات کو دل نے مشورہ دیا کہ کل اگر عید سعید کے روز کوئی لذیذ کھانا کھا لیا جائے تو کیا حرج ہے؟ اس مشورے پر آپ نے بھی اپنے دل کو آزمائش میں مبتلاء کرنے کی غرض سے فرمایا۔ کہ ٹھیک ہے۔ اے دل میں ضرور کل عید سعید کے دن لذیذ کھانا کھاؤں گا! لیکن

ایک شرط ہے وہ یہ کہ میں آج پہلے دو رکعت نفل پڑھوں گا اور ہر رکعت میں پندرہ پندرہ پارے پڑھ کے سارا قرآن مجید ختم کروں گا۔ اگر تو میرے ساتھ موافقت کرتے ہوئے میرا ساتھ دے تو ٹھیک ہے، لہذا آپ نے وضو تازہ کیا دو رکعت نفل شروع فرمائے۔ دو رکعتوں میں آپ نے کھڑے کھڑے پورا قرآن پڑھ لیا اور بڑے اچھے طریقہ سے پڑھا کیونکہ آپ کے دل نے بھرپور آپ کا ساتھ دیا۔ عید آگئی۔ آپ نے عید کی نماز ادا فرمائی اور مریدوں سے فرمایا کہ آج ہمیں بھی کوئی لذیذ کھانا تیار کرکے کھلاؤ۔ مریدین بڑے خوش ہوئے کہ حضرت صاحب آج دس سال کے بعد کوئی اچھا کھانا کھانے کا ارادہ فرما رہے ہیں، بہترین اور لذیذ کھانے کی ڈشیں آگئیں۔ آپ نے سُنّت کے مطابق ہاتھ دھوئے، کُلّی کی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانے میں سے پہلا لقمہ اٹھایا تاکہ منہ میں ڈالا جائے، منہ کے قریب لے گئے لیکن منہ کے اندر نہیں ڈالا بلکہ ویسے ہی پھر دسترخوان پہ رکھ دیا۔ مریدین بڑے حیران ہیں کہ حضرت والا نے آج بڑی چاہت سے کھانا طلب فرمایا تھا لیکن کھایا نہیں وجہ کیا ہے پوچھا گیا یا حضرت کیا بات ہے آپ نے کھانا کیوں تناول نہیں فرمایا خیر تو ہے۔

آپ نے فرمایا میرے مریدو خیر تو ہے لیکن جب میں نے نوالہ اپنے منہ کے قریب کیا تو میرے نفس نے کہا۔ " اے ذوالنون دیکھ لے کہ میں بالآخر دس سال بعد اپنی خواہش منوانے میں کامیاب ہوگیا ناں، تو میں نے اسی وقت نوالہ رکھ دیا اور کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں تجھے ہرگز ہرگز اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ اللہ اللہ۔ اور ہرگز لذیذ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے لذیذ کھانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اتنے میں ایک شخص نے آپ کے دروازے پر دستک دی۔ آپ نے کیا دیکھا کہ اُس نے ایک طباخ کھانے کا اٹھا رکھا ہے جس میں بڑے لذیذ کھانے موجود ہیں اس نے یہ طباخ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے آگے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا میاں یہ کیا ہے؟ عرض کی حضور یہ کھانا ہے۔ فرمایا پھر یہاں کیوں لائے ہو؟ عرض کی لایا نہیں بلکہ بھیجا گیا ہوں۔

فرمایا میں تمہاری بات سمجھا نہیں ؟ عرض کی حضور والا ، یہ کھانا جو لذیذ قسم کا آپ دیکھ رہے ہیں یہ میں نے آج رات کو بڑی محنت سے اپنے لئے تیار کیا تھا - کھانے کو تیار کرنے کے بعد بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی ، قسمت نے انگڑائی لی مقدر کا ستارہ چمکا اللہ پاک کا کرم ہوا - میرے پیارے آقا رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار پُر انوار ہوا میرے پیارے آقا رحمتِ دو عالم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میاں اگر کل قیامت میں بھی میرے دیدار پُر انوار سے مشرف باد ہونا چاہتے ہو تو صبح اُٹھ کر یہ کھانا جو تم نے اپنے لیئے بنایا ہے ، میرے غلام ذوالنون مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لے جانا اور اس کو جا کر یہ کھانا دے کر کہنا کہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وسلم) و (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فرماتے ہیں کہ دم بھر کے لیئے آج آپ نے نفس سے صلح کر لو اور چند نوالے کھا لو - حضرت سیدنا ذوالنون مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ سُنا تو وجد میں آ گئے اور ہاتھ باندھکر فرمانے لگے کہ میں تو فرمانبردار ہوں - میں تو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہوں اور لذیذ کھانا کھانے لگے - (تذکرۃ الاولیاء صـ ۸۰)

قربان جایئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حریصی پر معلوم ہوا کہ کملی والا آقا و مولا مدینے شریف میں بیٹھے بیٹھے سب کی خبر رکھ رہے ہیں اور ہر وقت نبی پاک فکرِ امت میں رہتے ہیں کہ کون سا میرا غلام کِس حال میں ہے اور کون کس طرح زندگی گزار رہا ہے

سبحان اللہ ! کسی نے کیا اچھا اس مقام پر یہ شعر فرمایا کہ ؎

سرکار کھلاتے ہیں سرکار پلاتے ہیں
سُلطان و گدا سب کو سرکار نبھاتے ہیں

اور ایک دوسرے عاشق نے یوں کہا کہ ؎

شُکر ہے خُدا محمدی ہم کو بنایا ہے اُمتی

کس کو ملا یہ رتبہ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ نبینا صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ شفیعنا صَلِّ علیٰ محمدٍ

اچھا میاں آگے چلیئے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمُ۔ "مومنوں پر رحم کرنے والے مہربان ہیں"

اللہ پاک نے اس حصے میں نبی کریم علیہ السلام کی دو صفتیں بیان فرمائیں، رؤف اور رحیم۔ یاد رکھو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم رحیم تو ساری کائنات کیلئے ہیں، یعنی مومن کافر مشرک مسلمان تمام کے لئے اللہ تعالیٰ پ۱۷ سورہ انبیاء میں ارشاد فرماتا ہے:۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ "اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپکو ساری کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

دیکھو ربِّ کائنات نے اس آیت کریمہ میں سرکار کی رحمتِ عامہ کا ذکر فرمایا ہے کہ میرا محبوب سب کے لئے رحمت ہے لیکن یہاں کیا ارشاد ہے:۔

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمُ "کہ میرا محبوب مومنوں پر رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہے"۔ اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ سرکار رؤف اور رحیم صرف مسلمانوں کے لیئے ہیں۔ جیسے سورج روشنی تو ساری دنیا کو دیتا ہے مگر روشنی سے پھل پکنے کا اثر صرف باغوں کو دیتا ہے۔ اسی طرح بارش ساری زمین کو تراوٹ بخشتی ہے مگر اس تری اور سبزی صرف نفیس زمین کو ہی ملتی ہے۔ رؤف بنا ہے "رافة" سے رافة کے معنی ہیں، مشقت اور مصیبتوں کو دور کرنا۔ رحیم صفت مشبہ ہے رحمت کا معنی ہے احسان کرنا۔ مفید چیزیں بغیر محنت کے مہیا کرنا۔ تو معنی کیا بنے کہ میرا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں سے مصیبتیں دور کرنے والا اور احسان کرنے والا ہے۔

اللہ اکبر! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مصیبتیں دور کرنا یہ صرف اللہ کا کام ہے اگر کوئی نبی یا ولی کو مصیبتیں دور کرنے والا تسلیم کرے تو وہ مشرک ہے، بدعتی ہے

لیکن میرے دوستو! اس آیت کریمہ کے اس حصہ سے تو یہ معلوم ہوا کہ ہمارا نبی ہماری مصیبتیں بھی دور کرتا ہے اور ہم پر احسان فرماتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حقیقت میں مصیبتیں دور کرنا اور احسان کرنا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے لیکن وہ قادر مطلق ہے چاہے تو اپنے نبی کو مصیبتیں دور کرنے والی قوت اور طاقت عطا فرمادے۔ جیسا کہ مذکورہ آیۃ کریمہ سے ظاہر ہے تو قرآن کی رُو سے ہم اپنے نبی کو کہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مصیبت میں مبتلا ہوں، میری مصیبت دور کردو تو یہ بالکل جائز ہے، یہی وجہ ہے کہ سُنّی حضور علیہ السلام کو یوں پکار کے کہتے ہیں کہ :-

غلاموں کی ہر مشکل میں تم امداد کرتے ہو
میری بھی مشکلیں ہو جائیں آساں یا رسول اللہ
جمیل قادری کی دوجہاں میں لاج رکھ لینا
طفیل حضرت احمد رضا خان ـــــ یا رسول اللہ

اچھا تو اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کیلئے رؤف و رحیم فرمایا۔

رؤف رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حالانکہ آپ قرآن پاک پڑھ کر دیکھیں اللہ تعالیٰ نے دونوں صفتیں اپنے نام کے ساتھ ذکر فرمائیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالےٰ قرآن مجید، فرقان حمید کے پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۹ میں ارشاد فرماتا ہے :-

وَاِنَّ اللّٰہَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ - "اور بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی شفقت فرمانے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا قرآن مجید پارہ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۱۷ :-

اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ "بیشک اللہ پاک ان سے بہت شفقت کرنیوالا اور رحم فرمانے والا ہے۔" ـــ اسی طرح ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا۔ پ۱۴ سورۃ نحل آیت

نمبر ۷ : اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَؤُفٌ رَّحِیْمٌ "بیشک تمہارا رب بہت شفقت کرنے والا اور اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔" ــــ اور اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا پارہ ۱۷ سورت حج رکوع ۱۶ آیت ۶۵ :ــ

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَؤُفٌ رَّحِیْمٌ "بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی شفقت فرمانے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔"

میرے دوستو! ان چار آیتہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ رؤف اور رحیم کی صفتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ اپنی مخلوق پر رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر یہی دو صفتیں رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر فرمائی۔ یہ کیا ہوا؟ یہ تو بقول دیوبندیوں، وہابیوں کے شرک ہو گیا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو صفتیں اللہ تعالیٰ میں پائی جائیں اگر وہی صفتیں کسی نبی یا ولی میں پائی جائیں یا مان لی جائیں تو یہ شرک ہے، حرام ہے۔ میرے دوستو! ذرا غور کرو اگر یہ بات سامنے رکھی جائے کہ جو صفتیں اللہ پاک میں ہوں، اگر وہی صفات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں مان لی جائیں تو شرک ہے تو مجھے بتائیں کہ اسلام ہمیں شرک کا سبق دینے آیا یا توحید کا؟ قرآن ہمیں مشرک بنانے آیا ہے یا مومن؟ لازمی بات ہے آپ کہیں گے کہ اسلام اور قرآن کا سب سے پہلے یہ نظریہ ہے کہ ہر انسان کو شرک کی بیماری سے بچایا جائے اور توحید کا سبق پڑھایا جائے۔ جب یہ بات ہے تو قرآن تو کہتا ہے کہ اللہ بھی رؤف ہے اور مدینے کا لاڈلا بھی رؤف، اللہ بھی رحیم ہے اور مدینے کا تاجدار بھی رحیم۔ تو یہ شرک نہ ہوا، جب شرک نہ ہوا تو لوگ جو ہم سُنی بریلوی کو ہر بات پر مُشرک مُشرک کہتے ہیں وہ خود مشرک ہیں۔ ہم الحمد اللہ مشرک نہیں ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ اللہ کے بندے قرآن مجید کو سمجھے نہیں، ٹھیک ہے اللہ بھی رؤف ہے سرکار بھی رؤف ہیں اللہ پاک بھی رحیم ہیں اور کملی والا بھی رحیم ہے لیکن اِن دونوں کے رؤف اور

رحیم ہونے میں ہزار ہا درجوں کا فرق ہے۔ وہ کیسے؟ تو سُنیئے اللہ پاک کا رؤف و رحیم ہونا ذاتی ہے اور کملی والے کا رؤف و رحیم ہونا عطائی ہے یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رؤف و رحیم بنایا ہے۔ اسی طرح خدا رؤف و رحیم قدیم ہے، محبوب رءوف و رحیم حادث ہے۔ خدا رؤف و رحیم غیر مخلوق ہے اور حضور علیہ السلام رؤف و رحیم مخلوق ہیں۔ خدا کی صفتیں رؤف و رحیم لامحدود اور کملی والے کی محدود، تو اتنے فرق ہونے کے باوجود بھی شرک ہو سکتا ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں بھی محبوب کی صفتیں بیان کی ہیں وہ اسی طرح سے ہیں۔ مثلاً سُنی کہتے ہیں خدا بھی علم غیب جانتا ہے اور اس کا محبوب بھی۔ اللہ بھی حاضر و ناظر ہے کملی والا بھی۔ خدا بھی مدد کر سکتا ہے، اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ اللہ بھی عزت دے سکتا ہے اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ اللہ بھی غنی کر سکتا ہے اس کا نبی بھی۔ یہ صفتیں اس طریقے سے ہیں اور یہ سب باتیں قرآنِ پاک میں موجود ہیں، جب تک ان میں یہی فرق نہیں کریں گے تو آدھے قرآن کا انکار ہو جائے گا۔ اور قرآن کے ایک حرف کا انکار کفر ہے۔ جب ایک حرف کا انکار کفر ہے تو جو کئی کئی آئیتوں کا انکار کر دیں وہ کیسے کافر نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سرورِ کونین نورِ مجسم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (پ ۲۷ رکوع ۱۷) "وہی اوّل وہی آخر، وہی ظاہر وہی باطن ہے اور وہی سب چیزوں کو جانتا ہے۔"

حضراتِ محترم! اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے اپنی صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ اور یہی صفتیں اللہ پاک نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا فرمائی ہیں۔

یہ بات میں نہیں کہتا بلکہ یہ بات آج سے تقریباً پانچ سو سال پہلے شیخ محقق شیخ الہند حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب مدارج النبوّت اوّل صٖ پر فرمائی۔ کہ یہ آیت کریمہ خدا کی شان بھی بیان فرما رہی ہے اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی۔ یہ آیت حمدِ خدا بھی ہے اور یہی آیت نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ یہی صفات ربِّ کائنات کی ہیں اور یہی صفات حضرت محمد رسول اللہ کی بھی ہیں۔

میرے دوستو! یہ بات اس محقق اعظم نے اپنی کتاب میں لکھی ہے جس کے محقق اعظم ہونے اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے میں کسی کو شک نہیں، بریلوی تو خیر اس ہستی کے فضائل و مناقب کو مانتے ہی ہیں لیکن دوسرے عقائد کے حضرات مثلاً وہابی دیوبندی وغیرہ بھی ان کی علمیّت اور عظمت کے قائل ہیں، دیوبندیوں کے حکیم الامّت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ملفوظات جلد ۷ صٖ میں شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان بیان کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں جن کو خواب میں ہر روز دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی رہی ہے اور ہوتی ہے۔ ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں ان ہی میں سے ایک حضرت عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ آپ نے مدینہ منوّرہ کے اندر رہ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سیکھا، تمام احادیث کی کتابیں یعنی دورۂ حدیث شریف مدینہ شریف میں ہی کیا۔ جب آپ دین کی تکمیل اور تکمیلِ حدیث سے فارغ ہوئے تو رات کو سوئے تو خواب میں جناب سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار پُرانوار ہوا۔ کملی والے نے فرمایا! عبدالحق ــ عرض کی جی میرے آقا۔ فرمایا اب تم دین کے عالم بن چکے ہو اسلیئے اب تم مدینہ منوّرہ چھوڑ کر ہندوستان چلے جاؤ اور وہاں جا کر علم حدیث کی اشاعت کرو یعنی لوگوں کو دین کی طرف مائل کرو تاکہ لوگ علم حدیث سے فیض یاب ہو سکیں۔

شیخ محدث عبدالحق دہلوی نے جب بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آرڈر، یہ حکم سنا تو عرض کی، آقا میرا ہر روز کا یہ معمول ہے کہ سارے دن میں ایک مرتبہ ضرور آپ کے مقدس آستانے پر حاضر ہوتا ہوں اور سنہری جالیاں دیکھ کر، آپ کا روضۂ اطہر دیکھ کر دل کو قرار آجاتا ہے۔ اور ایمان میں بہار آجاتی ہے۔ میرے آقا اگر میں مدینہ پاک اور آپ کا مقدس روضہ چھوڑ کر ہندوستان چلا گیا تو میری زندگی کے دن کیسے کٹیں گے میں آپ کے بغیر کیسے جیوں گا۔ اللہ۔ اللہ!۔

کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عبدالحق پریشان کیوں ہوتا ہے؟ ناں ناں پریشان نہ ہو۔ تو ہندوستان چلا جا۔ جب رات کا ٹائم ہو تو مصلے پر بیٹھ کر مراقب ہو کر یعنی سر جھکا کر مدینے کی طرف منہ کر کے ہمارا تصور دل میں لا کر بیٹھ جانا۔ عرض کی آقا پھر کیا ہو گا۔ میرے آقا نے فرمایا عبدالحق! جب تم میری طرف منہ کر کے بیٹھو گے، تو نہ بیٹھے تو تم ہندوستان میں ہو گے لیکن ہو گے تم میری بارگاہ میں اور پھر میری زیارت بھی کرو گے۔ اور یہ ایک دن نہیں بلکہ جب تک تم زندہ رہو گے ہر روز تمہیں میری زیارت نصیب ہوتی رہے گی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پاک سنکر حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان میں تشریف لائے اور دھلی کو اپنا علمی مستقر بنایا اور جب تک زندہ رہے ہر روز دن تو گزرتا دھلی میں مگر رات گزرتی بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں، یعنی شہر مدینہ میں۔ (تذکرۂ غوثیہ صـ۳۹۴، سیر النبی بعد از وصال النبی صـ۳۸)

سامعینِ کرام! معلوم ہوا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر روز بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا تھا اور جب ہر روز کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوتے تھے تو جو کچھ سرکار کی شان میں لکھے ہوں گے وہ بھی ضرور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پیش کرتے ہو گے اور سرکار بھی اپنے بھیجے ہوئے غلام کی کتابیں دیکھ کر مسرت کا اظہار کرتے ہوں گے

اور یہ بات جو میں نے عرض کی ہے کہ حضور ہی اوّل ہیں اور آخر ہیں، ظاہر ہیں باطن ہیں، اور ہر چیز کو جاننے والے ہیں، یہ بھی سرکار نے دیکھی ہوں گی اور دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا ہوگا۔ سُبحان اللہ! جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تصدیق فرمادی ہو تو ایک مومن کے لیئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیئے۔ چنانچہ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے جو کہ علامہ عبدالحق محدّث دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے اور اسی بات کو قلندر لاہوری علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے اپنی زبان میں یوں پیش فرمایا کہ

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فُرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ
وہ دانائے سُبل ختم الرُّسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

اوّل بھی آخر بھی

حضور علیہ السّلام اوّل بھی ہیں، کیوں؟ کہ سب سے پہلے اللہ پاک نے اپنے نور سے آپ کے نُور کو پیدا فرمایا اور آخر بھی ہیں کہ سب نبیوں کے بعد آپ کو رسُول بنا کر دنیا میں لایا گیا۔ ظاہر بھی ہیں کیوں؟ کہ ساری دُنیا کو آپ کے انوار و تجلّیات نے منوّر اور روشن کر رکھا ہے۔ باطن بھی ہیں، اسلیئے کہ آپ کی حقیقتوں کو کوئی انسان نہیں سمجھ سکا۔ ہاں جس ربّ نے آپ کو پیدا فرماکے دُنیا میں مبعوث فرمایا وہی کملی والے کی حقیقتوں کو جانتا ہے ہر شئے کے جاننے والے بھی ہیں۔ کیوں، اسلیئے کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روزِ ازل سے لیکر روزِ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے سب کچھ بتا دیا ہے، سب کچھ سکھا دیا ہے (مدارج النبوّت شریف اوّل صـ ۸۰۷)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ... آقا معراج پر تشریف لے گئے، معراج شریف سے واپس تشریف لے آئے تو سرکار

ذدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معراج شریف کا تفصیلی تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب میں معراج کا دولہا بن کے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ خدا کا دیدار کرنے جا رہا تھا تو دوران سفر ہمیں کچھ احباب ملے ۔ انہوں نے مجھے سلام کہا اور پوچھا گیا آقا وہ سلام کیسے کر رہے تھے ۔ سرکار نے فرمایا کہ پہلے دوست نے یوں کہا :۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ ۔ "اے ساری کائنات سے پہلے پیدا ہونے والے محبوب میرا سلام ہو"

دوسرے دوست نے یوں سلام دیا کہ :۔

اَلسَّلَام عَلَیْكَ یَا اٰخِرُ ۔ "اے ساری کائنات میں سب رسولوں کے بعد آنے والے میرا آپ کو سلام ہو۔"

تیسرے دوست نے یوں سلام پیش کیا کہ :۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَاشِرُ "اے حشر میں ساری دنیا میں سب سے پہلے اپنے روضے سے اٹھ کر پوری امت کو بخشوانے والے میرا سلام ہو۔"

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ جبرئیل : یہ کون ہیں ؟ جنہوں نے مجھے بڑی محبت سے سلام کے نذرانے پیش فرمائے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی میرے آقا سب سے پہلے سلام عرض کرنے والے اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے ، دوسرے صاحب اللہ تعالیٰ کے پیارے کلیم حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام تھے ، تیسرے بزرگ اللہ تعالیٰ کے روح اللہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تھے (مدارج النبوت شریف اول ۲۹۴ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۰۹ بیہقی شریف)

میرے دوستو! معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول و آخر اور حاشر ہیں ، جب انبیاء کرام علیہم السلام اول ، آخر اور حاشر مانتے اور فرماتے ہیں تو میاں ہم تو ہیں ہی حضور علیہ السلام کے در کے گدا تو ہمارا تو

بدرجہ اوّل یہ حق بنتا ہے کہ ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پیاری پیاری صفتوں سے پکاریں اور بقول اعلیٰ حضرت کے یوں عرض کریں کہ:

وہی اوّل وہ ہی آخر وہ ہی باطن وہ ہی ظاہر
اُسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے
کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو!
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

سامعین کرام! آیئے ذرا دیکھئے کہ ربِ کائنات نے اپنے نور سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو کیسے پیدا فرمایا اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات سے پہلے کیسے ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی پاک میں تشریف لائے۔

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا کا مطلب

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے حدیث قدسی کلام خدا ہوتا ہے اور روایت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے۔ اس حدیث قدسی کو علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معروف کتاب موضوعات کبیر ص ۲۹۹ میں نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث شریف معناً بالکل صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

کُنْتُ کَنْزاً مَّخْفِیًّا "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔"

یعنی کائنات کی کوئی چیز نہیں تھی جو مجھے پہچانتی، کوئی انسان نہیں تھا جو میرے گیت گاتا، کوئی فرشتہ نہیں تھا جو میری بارگاہ میں اپنا سیس نواتا تو:۔

فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ "پس مجھے محبت ہوگئی اور میں نے چاہا کہ اور پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، میں معروف و مشہور ہو جاؤں۔"

فَخَلَقْتُ خَلْقاً "تو میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔"

وَخَلَقْتُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) "اور میں نے کائنات کی جان محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔"

(زرقانی شریف)

میرے دوستو! ذرا اس حدیث پاک میں توجہ فرمائیے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ میں ایک مخفی اور پوشیدہ خزانہ تھا۔ پس مجھے محبت ہوگئی۔ یاد رکھئیے، سب سے پہلے محبت ہوئی ہے تو اللہ پاک کو ہوئی ہے۔ یہ بات ذرا توجہ سے سُنئیے کیونکہ یہ تصوّف اور معرفت کی بات عرض کر رہا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات وحدت سے جو سب سے پہلے تجلی پھوٹی ہے اسکا نام ہے تجلی حُبّی اور اس تجلی حُبّی کا نتیجہ اور اس تجلی حُبّی کا ظہور ہوا ہے۔ ذاتِ پاک مصطفےٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں گویا خدا کی محبت جب رنگ لائی تو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوگئے۔ کسی عاشق مزاج شاعر نے بڑا پیارا پنجابی میں یہ شعر لکھا کہ:-

رَبّ عِشق کما بیٹھا
بدلے اِک دم دے کُل دُنیا نوُں لا بیٹھا

تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کریم علیہ السلام کے نور کو پیدا فرمایا، کس سے اپنے نور سے، یہاں ایک بڑی پیاری بات عرض کرتا ہوں، ذرا غور فرمائیے، اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کُنتُ کَنزاً مخفِیاً۔ میں ایک مخفی اور پوشیدہ خزانہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ جب ربّ کے سوا کوئی تھا ہی نہیں تو وہ مخفی اور پوشیدہ کس سے تھا۔ تو اس کے بارے میں عرض کروں توجہ کیجئے! میرے بزرگو، دوستو! اللہ کی ذات قدیم ہے، ازلی ہے، ابدی ہے۔ ابدی اس کو کہتے ہیں جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جس طرح اللہ پاک کی ذات قدیم ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات ہیں، مثلاً ربّ ہونا۔ ربوبیّت اس کی صفت ہے۔ ربوبیّت کا معنی ہے پالنے والا اسی طرح رحمٰن ہونا اس کی صفت ہے، اس کا معنی کیا ہے؟ رحم کرنے والا۔ اسی طرح رحیم بھی اس کی صفت ہے اس کا معنی بھی رحم کرنے والا ہے۔ اسی طرح خدا کی صفت ہے

رزاق - اس کا معنی ہے بہت زیادہ رزق دینے والا - اسی طرح ایک صفت ہے ستار - ستار کا معنی ہے پردہ پوشی کرنے والا - اسی طرح اس کی صفت ہے غفار اس کا معنی ہے بخشنے والا -

میرے دوستو! خدا کی تمام صفات تو ہیں قدیم - خدا ازلی طور پر رب ہے لیکن کائنات کے وجود سے پہلے اس کا رب ہونا پوشیدہ تھا - اس کا رحمٰن و رحیم ہونا پوشیدہ تھا - ستار و غفار ہونا پوشیدہ تھا - آپ سوچیں گے کہ وہ کیسے؟ تو دیکھئے کہ رب کے معنی ہیں پالنے والا - جب پلنے والا کوئی نہ ہو تو اس کی صفت تو تھی لیکن اس کا ظہور نہیں تھا - رزاق کے معنی ہیں، رزق دینے والا، اس کی صفت رزاقیت تو تھی مگر رزق لینے والا کوئی نہ تھا تو اس کی صفت رزاقیت پوشیدہ تھی، اس کا ظہور نہیں تھا - وہ ستار تو تھا لیکن پردہ پوشی کرانے والا کوئی نہ تھا گویا صفت ستاریت تو تھی لیکن ظہور نہ تھا - تو اب سمجھو - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، مشہور و معروف ہو جاؤں، میری صفات کا ظہور ہو جائے میرا خزانہ باہر آ جائے تو میں خدا کریم جل جلالہ نے نور محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا

معلوم ہوا کہ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ رب ہو کر بھی رب نہ ہوتا - رحمٰن ہو کر بھی رحمٰن نہ ہوتا، رحیم ہو کر بھی رحیم نہ ہوتا، ستار ہو کر بھی، ستار نہ ہوتا، غفار ہو کر بھی غفار نہ ہوتا یعنی اس کی صفات تو ہوتیں لیکن ان کا ظہور نہ ہوتا - معلوم ہوا کہ اللہ پاک کو ظاہر بھی کیا ہے تو وہ ذات پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے - اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کا ذریعہ اپنے ظہور کا ذریعہ ذات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا - اسی واسطے دوسری حدیث میں خود رب العالمین نے فرمایا کہ :- "اگر میرا کملی والا نہ ہوتا تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا -"

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ

تو میں نے عرض کیا ہے کہ سب سے پہلے محبت ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ہوئی ہے۔ سب سے پہلے جو ذات خدا سے تجلی پھوٹی ہے وہ محبت کی تجلی ہے اس کا نام ہے تجلی حُبی اور اس تجلی نے صورت اختیار کی ذاتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ سارا کارخانہ محبت کا کارخانہ ہے۔ نہ رب کو محبت ہوتی نہ رب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پیدا فرماتا اور نہ یہ کائنات ہوتی تو پھر ساری کائنات انہی کی خاطر پیدا کی گئی اس مقام پر جناب فتح محمد اختر نے اپنی پنجابی زبان میں چند بڑے ہی پیارے اشعار فرمائے کہ ؂

سوہنا عربی نہ دُنیا تے آندا
نہ کوئی خالق چیز بناندا
ہوندی دھرتی ویران
جے نہ آندا اے جوان
دَسّے پڑھ کے قرآن

سوہنے عربی دا پیا دچکارے
توحید دے نعرے
تے دنیا نوں، تے دُنیا نوں رنگ لگ گئے

کیتا اللہ نے کیڈا کرم اے
بھیجیا دُنیا تے شاہِ اُمم اے
ہیا اللہ دا احسان
ویکھیں پڑھ کے قرآن
کریں رَبّ وَل دھیان

سوہنا اُمت دا غم خوار
کئی بگڑے سوارے
تے دُنیا نوں، تے دُنیا نوں رنگ لگ گئے۔

اچھا تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ پاک نے ساری کائنات سے پہلے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا، کیسے پیدا فرمایا اور کب پیدا فرمایا۔ تو یاد رکھو جب کائنات کی کوئی چیز ابھی وجود میں نہیں آئی تھی رب نے اس وقت ہمارے آقا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں

نوری ظہور

کہ جب ربِ کائنات نے اس دُنیا کو اپنے جلوے دکھانے چاہے، اپنی صفات کو ظاہر فرمانا چاہا، کائنات کی بہاریں بسانے کا خیال فرمایا تو اللہ پاک نے سب سے پہلے کائنات کی روح اور جان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق سے کائنات کی تخلیق کا آغاز فرمایا — جیسے کہ

فَقَبَضَ قَبْضَۃً مِّنْ نُّوْرِہٖ۔ "اللہ پاک نے اپنے نور سے ایک نور کی مٹھی بھری اور

ثُمَّ قَالَ کُوْنِیْ حَبِیْبِیْ۔ "پھر اس اپنے نور کو اپنے آگے کر کے فرمایا تو میرا حبیب ہو جا"

کیونکہ اَنْتَ عِشْقِیْ وَاَنَا عِشْقُکَ۔ "تو میرا عشق ہے اور میں تیرا عشق ہوں"

پس حضور علیہ السلام کا ظہور ہوا۔

(نزہتہ المجالس دوم ص۱۸۷، انفاس رحیمیہ ۳ ص۲۵، مولود العروس ص۱۲)

جب نبیٔ کریم علیہ السلام کے نور کو اللہ نے پیدا فرمایا تو اس کے بعد حضور علیہ السلام کے نور سے اللہ تعالےٰ نے عرش کرسی لوح وقلم، سدرہ، جنت، آسمان غرضیکہ تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔ جب ربِ کائنات نے عرش کو پیدا فرمایا تو عرش، اللہ پاک کے ڈر سے ڈولنے لگا تو

کَتَبَ اِسْمَہٗ عَلَی الْعَرْشِ خدائے برتر نے عرش کے ستونوں پر اپنے حبیب کبریا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی لکھوا دیا۔ عرش نے جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ پاک اپنے سینے پر دیکھا تو سرکار کے نام سے اس کو قرار آگیا — ادھر عرش کو قرار آگیا، ادھر عرش جنت سدرہ کے فرشتوں نے کملی والے کا نام دیکھ کر اور پڑھکر اندازہ لگا لیا کہ یہ ساری کائنات کی بہاریں ربّ سجا رہا ہے تو اسی نام والے صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے جب اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمالیا تو محبوب کے نور کو اپنے سامنے سجایا۔ سبحان اللہ!

کتنا حسین منظر ہوگا وہ جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے لے کر بیٹھا ہوگا۔ اس مقام پر ایک شاعر نے بڑے ہی اچھے چند اشعار فرمائے آپ بھی سنیئے اور جھوم جائیے۔ شاعر کہتا ہے کہ ؎

رکھ سامنے شیشہ وحدت دا اج ربّ نے دربار سجایا اے
اوہ بے صورت وچہ صورت دے بن آپ محمدؐ آیا اے
ایہہ گل یار خطا دی نئیں جے اوہ خدا دی نئیں تے جدا دی نئیں
خود احمدؐ بن کے حمد کرے تے محمدؐ نام رکھایا اے
بن صورت ربّ نئیں لبھدا اوہدی شکل نورانی وچوں ربّ لبھدا
اوہ نہ ہندا تے جگ نہ ہندا لولاک ربّ نے فرمایا اے

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کر کے اپنے آگے سجایا اور پھر نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ:۔

یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجْلِكَ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت میں ہوں اور تو ہے اور یہ ساری کائنات کی بہاریں یہ ساری دنیا کی نعمتیں یہ اتنا بڑا کارخانہ عالم، محبوب میں نے تیرے واسطے پیدا فرمایا ہے"۔

سبحان اللہ۔ گویا اللہ پاک نے محبوب کو یوں فرمایا جیسے اعلیحضرت فاضل بریلوی نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ کلام پیش کیا کہ ؎

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکان تمہارے لیئے
چنین و چناں تمہارے لیئے بنے دو جہاں تمہارے لیئے
کلیم و نجی مسیح و صفی خلیل و رضی رسول و نبی
عتیق و رضی غنی و علی ثنا کی زباں تمہارے لیئے
یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر

یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لیئے

اصالتِ کُل امامتِ کُل سیادتِ کُل امارتِ کُل

حکومتِ کُل ولایتِ کُل خُدا کے یہاں تمہارے لیئے

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک

زمین و فلک سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لیئے

تو خیر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایک مَیں ہوں اور ایک تُو ہے اور یہ سارا کچھ تیرے لیئے ہے، تو قربان جاؤں کملی والے نے بھی بڑا پیارا جواب اپنے مالک و خالق کو دیا کہ :۔

فَقَالَ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجْلِكَ

"کملی والے نے عرض کی کہ یا اللہ تو ہی ہے میں نہیں مَیں نے تیرے سوا سب کو تیرے لئے چھوڑ دیا۔"

(مکتوبات شریف دوم ص۹۶۔ شرح قصیدہ بُردہ خرپوتی ص۷۱، روح البیان جلد ۹ ص۲۲، اور تفسیر احمدی ص۲۲۹)

میاں قربان جائیے عاشق معشوق کی نرالی گفتگو کے اللہ فرماتا ہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ تیرے ہی لیئے ہے گویا تو نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا تو محبوب کی طرف سے جواب آتا ہے کہ مولا اگر یہ بات ہے تو سب کچھ تو ہی تو ہے میں نے سب کچھ تیری محبت کی خاطر چھوڑ دیا۔ سبحان اللہ گویا کملی والے محبوب نے بارگاہ خدائے ذوالجلال میں کچھ یوں عرض کی جس کو ایک شاعر نے اپنی زبان میں ادا کرتا ہے اور شاعر بھی شہنشاہ ولایت بابا عبداللہ شاہ قصوری، کہا کہ ؎

مولا سب کچھ تو ہیں آتے سب در جہ توں ہیں اتے سب توں پاک پہچانا

بیں وی تو ہیں اتے تو وی تو ہیں تے فیر بُلھا کون نمانا

میرے دوستو! معلوم ہوا کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے حضور علیہ السلام کے نور کو پیدا فرمایا، چنانچہ اس بات کی تصدیق حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ واقعی سب سے پہلے کملی والے کا نور پیدا ہوا۔

جبرئیل امین کی تصدیق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور انہوں نے مجھ سے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ پاک نے مجھے پیدا فرمایا تو میں ایک ہزار سال تک عرش کے نیچے رہا۔ ایک ہزار سال کے بعد اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ مَنْ خَلَقَكَ " اے جبرئیل تجھے کس ذات نے پیدا فرمایا۔ تو میں نے عرض کی

أَنْتَ الْخَالِقُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمَعْبُوْدُ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا الْعَبْدُ الذَّلِيْلُ الْخَاضِعُ الْمُنْقَادُ۔

کہ اے رب کائنات مجھے تو نے ہی پیدا کیا ہے تو اکیلا ہے تو قہار ہے تو عزت والا ہے تو جبار ہے تو شب و روز کا معبود ہے اور میں بندہ ذلیل عاجز اور تابعدار ہوں۔ "

جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ بات پوچھنے کے بعد رب کریم خاموش ہو گیا۔ میں پھر اٹھارہ ہزار سال تک عرش کے نیچے رہا، اٹھارہ ہزار سال کے بعد پھر اللہ پاک نے مجھ سے پوچھا کہ مَنْ خَلَقَكَ۔ وَمَنْ أَنَا۔ اے جبرئیل تمہیں کس ہستی نے پیدا فرمایا ہے اور میں کون ہوں؟ تو جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ لم یزل میں عرض کیا:— أَنْتَ خَالِقِيْ وَرَازِقِيْ وَمُحْيِيْ وَمُمِيْتِيْ وَبَاعِثِيْ۔

" کہ اے مالک الملک تو مجھے پیدا فرمانے والا اور روزی دینے والا اور زندگی اور موت دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہے۔ "

وَاَنَا عَبْدُ الضَّعِیْفُ الْمِسْکِیْنُ "اور میں تیرا بندہ کمزور، درمسکین اور تیرا غلام ہوں"۔

جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں پھر میں اٹھارہ ہزار برس تک عرش بریں کے نیچے خاموش کھڑا رہا۔ اٹھارہ ہزار برس کے بعد پھر ربِ لم یزل نے پوچھا کہ مَنْ اَنْتَ میں کون ہوں تو میں نے عرض کی کہ اَنْتَ الْخَالِقُ الْبَارِیُٔ۔ اے ربّ العالمین تو ساری کائنات کو پیدا فرمانے والا ہے پھر فرمایا مَنْ اَنْتَ تو کون ہے؟ تو میں نے عرض کی وَاَنَا الْعَبْدُ الْخَاضِعُ یا اللہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ تو خدائے بزرگ و برتر نے خوش ہو کر فرمایا کہ صَدَقْتَ یَا جِبْرَئِیْلُ اے جبرئیل تو نے واقعی سچ کہا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں جب میں نے رب العالمین کو اپنے آپ پر خوش دیکھا تو میں نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ اے مالک کل ایک بات پوچھوں، حکم ہوا، پوچھ لو۔ تو میں نے عرض کی کہ اے وحدہٗ لاشریک میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے مجھے سب سے پہلے پیدا فرمایا ہے۔ مولا پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ مجھ سے پہلے بھی تو نے کسی کو پیدا فرمایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل ذرا اوپر نگاہ کرو اور دیکھو۔ جبرئیل فرماتے ہیں کہ جب میں نے اوپر نظر اٹھائی تو خدا کے عرش پر مجھے ایک ایسا چمکتا دمکتا ہوا نور نظر آیا کہ میری آنکھیں دیکھ کر دم بخود ہو گئیں۔ تو میں نے عرض کی مولا یہ کس ہستی کا نور ہے جس پر میری آنکھیں بھی چندھیا گئی ہیں۔ تو اللہ پاک نے فرمایا جبرئیل یہ وہ عظیم اور نورانی ہستی ہے کہ جس کے صدقے سے میں نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی کے صدقے میں اپنے تمام رسول فرشتے جنت، عرش فرش انسان اور جنات، پہاڑ دریا، سمندر حیوان، جمادات نباتات غرضیکہ کل کائنات کو پیدا فرماؤں گا۔

مولا کریم یہ ہے کون؟ جس کا تیری بارگاہِ عالیہ میں اس قدر مرتبہ و شان اور مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ——

ھُوَ حَبِیْبِیْ وَصَفِیّیْ وَنَبِیّیْ وَسِیْرَتِیْ وَخُلْقِیْ مُحَمَّدُنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

"اے جبرئیل یہ میرا حبیب ہے میرا برگزیدہ نبی ہے میری ذات کا عکس ہے میرے اخلاق کا نمونہ ہے میرا رسول ہے نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

(معارج النبوّت دوم صـ۲۵-۲۶)

اُمّت کی بخشش

حضرت علامہ ملّا معین الدّین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف معارج النبوّت شریف اوّل صـ۳۴۴ اور صـ۳۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساری کائنات، عرش فرش، انسان فرشتے اور دیگر مخلوقات کی تخلیق سے نو لاکھ سال پہلے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ جب حضور علیہ السلام کا نور پیدا ہو گیا تو سرکار کے نورِ پاک نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ پناہ کس میں دو رکعت نماز نفل پڑھے، وہ نفل کیسے پڑھے، ایسے پڑھے جیسے ہم پڑھتے ہیں؟ نہیں بلکہ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نفل پڑھنے میں بیس ہزار سال کا عرصہ لگایا۔ اللہ اللہ، کیسے یہ عرصہ لگا؟ تو سنو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی تو ایک ہزار سال تکبیر تحریمہ میں ایک ہزار سال پھر قیام کے لیئے ہاتھ باندھے تو ایک ہزار سال تک قیام کی حالت میں کھڑے رہے پھر رکوع فرمایا تو ایک ہزار سال تک رکوع میں تسبیح پڑھتے رہے۔ پھر قومہ کیا یعنی رکوع سے کھڑے ہوئے تو ہزار سال قومہ میں کھڑے ہو کر خدا کی تحمید پڑھتے رہے پھر سجدے میں گئے تو ایک ہزار سال تک یوں خدائے عزّوجلّ کی ثناء کرتے رہے کہ: سُبْحَانَ الْعَلِیْمِ الَّذِیْ لَا یَجْہَلُ۔ "پاک ہے وہ اللہ جو علیم ساری کائنات کے ذرہ ذرہ کا جاننے والا ہے، کوئی چیز سے وہ مالک بے خبر نہیں ہے۔"

سُبْحَانَ الْعَلِیْمِ الَّذِیْ لَا یَعْجَلُ "پاک وہ ذات جو ... دار ہے

یعنی ٹھنڈے مزاج والا، کسی کام میں جلد بازی نہیں کرتا۔"

سُبْحَانَ الْجَوَّادِ الَّذِی لَا یَبْخَلُ۔ "پاک ہے وہ خدا جو جوّاد ہے یعنی بڑا ہی سخی ہے اور بخیل و کنجوس نہیں۔"

ہزار سال کے بعد پھر سرِ انور اٹھایا اور جلسہ کیا یعنی دو سجدوں کے درمیان آپ بیٹھے تو ایک ہزار سال پھر آپ جلسہ فرماتے رہے پھر دوسرا سجدہ کیا تو ایک ہزار سال دوسرے سجدے میں گذار دیئے، اسی طرح دوسری رکعت مکمل فرمائی پھر دائیں طرف سلام پھیرا تو ایک ہزار سال تک مشغول رہے پھر بائیں طرف سلام پھیرا تو ایک ہزار سال بائیں طرف لگا دیئے۔

جب کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر دو رکعت مکمل کرلیں تو اللہ پاک نے فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تُو نے میری عبادت کا حق ادا کر دیا ہے میں تیری یہ عبادت اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول کرلی ہے، پیارے دعا مانگ آج تُو جو بھی مانگے گا، میں خُدا تجھے عطا کرتا جاؤں گا۔ کملی والے نے سر بسجود ہو کر عرض کی کہ اے خالق کائنات مجھے تیرے بتانے سے پتہ چلا ہے کہ تُو مجھے اپنا نبی، اپنا پیغمبر اپنا رسول، اپنا محبوب بنا کر ایک قوم کے پاس بھیجے گا، یا اللہ بتقاضائے بشریت ان سے غلطیاں بھی ہوں گی تو مولا اس نماز کی برکت سے میری اُمت کی خطاؤں کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات ہے تو جا میں تیری امت کو قیامت کے دن معاف کر کے جنت عطا کردوں گا۔ اللہ اکبر

میرے دوستو! قربان ہو جاؤ اپنے مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر کہ سرکار نے ہماری بخشش کی ڈگری رب کریم سے اس وقت حاصل کرلی تھی جبکہ ہم تو کیا ہمارے بابا آدم علیہ السلام بھی وجود پاک میں تشریف نہیں لائے تھے۔ ان شاء اللہ قیامت میں ہر سُنّی بریلوی جھومتا ہُوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگاتا ہُوا

اور زبانِ حال سے یہ کہتا ہوا کیا؟ کہ ؎

مجھکو فکرِ شفاعت ہو کیوں کر | دو کریموں کا سایہ ہے مجھ پر
اِک طرف رحمتِ مصطفےٰ ہے | اِک طرف لطف ربّ جلی ہے
وہ سماں کیسا ذی شان ہو گا | جب خدا مصطفےٰ سے کہے گا
اب تو سجدے سے سر اٹھا لو | آپ کی ساری اُمّت بری ہے

یہ پڑھتے پڑھتے جنت میں چلے جائیں گے ــــــــــــ

قلم کی تحریر

جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کے نور پاک کو پیدا کیا تو حضور علیہ السلام کے نور کی برکت سے اللہ نے اپنا نوری قلم پیدا فرمایا اور پھر قلم کو حکم دیا کہ "اُکْتُبْ" لکھ قلم نے پوچھا اے کائنات کے والی کیا لکھوں۔ اللہ نے فرمایا کہ لکھو! ــــــــــــ

عِلْمِیْ فِیْ خَلْقِیْ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ "جو میں نے مخلوق پیدا کرنی ہے اسکے بارے میں میرا علم لکھ اور جو قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھ" ــــــــــــ قلم نے سوال کیا کہ یا اللہ ابتداء کہاں سے کروں، فرمایا ابتداء یوں کر:۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قلم نے اللہ تعالیٰ کا نام لکھا اللہ نے پھر فرمایا لکھو: اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا "میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں کوئی معبود نہیں کوئی عبادت کے لائق نہیں، کسی انسان کو سجدہ روا نہیں،" اللہ پاک نے پھر فرمایا لکھ عرض کی اب کیا لکھوں فرمایا اب لکھ ــــــــــــ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ــــــــــــ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

جب قلم نے کملی والے کا نام لکھنا چاہا تو سرکار کے نام کی ہیبت سے شق ہو گیا اور سات ہزار سال تک بیہوش پڑا رہا پھر جب ہوش آیا تو سات ہزار سال تک تھرتھراتا رہا پھر سجدے میں گر پڑا، سات ہزار سال کے بعد سر اٹھایا۔ اللہ پاک

اللہ پاک کا حکم ہوا اے قلم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کیوں نہیں لکھتا
قلم نے عرض کی ! اے ربّ العالمین کیا تیرے سوا بھی کوئی ہستی ایسی عظیم ہے جس کا
نام تیرے نام کے بعد تیرے نام کے ساتھ ملا کر لکھا جائے؟ اللہ پاک نے فرمایا قلم
ادب اختیار کر کیونکہ اگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں کائنات کی کوئی
بھی چیز پیدا نہ کرتا۔ اے قلم اگر میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ
نہ کرتا۔ قلم نے جب عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی تصویر دیکھی تو لکھنا شروع
کر دیا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہ لکھنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا۔ اب یہ لکھ
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ سلام ہو آپ پر یا اللہ کے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم ابھی یہ کلمہ، قلم نے لکھا ہی نہیں تھا کہ روح محمدی و نورِ محمدی صلی اللہ علیہ
وسلم میں سے آواز آئی کہ:۔

وَعَلَیْکَ السَّلَامُ اے قلم تجھ پر سلام ہو میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

ادھر خدا نے فرمایا:۔ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَعَلَیْکَ مِنِّیَ الرَّحْمَۃُ اَوْجَبْتُ لَکَ رَحْمَتِیْ وَلِمَنْ صَدَّقَ بِہٖ وَاٰمَنَ بِہٖ۔ "اے قلم تو نے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر
سلام بھیجا ہے تو سن تجھ پر بھی میری طرف سے
سلام ہو اور تجھ پر میری طرف سے رحمت ہو تو نے
سچ کہا اور تو امان میں آگئی اور تیرے لیے جنت
واجب ہو گئی۔ اللہ اللہ۔ میرے دوستو! ذرا خیال کرو، قلم نے مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایک مرتبہ اس وقت سلام بھیجا جب سرکار ظاہری طور پر، جسمانی طور پر اس زمین
پر تشریف نہیں لائے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ سلام پڑھنے پر قلم پر اپنی طرف سے
سلامتی کا پیغام بھیجا، رحمتوں کا نزول فرمایا۔ جنت کی خوشخبری سنائی، تو میرے بزرگو جو
مسلمان ہر محفل نعت کے بعد، ہر جمعہ کے اختتام پر ہر وعظ کے آخر پہ ہر تقریر کے اختتام
پہ جھوم جھوم کر مصطفےٰ علیہ السلام پر یوں سلام بھیجے اور درود و سلام کا نذرانہ پیش کرے کہ:۔

یا نبی سلام علیکَ — یا رسول سلام علیکَ
یا حبیب سلام علیک — صلوٰۃ اللہ علیکَ
بخت کا چمکے ستارا — حاضری کا ہوا شارا
دیکھ کر روضہ پیارا — پھر کہے خادم تمہارا
یا نبی سلام علیکَ — یا رسول سلام علیکَ
جاں کنی کے وقت آنا — چہرۂ انور دکھانا
کلمۂ طیبہ پڑھانا — اپنے دامن میں چھپانا
یا نبی سلام علیکَ — یا رسول سلام علیکَ

تو ایسے مسلمان پر کیوں نہ خدا کی سلامتی ہوگی، رحمتیں ہوں گی اور جنت کی صدائیں بلند ہوں گی۔ میاں یاد رکھو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا یہ اپنے لئے بہت بڑا خزانہ جمع کرنا ہے (مولود العروس ص۱۵، معارج النبوت اول ص ۳۴۴-۳۴۵، تذکرۃ الواعظین ص ۹۲-۹۳)

حضرات محترم! اس حدیث پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ پہلا مسئلہ تو یہ کہ اگر قلم بھی بنا تو کملی والے کے صدقے، اگر سرکار نہ ہوتے تو قلم تو کیا کائنات کی کوئی چیز نہ ہوتی۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا نور اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق حتیٰ کہ لوح وقلم سے بھی پہلے پیدا فرمایا۔ کیسے پیدا فرمایا؟ یہ آپ سن چکے ہیں مزید آیئے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے ہیں کہ حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کب بنے اور کیسے بنے، کس سے بنے؟۔

کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر یوں عرض کی

کہ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالٰے
خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نے ساری مخلوقات خدا سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا یہ سوال
سن کر تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) :۔
اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ " بیشک اللہ تعالٰی نے ساری مخلوق کو پیدا کرنے سے
نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ۔ پہلے تیرے نبی محمد کریم علیہ السلام کے نور کو اپنے نور سے
پیدا فرمایا —— اللہ اللہ! ۔ حضرات مَیں یہاں ایک ضروری بات عرض کر دوں
پھر آپ کو پوری حدیث شریف سناتا ہُوں ذرا توجہ فرما دیں۔ جب ہم انہی حضرات نور کے
منکرین کو یہ کہیں کہ اللہ تعالٰی نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اور سراپا نور علی نور بنایا
اور پھر اپنے نور سے بنایا تو منکرین نور بڑے چیں بچیں ہوتے ہیں، بڑے غصّے کے عالم
میں بڑی بے ادبی سے کہتے ہیں کہ تم سُنّی بھی عیسائیوں کی طرح نبی کریم علیہ السلام کو
نعوذ باللہ خدا کا جزء بناتے ہو اور تم میں اور عیسائیوں میں فرق یہ ہے کہ وہ عیسٰے علیہ السلام
کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں اور تم اس کا نور کے حصے بنا کر حضور علیہ السلام کو نور ثابت کرتے ہو۔
میرے دوستو! ذرا خیال کرو کہ ان لوگوں کی مت ماری ہوئی ہے۔ کیوں کہ اگر ہم حضور علیہ
السلام کو نور خدا کہتے یا سمجھتے ہیں تو یہ بات ہماری اپنی بنائی ہوئی تو نہیں بلکہ فرمان مصطفٰے
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر خدا کے نور سے کملی والے آقا
کا نور تسلیم کر لیا جائے تو کیا خرابی لازم آئے گی، تو یہ لوگ بر ملا کہہ دیتے ہیں کہ اس طرح
تو خدا کا نور ٹکڑے ہو گیا اور خدا کا نور جب کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا تو نعوذ باللہ
وہ کم ہو گیا —— استغفر اللہ!

ایک جٹ کا جواب

محترم سامعین یہ تو وہی بات ہوئی کہ ایک
گاؤں میں نور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر مولوی تقریر کرنے آیا تو اس نے دوران وعظ لوگوں
کے دلوں میں عظمت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو کم کرنے کے لئے بڑے ہیر پھیر سے لوگوں

کو یوں کہا کہ محترم سامعین مجھے بتایئے کہ روپے میں کتنے آنے ہوتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب سولہ آنے ۔ تو مولوی صاحب نے پھر سامعین سے پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ اگر روپے کے سولہ آنوں میں سے اگر کوئی آدمی چار آنے کسی کو دے دے تو اس کے پاس باقی کتنے آنے بچیں گے ۔ تو لوگوں نے کہا کہ مولوی جی بارہ آنے باقی رہ جائیں گے ۔ تو اب وہ مولوی صاحب پینترا بدل کر کہنے لگے کہ دیکھو اگر یہ مانا جائے کہ حضور علیہ السلام، اللہ پاک کے نور میں سے بنے ہیں تو بولو خدا کا نور بھی کم ہوگا کہ نہیں؟ حاضرین نے اس کے ہم مسلک لوگوں نے بڑی خوشی سے نعرہ مار کر کہا، کیوں نہیں ضرور اللہ کا نور کم ہو جائے گا۔ معاذ اللہ! جب مولوی صاحب نے لوگوں کے ایمانوں کو تباہ کر دیا تو حاضرین میں سے ایک سادہ سیدھا ان پڑھ جٹ اٹھا، تھا تو وہ دیہاتی، تھا تو وہ پینڈو لیکن جو بات اس نے کر دی وہ کمال کی تھی۔ اس نے مائیک کے قریب ہو کر کہا کہ مولوی جی اسطرح کی گپیں نہ مارو، اپنے اور لوگوں کے ایمانوں کا بیڑہ غرق نہ کرو۔ وہ مولوی کہنے لگا میاں دیہاتی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تو اس عاشق رسول جٹ نے کہا کہ مولوی جی ۔ اس گاؤں سے ایک میل دور کے فاصلے پر میرا ایک پانی کا کنواں ہے اور میں اس کنوئیں سے تیس ۳۰ سال سے اپنی زمینوں کو سیراب کر رہا ہوں اور دن رات پانی نکال رہا ہوں مگر اتنے طویل عرصے میں میرے کنوئیں سے ایک چلو پانی کم نہیں ہوا؟ تو کیا تو نے خدا کے نور کو میرے کنوئیں سے بھی کم سمجھ رکھا ہے جو ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بن جانے سے کم ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ! قربان جاؤں اس ان پڑھ عاشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کی دلیل پر۔ اب مولوی صاحب جی چپ ایک رنگ آئے اور ایک جائے، بیچارہ بڑا ذلیل ہو کر اس گاؤں سے نکلا۔ اس مقام پر علامہ الحاج صائم چشتی نے بڑا پیارا یہ چار مصرعی شعر فرمایا ہے۔ کہ ؎

ذاتی ویر نہیں نجدیاں نال میرا — ایویں کردا میں کسے دا ایکھ وی نہیں
کہندا اے کہ نہیں رب تے نبی تائیں — بلا شبہ نے دو، پر فرق وی نہیں

جھنوں نور محمدؐ نہیں نظر آؤندا — اوہدی نظر بھی نہیں تے اکھ بھی نہیں

منگتا صائم جو در رسولؐ دا نہیں — ملنا رب توں اسنوں ککھ بھی نہیں

بہر حال یہ تو تھی عقلی دلیل ۔ اب آیئے علمی رنگ میں ۔ میں آپ کو نورہٖ کا مطلب سمجھاتا ہوں تاکہ ذہنی خلش دور ہو جائے ۔ تو سنو ـــــــــ !

نورہٖ کی وضاحت

کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ کر

اے جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ پاک نے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا ۔ یہ نُورِہٖ کی ضمیر ہے ہٖ اس کا اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف یہ مضاعف ہے اللہ پاک کی طرف ، یہ لوٹ رہی ہے خدائے عزوجل کی طرف اور اللہ خدا تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا ۔ صفاتی نور سے نہیں بلکہ ذاتی نور سے اگر صفاتی نور سے پیدا فرمایا ہوتا ہے تو عبارت یوں ہوتی ۔ مِنْ نُوْرِ جَمَالِہٖ یا یوں ہوتا کہ مِنْ نُوْرِ عِلْمِہٖ کہ اللہ نے اپنے محبوب کا نور اپنے جمال سے یا اپنے علم سے پیدا فرمایا ۔ اچھا یہاں اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ السلام ، اللہ کے نور کے جزو ہیں یا ٹکڑے ہیں ۔ کیونکہ عربی میں یہ قاعدہ ہے کہ مضاعف اور مضاعف الیہ میں مغائرت ہو ، یعنی دونوں میں فرق ہو ۔ یہ جو نورہٖ کی ضمیر خدا کی طرف لوٹ رہی ہے یہ اضافت تشریفی ہے ، جیسے کہ ہم کہتے ہیں رُوحُ اللہ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام روح اللہ ہیں ۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ بَیْتُ اللہ خانہ کعبہ بیت اللہ ہے ۔ اب اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ عیسٰے علیہ السلام اللہ کی روح کے ٹکڑے ہیں اور خدا کی روح کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر حضرت عیسٰی علیہ السلام میں آگیا ، اسی طرح بیت اللہ ، اللہ کا گھر تو نعوذ باللہ یہ تو نہیں کہ خدا کے پتھر ٹکڑے جدا ہو کر بیت اللہ خانہ کعبہ میں جا لگے ۔

اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بنانے کا ارادہ فرمایا تو اُس نے فرشتوں سے فرمایا :-

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۔ (پارہ ۱۴ سورہ حجر آیت ۲۹)

"کہ جب میں آدم علیہ السلام کو ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو اسے سجدہ کرنا۔"

اب اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے جسم میں اپنی روح میں سے پھونکی تو کیا آدم علیہ السلام کے اندر اللہ کی روح کا ٹکڑا داخل ہو گیا تھا؟ ہرگز نہیں کیونکہ اللہ کی روح کے ٹکڑے ہونے سے پاک ہے۔ اس طرح نور بھی ٹکڑے ہونے سے پاک ہے، تو جس طرح اپنی روح سے پھونکا اسی طرح اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ نہ روح ٹکڑے ہوئی نہ نور ٹکڑے ہُوا۔ وہ اللہ کی روح ہیں، یہ اللہ کا نور ہیں۔ غرض اس حدیث سے ثابت ہُوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور پھر اسی نور سے تمام مخلوق پیدا ہوئی۔ سرکار خود فرماتے ہیں کہ:-

اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُّوْرِيْ ۔

"میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے

(مدارج النبوت دوم صفحہ ۶۱۰)

یعنی میرے ظہور کا سبب اللہ کا نور ہے، اور ساری مخلوق کے ظہور کا سبب میرا نور ہے، اللہ کا نور نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا اور میرا نور نہ ہوتا تو مخلوق نہ ہوتی۔ اس حدیث کو پڑھکر اعلیحضرت جھوم اٹھے اور فرمایا کہ :

وہ جو نہ تھے کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
ارے جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

محمد اعظم چشتی صاحب یوں بول اُٹھے

ذرّہ ذرّہ تِنکا تِنکا بھرپور حضورؐ دے نوروں
پتّہ پتّہ ڈالی ڈالی معمور حضورؐ دے نوروں
سُورج چن ستارے سارے پُرنور حضورؐ دے نوروں
اعظم کلُ ہنیرے جگدے ہوئے دُور حضورؐ دے نوروں

اچھّا صاحب اب آئیے اصل حدیث کی طرف کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے قبل تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا پھر وہ نورُ قدرت الٰہی سے جہاں چاہا دورہ کرتا رہا:۔

وَلَمْ یَکُنْ فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَّلَا قَلَمٌ وَّلَا جَنَّۃٌ وَّلَا نَارٌ وَّلَا مَلَکٌ وَّلَا سَمَآءٌ وَّلَا اَرْضٌ وَّلَا شَمْسٌ وَّلَا قَمَرٌ وَّلَا جِنِّیٌّ وَّلَا اِنْسِیٌّ۔	"اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم نہ دوزخ تھی نہ ہی جنّت، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا اور نہ ہی زمین نہ سورج تھا اور نہ ہی چاند تھا نہ کوئی جنّ تھا اور نہ کوئی انسان تھا۔

غرضیکہ کائنات کی کوئی چیز ابھی معرضِ وجود میں نہ آئی تھی۔ سُن اے جابر یا خدا کا نور تھا یا تیرے مصطفٰے کا (صلی اللہ علیہ وسلم) نور تھا۔ پھر جب اللہ تبارک وتعالےٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اسی نور کی شعاؤں سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا۔ قلم لوحِ محفوظ۔ عرش، حاملین عرش، کرسی، فرشتے، آسمان، زمین۔ جنّت، دوزخ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ عقل۔ علم۔ حلم۔ نبی۔ ولی، شہید۔ کرامت۔ سعادت زینت۔ رحمت۔ رافت۔ وقار۔ سکون۔ صبر۔ صدق۔ یقین یہ سب اور کائنات کی تمام اشیاء نورِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا فرمائے۔ مصنف، عبدالرزاق۔ زرقانی شریف حجۃ اللہ علی العالمین۔ مدارج النبوّت، انوار محمدیہ صے ۲۶/۲۷ مواھب لدنیہ، سیرت حلبیہ)۔ ایک شاعر اس حدیثِ پاک کا ترجمہ اپنی زبان

میں یوں پیش کرتا ہے کہ

نبی کے نور سے سب کچھ ہوا زیر و زبر پیدا
کہیں جن و بشر پیدا کہیں شمس و قمر پیدا
وجودِ سرورِ دیں سے وجودِ ملک ہستی ہے
محمدؐ سے ہوئے بحر و بر اور خشک و تر پیدا

میرے دوستو! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے آقا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تخلیق ہوئی جب کہ کائنات کی کوئی چیز نہیں تھی، ساری کائنات عرش فرش، زمین آسمان، فرشتے و غلمان، جن و انس جبرئیل میکائیل، اسرافیل، عزرائیل میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق سے ہزاروں سال بعد میں پیدا ہوئے۔ یہ تو ساری دنیا جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنی عبادت کے لیئے پیدا فرمایا پہلے اللہ پاک نے نوری فرشتوں کو پیدا فرمایا۔ اور ان تمام فرشتوں کی تخلیق سے بھی ہزاروں سال پہلے نوری فرشتوں کے پیشوا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ آپ اندازہ فرمائیں جبرئیل علیہ السلام کی کتنی عمر ہے۔

نوری تارا

ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل! عرض کی جی آقا۔ فرمایا ایک بات پوچھوں؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیئے! میرے آقا نے فرمایا کہ جبرئیل تو نے آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک خدا کا فرمان ہر نبی کے پاس پہنچایا۔ عرض کی جی بالکل۔ فرمایا آدم علیہ السلام سے قبل کا زمانہ بھی تو نے دیکھا۔ عرض کی جی بالکل! فرمایا پھر تو جبرئیل تمہاری عمر بڑی لمبی ہے، عرض کی آقا واقعی میری عمر بڑی طویل ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "سَائَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ" اے جبرئیل تمہاری عمر کتنی ہو گی؟

کَمْ عُمِّرْتَ مِنَ السِّنِیْنَ یعنی تم زندگی کی کتنی بہاریں دیکھ چکے ہو۔ زندگی کتنے سال گذار چکے ہو۔ جب کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے عمر پوچھی تو جبرئیل علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے۔ کملی والے نے فرمایا جبرئیل تم سوچنے کیا لگے۔ عرض کی آقا۔ آپ نے سوال ہی ایسا کیا ہے کہ آج جبرئیل کو بھی سوچنا پڑ گیا ہے۔ فرمایا سوچنا کیوں ہے؟ عرض کی آقا میری عمر ہی اتنی طویل ہے کہ اپنی عمر کا صحیح اندازہ ہی نہیں، سوچ رہا ہوں کہ آپ کو کتنی برس بتاؤں۔ سرکار نے فرمایا چلو اندازہ ہی بتا دو۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنی عمر کا اندازہ بتایا کہ:۔

قَالَ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ غَیْرَ اَنَّ کَوْکَبًا فِی الْحِجَابِ الرَّابِعِ یَظْھَرُ فِیْ کُلِّ سَبْعِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مَرَّۃً۔ رَاَیْتُہٗ اِثْنَیْنِ وَسَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃٍ۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور اے کملی والے آقا میں نے وہ تارا اپنی ان آنکھوں سے بہتر ہزار (۷۲) مرتبہ دیکھا ہے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کی یہ بات سنی تو میرے کریم آقا نے فرمایا کہ:۔ یَا جِبْرِیْلُ وَعِزَّۃِ رَبِّیْ اَنَا ذٰلِکَ الْکَوْکَبُ "اے جبرئیل مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم ہے کہ وہ ستارہ میں ہی تھا۔ اللہ اللہ

دوستانِ من! جب جبرئیل امین نے یہ بات میرے آقا کی سنی تو بڑا متعجب ہوا؟ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل۔ عرض کی جی آقا۔ فرمایا تعجب کیوں کرتے ہو؟ جبرئیل نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوچ رہا ہوں کہ وہ نوری ستارہ؟ اور آپ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل عرض کی جی آقا۔ میری طرف دیکھو! جبرئیل نے جناب مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو سرکار کا چہرہ پھول کی طرح مسکرا رہا تھا۔ اور سرکار نے اپنے

سرِ مبارک پر ایک عمامہ شریف باندھا ہوا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل جو ستارہ تم بہتر (۷۲) ہزار سال تک اللہ پاک کے نوری پردوں میں دیکھ رہے ہو اور اگر آج اس ستارے کو دیکھو تو پہچان لو گے؟ جبرئیل نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں؟ میرے آقا نے فرمایا پھر ادھر توجہ کرو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سرِ اقدس سے اپنا عمامہ شریف اٹھایا۔ تو جبرئیل کو وہ نوری تارا چمکتا ہوا نظر آیا۔ اللہ غنی۔ (تفسیر نعیمی پ ۱ صفحہ ۱۶۰، روح البیان پ ۱، سیرت حلبیہ، جواہر البحار، تاریخ کبیر)

قربان جاؤں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک دمک پر ایک شاعر نے کتنی اچھی بات فرمائی کہ ؎

محمد سِرِّ وحدت ہے رمز اسکی خدا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

ایک اور شاعر یوں عرض کرتا ہے کہ ؎

تخلیق میں پہلے نور ان کا آخر میں ہوا ہے ظہور ان کا
تکوینِ جہاں ہے ان کے لئے ختم ان پہ نبوت ہوتی ہے

آدم علیہ السلام کی تخلیق

میرے دوستو! جب اللہ پاک نے اس زمین پر نسلِ انسانی کو آباد کرنا چاہا تو ربِ کائنات نے فرشتوں سے فرمایا کہ اے میرے فرشتو! میں چاہتا ہوں کہ اس سرزمین میں اپنا ایک نائب ایک خلیفہ، ایک قائمقام پیدا فرماؤں پھر اس کی نسل چلے اور وہ میری یاد میں اپنی زندگیاں بسر کریں۔ تو فرشتوں نے عرض کی مولا کریم کیا ضرورت ہے خلیفہ پیدا کرنے کی۔ مولا ہم تیری عطا سے جانتے ہیں کہ تیرے خلیفے کی اولاد دُنیا میں جا کر خون ریزیاں کرے گی، فساد کرے گی، باقی رہی تیری حمد و ثنا تو اس کے لئے تو ہم جو حاضر ہیں۔ ہم تیری دن رات عبادت و تسبیح بیان کرتے ہیں اور

کرتے رہیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا :۔
قَالَ اِنِّی اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ "اے میرے فرشتو! جو کچھ میں رب ہو کر جانتا ہوں تم مخلوق ہو کر وہ نہیں جانتے۔" کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ میرے فرشتو! تمہاری نظر خون ریزی پر ہے فساد اور لڑائی جھگڑے کی طرف ہے، لیکن میری نظر بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لعل، عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دُرِّ یتیم، دُنیا کے لاڈلے جگ کے پیارے، غریبوں کے سہارے اپنے خدائے عزوجل کے دُلارے جناب سیّدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔

فرشتوں نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے عرض کی ٹھیک ہے مولا کریم بنا لے اپنا خلیفہ، بنا لے اپنا نائب، بنا لے اپنا قائمقام، بسا لے اپنی دُنیا، آباد کر لے اپنی زمین، ہمیں کوئی اعتراض نہیں، ہمیں کوئی شکوہ شکایت نہیں، مولا ہم تیری رضا میں راضی ہیں۔ ہم تو تیری خوشی میں خوش ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل۔ عرض کی جی ربِ جلیل۔ فرمایا زمین پر چلا جا زمین سے ہر قسم کی سیاہ وسفید، سرخ، کھاری مٹی نرم وخشک ایک مٹھی خاک اٹھا کے لاؤ! خالقِ کائنات کے حکم کے مطابق جبرئیل علیہ السّلام زمین پر تشریف لائے اور زمین سے مٹی اٹھانی چاہی تو زمین نے زبانِ حال سے کہا کہ جبرئیل کیا بات ہے میرے جسم کا حصّہ خدا کے خدا کے دربار میں کیوں لے جانے لگا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زمین اللہ پاک نے ارادہ فرمایا ہے کہ تیرے حصّے سے اپنا ایک خلیفہ انسان کی شکل میں بنائے پھر اس سے نسلِ انسانی بڑھائے جو نیک کام کرے اسے جنت عطا فرمائے جو اس کی نافرمانی کرے اُسے جہنم رسید کرے۔ زمین نے یہ سن کر کہا :۔

اَعُوْذُ بِعِزَّتِ الَّذِیْ اَرْسَلَکَ اَنْ تَاْخُذَ مِنِّیَ الْیَوْمَ شَیْئًا "میں پناہ مانگتی ہوں اُس رب العالمین کے قہر وغضب سے جس نے تجھے میرے پاس مٹی لینے

یَکُوْنُ مِنْہُ غَدًا فِی النَّارِ کیلئے بھیجا ہے کہ تم میرا کچھ حصہ اسلئے لیجاؤ کہ وہ کل قیامت کے دن آگ میں جلایا جائے۔،،

اے جبرئیل مجھ پر رحم کرو، میرے اندر اتنی طاقت نہیں کہ میں جہنم کی آگ میں جل سکوں جبرئیل تمہیں رب العالمین کی عزت و جلالت کی قسم میرے سے ہرگز مٹی نہ اٹھانا جب جبرئیل نے زمین کی یہ فریاد سُنی تو جبرئیل علیہ السلام کو زمین پر رحم آگیا۔ جبرئیل علیہ السلام خالی ہاتھ خدا کے دربار میں چلے گئے۔ اللہ پاک نے فرمایا جبرئیل کیا بات ہے تم نے میری بات پر عمل نہیں کیا۔ کیا مٹی نہیں لے کر آئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی مولا کریم میں کیا کرتا زمین نے تیری عزت کا واسطہ جب میرے سامنے پیش کیا تو مجھے حیا آگئی کہ میں اس سے اس کا حِصّہ جُدا کروں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میکائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ اے میکائیل تم جاؤ اور زمین سے ایک مٹھی خاک کی لے آؤ۔ جب میکائیل علیہ السلام زمین پر آئے تو زمین نے پھر وہی باتیں کہیں جو جبرئیل علیہ السلام سے کہی تھیں میکائیل علیہ السلام بھی واپس چلے گئے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا میکائیل تم بھی خالی ہاتھ آگئے تو میکائیل علیہ السلام نے بھی خُدا پاک کو وہی جواب دیا جو اس سے قبل جبرائیل علیہ السلام نے دیا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسرافیل علیہ السلام کو فرمایا تو وہ بھی اسی طرح خالی ہاتھ آگئے جیسے پہلے جبرئیل و میکائیل علیہم السلام آئے تھے

آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو فرمایا۔ عزرائیل عرض کی جی رب جلیل۔ فرمایا۔ تُو جا اور زمین سے ایک مُٹھی خاک کی لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے زمین سے مٹی اُٹھانے لگے تو مٹی رو کر فریاد کرنے لگی کہ عزرائیل علیہ سلام خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو اور میرے حصہ کو مجھ سے جُدا نہ کرو اور مجھے جہنم کی آگ کے حوالے نہ کرو۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین سے فرمایا کہ اے زمین رونے کی ضرورت نہیں خاموش ہوکر میری بات سنو۔ دیکھو تم کہتی ہو مجھ سے

مٹی نہ لے جاؤ، خدا فرماتا ہے مٹی لے آؤ۔ اب تو ہی بتا ہیں تیری مانوں یا خدا کی بات مانوں۔ اگر تیری مانوں تو خدا کا حکم پورا نہیں ہوگا اگر خدا حکم مانوں تو تو روتی ہے۔ لیکن اے زمین یاد رکھ میں تیری رونے کو تو برداشت کرسکتا ہوں لیکن خدا کے حکم کو ٹال کر میں نافرمانی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ یہ بات کرنے کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین سے ایک مٹھی خاک کی اُٹھائی اور خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اللہ پاک نے فرمایا۔ اے عزرائیل، عرض کی یا ربِّ جلیل۔ فرمایا جب تو زمین پر گیا۔ زمین نے تیرے سامنے میری عزت کی قسم دے کر رحم کی اپیل نہیں کی۔ عرض کی ربِّ جلیل کی ہے۔ فرمایا کیا تجھے زمین پر رحم نہ آیا؟

عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی مولا کریم تیرے احکام پر عمل کرنا، رحم سے زیادہ مقدم ہے اسلئے میں نے تیرے حکم پر عمل کیا ہے۔ اللہ پاک نے یہ بات سنی تو خوش ہو کر فرمایا کہ عزرائیل تم نے ہمارے حکم پر عمل کرکے ہمیں خوش کر دیا۔ آؤ اسکے بدلے ہم تمہیں ایک انعام عطا فرمائیں۔ ایک عظیم منصب عطا فرمائیں ایک اعلیٰ عہدہ عطا فرمائیں۔

عرض کی مولا کریم کون سا عہدہ، کون سا منصب! فرمایا آج سے تم ملک الموت یعنی روح قبض کرنے پر مقرر کئے جاتے ہو۔ جس طرح تم نے مٹی کو مٹی سے جدا کیا ہے اسی طرح تم مٹی کو مٹی سے بھی ملاتے جانا اور قیامت تک یہ منصب تیرے پاس رہے گا۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزرائیل یہ مٹی وہاں رکھو۔ عرض کی مولا کریم کہاں فرمایا جہاں میرا کعبہ موجود ہے۔ وہ مٹی وہاں رکھ دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا اس مٹی پر چالیس روز بارش برساؤ، انتالیس (۳۹) دن غم کے پانی کی اور ایک دن خوشی کے پانی کی یہی وجہ ہے کہ حضرت انسان کی زندگی میں غم زیادہ اور خوشیاں کم ہوتی ہیں پھر اس مٹی سے گارا سے اللہ پاک نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا پُتلہ مبارک اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ (معارج النبوت حصہ اول صں ۳۹۰ - ۳۹۶ تفسیر نعیمی پ ۱ ص ۲۵۳ شرح صدور ص ۴۵ تفریح الاولیاء فی احوال الانبیاء اول ص ۵۹ - ۶۰)

سرکار کی نبوّت

میرے دوستو! یاد رکھو جب سیّدنا آدم علیہ السلام مٹی اور جسم کے درمیان تھے ابھی آپ کے جسم پاک میں روح نہیں ڈالی تھی۔ ابھی بابا آدم علیہ السلام بولنے کے قابل نہیں تھے۔ اس وقت بھی تمہارے میرے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور آپ اپنی نگاہ نبوت سے یہ تمام منظر دیکھ رہے تھے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ آج سے پندرہ سو سال پہلے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے خود واضح فرما دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی نبوّت کے بارے پوچھا کہ

قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّۃُ

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے نبوت کب سے ثابت ہے یعنی آپ ختم نبوت کے مرکزی عہدے پر کب سے فائز ہیں۔ رسالت کا تاج اللہ پاک نے آپ کو کب سے پہنایا ہے: تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

" فرمایا میں اس وقت بھی اللہ کا نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے"

یعنی ابھی آدم علیہ السلام کے جسم میں روح نہیں پھونکی گئی تھی ہم اس وقت بھی نبی تھے۔ میرے محترم سامعین کرام اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حضور علیہ السلام اللہ عزوجل کے علم کے نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ہم نبی ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت جانتا تھا۔ پھر اس میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت رہی، بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام کی نبوّت کا اعلان اس وقت ہو چکا تھا، فرشتے حضور علیہ السلام پر کروڑوں سال سے درود پڑھ رہے تھے۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳ خصائص کبریٰ جلد ۱ ص۳)

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی آیا اور اُس نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سوال کیا ؟

قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ مَتٰی اُسْتُنْبِئْتَ ؟

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کو کب سے نبی بنایا گیا ہے مجھے اسکے بارے میں بتائیے ؟

قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ حِیْنَ اُخِذَ مِنِّی الْمِیْثَاقُ

" کملی والے نے فرمایا ، ابھی آدم علیہ السلام رُوح اور جسد کے درمیانی مرحلے میں تھے جب مجھ سے نبوت کا حلف لے لیا گیا ۔ (رواہ ابن سعد من روایۃ جابر الجعفی بحوالہ قسطلانی ۔ خصائص الکبریٰ اول صـ۱۲ ، مواہب لدنیہ اول صـ۹۲ ۔ انوار محمدیہ صـ۲۳)

حضرت علامہ عبد الرحمٰن ابنِ جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے المیلاد النبیّ صـ۲۲ پر یہ حدیث لکھی ۔ میرے دوستو حدیث سُننے سے پہلے یہ بھی سُن لو یہ محدث جوزی کوئی معمولی قسم کے محدث نہیں تھے بلکہ ڈھائی (۲½) سو کتابوں کے مصنف دو لاکھ انسانوں کو مسلمان کرنے والے اور تمام علمائے کرام کے نزدیک ایک متفقہ محدث تھے ۔ حضرت ابن جوزی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اے میرے صحابیو !

اَنَا اَوَّلُ مَنْ جَاءَ فِیْ وُجُوْدِ الْعَالَمِ وَلَا مَاءَ وَلَا طِیْنَ وَلَا جِسْمَ وَلَا اٰدَمَ ۔

" میں ہی سب سے پہلے عالم وجود میں آیا اس وقت نہ پانی تھا نہ مٹی ، نہ جسم تھا اور نہ ہی آدم علیہ السلام تھے ۔ "

کملی والے کے صحابہ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ بتلائیے کہ سب سے پہلے کون سا وجود پیدا کیا گیا تو کملی والے آقا نے فرمایا :۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ جَمِیْعَ الْکَائِنَاتِ ۔

" میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا اور میرے نور سے پھر ساری کائنات کو پیدا فرمایا ۔ (المیلاد صـ۲۳-۲۴)

اللہ اللہ! اس مقام پر ایک شاعر اس حدیث پاک کا ترجمہ عرض کرتے ہوئے یوں فرماتا ہے کہ ؎

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے
کوئی پیدا نہ ہوتا عالم ایجاد میں سرور
نہ ہوتے سرزمین پر سرورِ عالم اگر پیدا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنَا اَوَّلُ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ۔

"میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلے ہوں اور بعثت یعنی بھیجے جانے میں سب سے پچھلا نبی ہوں"

(خصائص الکبریٰ ۲ ص ۱)

اس حدیث سے اور پچھلی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سب سے پہلے نبی بھی آپ ہیں اور سب سے پچھلے نبی بھی آپ ہی ہیں، یعنی صفتِ نبوت کی ابتدا بھی آپ سے ہوئی اور انتہا بھی آپ کی ہی ذاتِ بابرکات پر ہوئی۔ نہ آپ سے پہلے کوئی نبی تھا اور نہ بعد میں کوئی نبی ہو گا۔

بشریت کا مسئلہ

حضرات یہاں ایک بات اور عرض کرتا چلوں کہ ان احادیث مبارکہ پر غور کرنے سے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریتِ مطہرہ کا مسئلہ بھی بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ وہ کیسے؟ تو دیکھئے سب مسلمان جانتے ہیں کہ بشریت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی بشر نہیں تھا۔ مگر آپ سن چکے ہیں کہ کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتا ہے کہ میں آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تھا۔ اور کہاں تھا یہ بھی آپ سن چکے

ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نور تھا، پھر کملی والے کا نور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد بشریت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جلوہ گر ہوا، بلاشبہ آپ بھی بشر ہیں مگر آپ کی بشریت مطہرہ بے مثل اور بشریت کے ہر عیب اور نقص سے پاک اور مبرا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ — "جاننا چاہیئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش دوسرے عام انسانوں کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے تمام افراد میں سے کوئی فرد بھی پیدائش میں ان سے کسی طرح مناسبت نہیں رکھتا کہ او صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاءِ عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ است کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خُلقتُ مِن نورِ اللہ۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاءِ عنصری کے اللہ عزوجل کے نور سے پیدا ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔

(مکتوبات شریف جلد سوم)

اس مقام پر ایک بزرگ ولیِ کامل فنا فی الرسول حضرت مولانا محمد یار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند اشعار سننے کے قابل ہیں، فرماتے ہیں ؎

لباس آدمی پہنا جہاں نے آدمی جانا
مزمل بن کے آئے ہیں طٰہٰ بنکے نکل گئے

یہ تو اردو زبان تھی اب ان کی مادری زبان سرائیکی میں سنیئے، فرماتے ہیں۔

ایتھاں خود عبد سڈ ویندے — اُدتھا حق نال مِل ویندے
دماغیں کوں چکر دیندے ہے — اُلٹی چال کیا پھدیں
محمد مصطفےٰ راز خدا دی — توں ایہہ گال کیا پھدیں

ہے حاضر ہر مکان اندر تے ناظر ہر زمان اندر
مکان و لامکان اندر ہر نال کیا پچھدیں
محمد مصطفٰے راز خدا دی گال کیا پچھدیں
تھیا حق نال اک حق دی حقیقت حال کیا پچھدیں
خلقت کوں جیدی گول ہے اوہ ہر دم فرید دے کول ہے
مکان و لامکان اندر ہے ہر نال کیا پچھدیں
ایہہ دل ازلوں ہے دیوانی شراب حُب دی مستانی
محمد یار وچہ فانی وڈے جنجال کیا پچھدیں

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ڈھانچے کو اپنے مبارک ہاتھوں سے تیار کیا۔ آدم علیہ السلام کا پُتلہ جب تیار ہو گیا تو رُوح پھونکنے سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پُشت میں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک رکھا۔ نور تو رکھا پُشت لیکن اس کی شعائیں پیشانیِ آدم علیہ السلام سے چمکارے مارنے لگیں۔ چنانچہ حضرت علامہ امام محمد بن عبد الباقی المعروف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:—

وَفِی الْخَبَرِ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی اٰدَمَ جَعَلَ اَوْدَعَ ذٰلِكَ النُّوْرَ نُوْرَ الْمُصْطَفٰی فِیْ ظَهْرِهٖ فَكَانَ لِشِدَّتِهٖ یَلْمَعُ فِیْ جَبِیْنِهٖ

حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں رکھدیا تو نور ایسا شدید چمک دینے والا تھا کہ باوجود پشتِ آدم میں ہونے کے وہ پیشانی سے چمکتا تھا،

(زرقانی علی المواہب جلد ۱ ص ۴۹، مواہب لدنیہ ۱/۱۰)

اب جبکہ آدم علیہ السلام کا پُتلہ مبارک تیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے جسم میں اپنی رُوح مبارک پھونکی، رُوح مبارک کا آنا تھا کہ آدم علیہ السلام میں جان آگئی، تمام جسم حرکت کرنے لگا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری تخلیق کے پہلے شاہکار اے میرے خلیفے، اے میرے قائمقام تیرا نام ہے۔ آدم علیہ السلام! اور تیری کُنیت ہے ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تجھ سے میں قیامت تک تیری نسل چلاؤں گا۔ آدم علیہ السلام نے جب خدائے عزّ وجلّ کی یہ باتیں سُنیں تو عرض کی یا مولا کریم ٹھیک ہے کہ میں نسلِ انسانی کا باپ بھی بنوں گا۔ میں تیرا خلیفہ بھی بنوں گا۔ میں تیرا قائمقام بھی بنوں گا اور میرا نام آدم علیہ السلام بھی ٹھیک ہے۔ لیکن یا اللہ پاک میری کُنیت ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رکھی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم علیہ السلام! اس حقیقت کو جاننا چاہتے ہو؟ تو اپنا سر اوپر اٹھاؤ:۔

فَرَفَعَ رَاسَهٗ فَرَاٰی نُوْرَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ سُرَادِقِ الْعَرْشِ۔

تو آدم علیہ السلام نے اپنا سر انور اوپر اٹھایا تو ان کو عرش کے پایوں پر نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نظر آیا۔

فَقَالَ یَا رَبِّ مَا هٰذَا النُّوْرُ۔

تو آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب یہ نور کیا ہے، کس کا ہے؟

قَالَ هٰذَا نُوْرُ نَبِیٍّ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ اِسْمُهٗ فِی السَّمَآءِ اَحْمَدُ وَفِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَآءً وَّلَا اَرْضًا

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جسکا نام آسمانوں میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا نہ آسمانوں کو اور نہ زمینوں کو پیدا کرتا۔ اللہ غنی۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۴/۱، انوار محمدیہ ص ۲۶۔ مواہب لدنیہ جلد ۱ ص ۹)

معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام بعد میں پیدا ہوئے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پہلے ہی چمکارے مار رہا تھا۔ جناب محمد اعظم چشتی صاحب نے اس مقام بڑے اچھے انداز میں یہ رباعی پیش فرمائی کہ ؎

نور نبی دا اس ویلے دا جدوں زمین آسمان وی نہیں سی
لوح محفوظ نہ عرش نہ کرسی اجے کون و مکان وی نہیں سی
نہ سورج نہ چن نہ تارے اتے آن زمان وی نہیں سی
اعظمؔ آدم حوا والا تے اجے نام نشان وی نہیں سی

ایک اور شاعر نے یوں عرض کیا ہے! ؎

بس احد سی یا احمد سی اے کل پسارا کل بنیا
یاراں دیاں گلاں یار جانن آدم تے پیارا کل بنیا
نور محمد روشن آہا آدم جدوں نہ ہویا!
اول آخر دوہویں پاسے اوہو مل کھلویا
کرسی، عرش نہ لوح قلم سی نہ سورج چن تارے
اودوں دی نور محمد والا دیندا سی چمکارے
سبھے نور اوسدے نوروں اسدا نور حضوروں
اس نوں تخت عرش دا ملیا تے موسیٰ نوں کوہ طوروں

ھاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پاک میں رکھا تو پھر کیا ہوا علامہ ابوالحسن احمد البکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب الانوار و مصباح السرور والافکار میں یوں فرماتے ہیں کہ :۔

لَمَّا خَلَقَ آدَمَ اَوْدَعَ ذَالِكَ النُّوْرَ فِیْ صُلْبِهٖ فَسَمِعَ فِیْ ظَهْرِهٖ نَشِیْشاً كَنَشِیْشِ الطَّیْرِ۔

" جب اللہ عزّوجلّ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نورِ محمدّی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پشت مبارک (یعنی آدم علیہ السلام) میں بطور ودیعت کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے

اپنی پشت مبارک میں پرندوں کے چہچہانے کے مثل آواز سُنی تو حضرت آدم علیہ السلام نے ربّ کائنات کی بارگاہِ لم یزل میں عرض کی کہ اے خالقِ جنّ وبشر یہ میری پُشت میں چہچہانے کی آواز کیسی ہے؟ —— تو اللہ عزّوجلّ نے فرمایا کہ :—

هٰذَا تَسْبِیْحُ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْ اُخْرِجُهٗ مِنْ ظَهْرِكَ وَاُوْدِعُهٗ فِی الْاَصْلَابِ الطَّاهِرَةِ وَالْاَحْشَاءِ الطَّاهِرَةِ۔

" اے آدم علیہ السلام یہ اس آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح کی آواز مبارک ہے جو تمہاری پُشت مبارک سے ظاہر ہوگا اور مَیں اسے پاک پُشتوں اور پاک رحموں میں بطور امانت رکھونگا ،،

سُبحان اللہ! (بیان میلاد النبی صـ۲۰ ، معارج النبوت اوّل صـ۲۴۵)

حضرت آدم علیہ السلام جب چلتے تو اللہ تعالےٰ کے نوری فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کی پُشت مبارک کو دیکھ کر کہتے سُبحان اللہ! سُبحان اللہ۔ یہ مَیں نہیں کہتا بلکہ حضرت علامہ امام محمد بن عبد الباقی المعروف علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف زرقانی شریف جلد اول صـ۱۱۱-۱۱۲ میں فرماتے ہیں :—

ثُمَّ اَسْكَنَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ فِیْ ظَهْرِ آدَمَ فَصَارَتِ الْمَلَائِكَةُ تَقِفُ خَلْفَهٗ صُفُوْفاً یَنْظُرُوْنَ اِلٰی ذٰلِكَ النُّوْرِ

" پھر نورِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پُشت مبارک میں رکھا گیا تو فرشتے ان کے پیچھے صفیں باندھکر اس نورِ پاک کو دیکھنے لگتے۔ حضرت آدم

علیہ السلام عرض کرتے مولا کریم یہ فرشتے میرے پیچھے پیچھے کیوں پھرتے ہیں اور ک
نظارا کرتے ہیں تو اللہ پاک نے فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام یہ تیرے پیچھے اسلئے پھر
ہیں کہ تیری پشت میں میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اور جب یہ نور محمد
اللہ علیہ وسلم کا نظارا کرتے ہیں تو یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو دیکھ کر میری پاک
بیان کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے خالقِ دوجہاں اس نور مقد
میری پیشانی میں رکھدے تاکہ فرشتے میرے آگے کھڑے ہوں۔ اللہ پاک نے اپنے مح
کریم کے نور کو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھدیا تو وہ پیشانی میں آفتاب کی طرح
چمکارے مارنے لگا۔ اب وہی فرشتے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے آگے صفیں
کر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی زیارت کرتے اور اللہ پاک کے نام کی پاک
کرتے۔ فرشتوں کی حالتِ چاہت زیارت کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام کے
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک کو دیکھنے کی تمنّا پیدا ہوئی۔ اب
آدم علیہ السلام نے دوبارہ اللہ پاک سے عرض کی۔ کہ اے خالقِ کائنات! فر
کیا بات ہے آدم علیہ السلام۔ عرض کی مولا کریم اس اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ
کے نورِ پاک کو کسی ایسی جگہ منتقل فرمادے تاکہ میں بھی تیرے اس محبوب کی نور
کی زیارت سے مشرف ہو سکوں۔

اللہ پاک نے سیدنا آدم علیہ السلام کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں انگوٹھے میں ظاہر
جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
انوار و تجلّیات کا نظارا کیا تو محبّت سے اپنے انگوٹھوں کو چوم لیا۔ اور پھر ان کو اپنی
آنکھوں سے لگایا اور فرمایا کہ: ـــــ " یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ
قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیک وسلم — تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کو دم

علیہ السلام جب کملی والے کے انوار کا دیدار کرتے تو کہتے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، آپ ظاہر میں میرے بیٹے ہیں لیکن حقیقت میرے باپ ہیں۔ ایک شاعر اس کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں اور شاعر بھی امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی ؎

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میری نخل
یہ صدا ان کی یاد میں ابوالبشر کی ہے

اور جناب عبدالستار نیازی صاحب یوں فرماتے ہیں ؎

نام محمد کتنا میٹھا میٹھا لگتا ہے
پیارے نبی کا ذکر بھی ہم کو پیارا لگتا ہے
یاد نبی کا گلشن مہکا مہکا لگتا ہے
محفل میں موجود ہیں آقا ایسا لگتا ہے

انگوٹھے چومیئے

حضرات محترم! اس روایت سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کے نام پاک کو سن کر یا دیکھ کر اپنے انگوٹھے چوم لینا یہ ہمارے والد ماجد سیدنا آدم علیہ السلام کی سنت عظیمہ ہے۔ نیک اور صالح اولاد ہمیشہ اپنے والدین کی نیک خصلتوں کو حتی المقدور برقرار رکھتے ہوئے ان کو زندہ رکھتی ہے ۔۔۔ ہاں جو نافرمان اور نالائق اولاد ہو وہ اپنے والدین کی نیک باتوں سے کتراتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے جتنی بھی آدم علیہ السلام کی مومن اولاد ہے، ان میں سے کتنی نفری اس عظیم سنت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ سامعین کرام! آپ سروے کر کے دیکھ لیں۔ انشاء اللہ دنیا میں جہاں کہیں بھی اہلسنت وجماعت کے علماء ومشائخ صوفیاء اور عوام ہوں گے وہ اس سنت پر ضرور عمل کر کے اپنے والد گرامی کی روح کو

خوش کرتے ہوں گے لیکن دوسری طرف جو اہلسنّت کے مخالفین ہیں وہ نہ اس پر خود عمل کرتے ہیں اور نہ لوگوں کو اس سنت پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں بلکہ وہ اس سنت کو مٹانے کے درپے ہیں اور کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ انگوٹھے چومنا بدعت ہے ناجائز ہے۔ دین میں زیادتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ پوچھا جائے کہ یہ انگوٹھے چومنا کیوں بدعت ہے تو جواب ملتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو تو کملی والے کا نور اور نام نظر آیا تھا تو انہوں نے انگوٹھے چومے تھے، کیا آپ کو بھی ان کا نور نظر آتا ہے؟۔

میرے دوستو! یاد رکھو انبیاء کرام علیہم السلام اور مقدس ہستیوں کے افعال اور انکی سنّت کو دیکھا جاتا ہے، علل اور اسباب کو نہیں دیکھا جاتا۔ سبب نظر آئے یا نہ آئے بس یہ دیکھیئے کہ اللہ والوں نے یہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام جب اللہ تعالےٰ کے حکم پر اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ کی طرف ذبح کرنے کیلئے لیجا رہے تھے تو تین جگہ شیطان نے آپ کا راستہ روکا تاکہ آپ کو اللہ تعالےٰ کے حکم پر اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے روکا جائے اور آپ حکم کی تعمیل سے باز رہیں تو آپ نے شیطان کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیئے تینوں جگہ پر کنکریاں ماریں۔ یہ کام سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آج سے ہزاروں سال پہلے کیا تھا لیکن آجتک ہر مسلمان جب بھی حج کرنے جاتا ہے تو اُس اُس مقام پر جہاں جہاں خلیل اللہ علیہ السلام نے کنکریاں ماری تھیں، وہاں پر کنکریاں مارتا ہے۔ یا اللہ یہ کام تو تیرے ایک خلیل اللہ علیہ السلام نے آج سے کئی ہزار سال پہلے کیا تھا اور وہ بھی ایک خاص مقصد کے لیئے۔ اے ربّ کائنات اگر آج ہم کنکریاں نہ ماریں تو کیا حرج ہوگا۔ آواز آتی ہے۔ اے میرے بندو! جب تک تم میرے یار کی طرح کنکریاں نہیں مارو گے تو میں خدا تمہارا حج ہی قبول نہیں کروں گا۔ معلوم ہُوا یہ فعل کرنا ہر حاجی پر لازمی ہے۔

اچھا صاحب ایک اور مثال سُنیئے۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف سے

اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مکہ شریف تشریف لے گئے تو صحابہ کرام کچھ کمزور نظر آ رہے تھے۔ کفارِ مکہ اور مشرکین مکہ نے کملی والے کے غلاموں کو طعنہ دیا کہ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے کیا طواف کرنا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے ساتھیو! صحابہ کرام نے عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ کعبہ شریف کے ارد گرد پہلے تین چکر دوڑ کر لگاؤ اور پھر چار چکر پہلوانوں کی طرح ٹہل ٹہل کر لگاؤ تاکہ مشرکین مکہ کو تمہاری طاقت و قوت کا اندازہ ہو جائے۔ اور تم پر ہونے والے اعتراض کا جواب بھی خود بخود مل جائے ــــ چنانچہ صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا ــــ لیکن میرے دوستو! اب تک ہر حاجی جب حج کے لئے جاتا ہے، عمرے والا، عمرے پر جاتا ہے تو اسی طرح طواف کرتا ہے جس طرح آج سے پندرہ سو سال پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے کیا تھا ــــ یا اللہ اب تیرے کعبہ میں کافر نہیں، مشرک نہیں، منافق نہیں، بے ایمان نہیں، بلکہ سارے مسلمان ہیں، مومن ہیں، ایماندار ہیں، کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام پھر کیا ضرورت ہے دوڑنے کی ٹہل ٹہل کر چلنے کی۔ یا اللہ ایسے ہی چکر لگا لیتے ہیں۔ غیب سے آواز آتی ہے اے حاجیو! اے میرے گھر کا طواف کرنے والو، اے عمرہ کرنے والو جب تک تم میرے یار کی طرح اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرح مجھے دوڑ دوڑ کر اور ٹہل ٹہل کر نہیں دکھاؤ گے ربِّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم میں تمہارا حج، تمہارا طواف، تمہارا عمرہ ہی قبول نہیں کروں گا۔ اللہ! اللہ!۔

سامعینِ کرام معلوم ہوا، سبب ہو نہ ہو، شرط یہ ہے کہ اللہ والوں کی نقل کرتے جاؤ انشاء اللہ خدائے ذوالجلال خود کرم کرتا جائے گا۔ اسی طرح نور نظر آئے یا نہ آئے سوہنے کملی والے کا نام آ جائے عاشق اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگاتا

جائے اللہ رحمتیں نازل فرماتا جائے گا۔ اور یہ بات یاد رکھو یہ مصطفٰے اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیں نظر نہیں آتا تو یہ ہماری تمہاری نظروں کا قصور ہے۔ لیکن آدم علیہ السلام کی سنّت تو ثابت ہو گئی اور وہ لوگ جن کی نگاہوں سے پردے اُٹھ چکے ہوتے ہیں انہیں ہر وقت مصطفٰے اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے رہتے ہیں، خود ہی جلوے دکھا بھی دیتے ہیں۔

شاہ توکّل ابنالوی

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرت شاہ توکّل ابنالوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہندوستان کے مشہور بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں، بڑے باکرامت بزرگ تھے۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ آپ اُمّی تھے یعنی بالکل ان پڑھ کسی مدرسے، کسی سکول، کسی دینی ادارے سے آپ نے تعلیم وغیرہ حاصل نہیں کی تھی لیکن آپ کو اللہ عزّ وجلّ نے علم لدُنّی سے نوازا تھا۔ علم لدُنّی وہ علم ہوتا ہے جو اللہ پاک بغیر کسی استاد کے اپنے کامل بندے کو عطا فرما دے آپ کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مرید تھے۔ ہر وقت آپ کے آستانے پر مریدوں کا مجمع لگا رہتا تھا اور خدائے عزّ وجلّ کی حمد و ثناء اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات وارشادات سُنے اور سُنائے جاتے۔ دُور دُور تک آپ کی شہرت تھی، دیوبند سے ایک مولوی صاحب فارغ ہوئے، دینی تعلیم حاصل کر کے جب اپنے گھر واپس پہنچے تو شاہ توکّل شاہ ابنالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرت سُنی تو دل میں خیال آیا کہ چلو ابنالہ میں اس پیر کو دیکھیں جس کی شہرت کے اتنے چرچے ہو رہے ہیں۔ کیسا ہے، کیا کرتا ہے، کیا دیتا ہے؟ مولوی محبُوب عالم صاحب دیوبندی۔ شاہ صاحب کی زیارت کے لیئے ابنالہ آئے، دوپہر کا ٹائم تھا۔ شاہ صاحب نے بڑی محبّت سے مولوی محبُوب عالم صاحب کو اپنے پاس بٹھایا۔ پوچھا کہ مولوی جی کہاں سے آئے ہیں؟ مولوی جی نے اپنا پتہ ٹکانہ بتایا۔

شاہ صاحب نے فرمایا! مولوی صاحب! آجکل کیا کرتے ہیں، عرض کی حضور ابھی ابھی
علمِ دین پڑھکر فراغت ہوئی ہے۔ فرمایا کہ کہاں دینی تعلیم حاصل کی ہے۔ عرض کی کہ مدرسہ
دیوبند سے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ ابھی واپس جاؤ گے یا رات یہاں قیام کرو گے۔ عرض
کی حضور بس دیدار کرنا تھا سو وہ کر لیا اب اجازت دیجئے! تو بہتر ہے۔ فرمایا کھانے کا
ٹائم ہے کھانا تو کھا لو۔ عرض کی حضور جیسے آپ کی مرضی شاہ صاحب قبلہ نے اپنے ایک
مُرید کو فرمایا کہ جاؤ لنگر سے مولوی صاحب کے لیئے کچھ روٹیاں اور سالن لے آؤ۔ مُرید
گیا چند روٹیاں اور سالن جو بچا تھا لے آیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا اچھا مولوی جی
کھا لو۔ مولوی صاحب نے جب کھانا شروع کیا۔ شاہ صاحب کے لنگر کی دال جب
مولوی صاحب کے جسم کے اندر گئی تو دل کی دُنیا ہی بدل گئی۔ جوں جوں لُقمے اندر
جارہے تھے ایک خوشی اور مسرّت کا دریا ٹھاٹھیں مار کر دل میں موجیں مارنے لگا۔
مولوی صاحب نے روٹی کھائی، اجازت مانگی۔ فرمایا ٹھیک ہے مولوی صاحب اللہ کے
حوالے۔ مولوی صاحب جب چلے تو آدھے راستے پر پہنچ کر آگے گھر جانے کو دل نہیں کرتا
اور قدم اور دل پھر شاہ صاحب کی طرف آنے کیلئے بے تاب ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب
دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر شام سے پہلے پھر انبالہ شاہ توکل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کی خدمت میں پہنچ گئے۔ شاہ صاحب نے جب مولوی محبوب عالم کو دیکھا تو فرمایا مولوی
جی گھر نہیں گئے۔ عرض کی حضور آپ نے گھر کا چھوڑا کب ہے۔ اب بس اپنا مُرید بنا لیجئے
اور یہیں رہنے کیلئے قدموں میں جگہ دے دیجئے۔ شاہ توکل رحمۃ اللہ علیہ نے مُرید
کر لیا اور فرمایا مولوی صاحب، عرض کی جی حضور فرمایا دیکھو ماشاء اللہ تم عالمِ دین ہو
دل کرتا ہے کہ تم یہاں اپنا ایک مدرسہ بنا لو لڑکوں کو دینی تعلیم اور درسِ حدیث دیا کرو
عرض کی جیسی حضور کی مرضی۔ لو میاں انبالہ میں ایک مدرسہ بن گیا۔ مولوی محبوب عالم
لڑکوں کو درسِ حدیث پڑھاتے۔ پیر صاحب پاس بیٹھ جاتے، تسبیح ہاتھ میں ہے

زبان پر درود و سلام کے ترانے ہوتے - ایک مرتبہ مولوی محبوب عالم لڑکوں کو درس حدیث پڑھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کہ نبی کریم علیہ السلام نے یہ بات یوں فرمائی - حضرت شاہ توکل انبالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث کملی والے کی نہیں ہے لیکن مولوی محبوب عالم صاحب نے کہا کہ حضور نہیں یہ حدیث ایسے ہی ہے - شاہ صاحب نے فرمایا کہ نہیں ایسے نہیں ہے - مولوی صاحب نے کہا کہ حضور یہ ایسے ہی ہے کیونکہ میں حدیث کو دیکھ کر پڑھا رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں تو شاہ صاحب جلال میں آ گئے - فرمایا مولوی جی تم حدیث کو دیکھ رہے ہو لیکن میں یہاں ہندوستان میں بیٹھے بیٹھے حدیث والے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں - مولوی جی یقین نہیں آتا تو دیکھ : ـــــــ

اُنْظُرْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَائِمٌ عَلٰی رَأْسِكَ -	"تیرے سر کے پاس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے اور فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث میری نہیں ہے - "

جونہی مولوی محبوب عالم نے نگاہ اٹھائی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو گئی اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں محبوبؔ عالم یہ حدیث واقعی میری نہیں ہے ـــــ اللہ اکبر - (تذکرہ محبوب)

اس مقام پر جناب محمد علی ظہوری قصوری نے بڑے اچھے دو اشعار فرمائے ہیں -

ے ـــــ اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو خدا سے ملا دیتے ہیں
بندہ بننا ہے خدا کا تو گدا بن اُن کا
جو فقیروں کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں

محترم سامعینِ کرام ! معلوم ہوا کہ اگر کملی والے کا نور ہمیں نظر نہیں آتا تو یہ

آنکھوں کا قصور ہے ۔ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہے تو پہلے وہ آنکھ پیدا کرو جن سے تم حضور علیہ السلام کا نور دیکھ سکو ۔ بہر حال نام پاک چوم لینے سے ہمارے جدِ امجد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی سُنّت تو ادا ہو جائے گی ۔ ویسے آپ نے کبھی یہ بھی خیال فرمایا ہے کہ ہمارے پیارے ربّ العالمین نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کتنا پیارا اور کتنا حسین رکھا ہے ۔ خدا کی قسم حضور علیہ السلام کے نام میں اس قدر چاشنی ہے، اتنی مٹھاس ہے، اتنا سرور ہے، اتنی محبت ہے کہ نامِ پاک کے آتے ہی عاشق کے انگوٹھے ہونٹوں کے قریب چلے جاتے ہیں اور پھر دونوں ہونٹ انگوٹھوں کو پیار بھرے انداز میں چوم لیتے ہیں اور پھر یہی انگوٹھے دونوں آنکھوں کے قریب جا کر آنکھوں کو مَس کرتے ہیں اور ادھر لبوں پر یہ الفاظ بے اختیار نکلتے ہیں کہ :-

قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمْ ۔ " یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپکا نام مبارک اور آپ میری آنکھ کی ٹھنڈک ہیں ۔ "

جناب عبد الستار نیازی فیصل آبادی صاحب نے بڑا اچھا یہ شعر چار مصرعوں والا فرمایا کہ ؎

عاشق چُم اکھیاں نال لاندے تے محبُوب دے سوہنے ناں نوُں
جتھے لگے قدم نبی دے نوری چُمدے نے اس تھاں نوُں
نبی ولی سب لبھدے پھردے اوہدی گلی پاک دی چھاں نوُں
لکھ لکھ ہون سلام نیازی سوہنے پاک نبی دے ماں نوُں

انگوٹھے چُومنے کے دلائل

دیکھو میرے دوستو جو حضرات انگوٹھے چومنے کے قائل ہیں وہ اس بات کو سُنکر مان جائیں گے ۔ ہاں صاحب واقعی آپ درست کہتے ہیں ۔ انگوٹھے چُومنا یہ ہمارے جدِّ اعلیٰ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی سُنّت ہے اور عاشقانِ

جائے اللہ رحمتیں نازل فرماتا جائے گا۔ اور یہ بات یاد رکھو یہ مصطفےٰ اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیں نظر نہیں آتا تو یہ ہماری تمہاری نظروں کا قصور ہے۔ لیکن آدم علیہ السلام کی سنّت تو ثابت ہوگئی اور وہ لوگ جن کی نگاہوں سے پردے اُٹھ چکے ہوتے ہیں انہیں ہر وقت مصطفےٰ اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے رہتے ہیں، خود ہی جلوے دکھا بھی دیتے ہیں۔

شاہ توکّل ابنالوی

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرت شاہ توکّل ابنالوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہندوستان کے مشہور بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں، بڑے باکرامت بزرگ تھے۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ آپ اُمّی تھے یعنی بالکل ان پڑھ کسی مدرسے، کسی سکول، کسی دینی ادارے سے آپ نے تعلیم وغیرہ حاصل نہیں کی تھی لیکن آپ کو اللہ عزّوجل نے علم لدُنّی سے نوازا تھا۔ علم لدُنّی وہ علم ہوتا ہے جو اللہ پاک بغیر کسی استاد کے اپنے کامل بندے کو عطا فرما دے آپ کو دیکھکر خدا یاد آجاتا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مرید تھے۔ ہر وقت آپ کے آستانے پر مریدوں کا مجمع لگا رہتا تھا اور خدائے عزّوجلّ کی حمد وثناء اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات وارشادات سُنے اور سنائے جاتے۔ دُور دُور تک آپ کی شہرت تھی، دیوبند سے ایک مولوی صاحب فارغ ہوئے، دینی تعلیم حاصل کر کے جب اپنے گھر واپس پہنچے تو شاہ توکّل شاہ ابنالوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی شہرت سُنی تو دل میں خیال آیا کہ چلو ابنالہ میں اس پیر کو دیکھیں جس کی شہرت کے اتنے چرچے ہو رہے ہیں۔ کیسا ہے، کیا کرتا ہے، کیا دیتا ہے؟ مولوی محبوب عالم صاحب دیوبندی۔ شاہ صاحب کی زیارت کے لیئے ابنالہ آئے، دوپہر کا ٹائم تھا۔ شاہ صاحب نے بڑی محبّت سے مولوی محبوب عالم صاحب کو اپنے پاس بٹھایا۔ پوچھا کہ مولوی جی کہاں سے آئے ہیں؟ مولوی جی نے اپنا پتہ لکا نہ بتایا۔

شاہ صاحب نے فرمایا! مولوی صاحب! آجکل کیا کرتے ہیں، عرض کی حضور ابھی ابھی علم دین پڑھکر فراغت ہوئی ہے۔ فرمایا کہ کہاں دینی تعلیم حاصل کی ہے۔ عرض کی کہ مدرسہ دیوبند سے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ ابھی واپس جاؤ گے یا رات یہاں قیام کرو گے۔ عرض کی حضور بس دیدار کرنا تھا سو وہ کرلیا اب اجازت دیجئے! تو بہتر ہے۔ فرمایا کھانے کا ٹائم ہے کھانا تو کھالو۔ عرض کی حضور جیسے آپ کی مرضی شاہ صاحب قبلہ نے اپنے ایک مُرید کو فرمایا کہ جاؤ لنگر سے مولوی صاحب کے لیئے کچھ روٹیاں اور سالن لے آؤ۔ مُرید گیا چند روٹیاں اور سالن جو پکا تھا لے آیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا اچھا مولوی جی کھالو۔ مولوی صاحب نے جب کھانا شروع کیا۔ شاہ صاحب کے لنگر کی دال جب مولوی صاحب کے جسم کے اندر گئی تو دل کی دُنیا ہی بدل گئی۔ جوں جوں لُقمے اندر جارہے تھے ایک خوشی اور مسرّت کا دریا ٹھاٹھیں مار کر دل میں موجیں مارنے لگا۔ مولوی صاحب نے روٹی کھائی، اجازت مانگی۔ فرمایا ٹھیک ہے مولوی صاحب اللہ کے حوالے۔ مولوی صاحب جب چلے تو آدھے راستے پر پہنچ کر آگے گھر جانے کو دل نہیں کرتا اور قدم اور دل پھر شاہ صاحب کی طرف آنے کیلئے بےتاب ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر شام سے پہلے پھر انبالہ شاہ توکل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ شاہ صاحب نے جب مولوی محبوب عالم کو دیکھا تو فرمایا مولوی جی گھر نہیں گئے۔ عرض کی حضور آپ نے گھر کا چھوڑا کب ہے۔ اب بس اپنا مُرید بنا لیجئے اور یہیں رہنے کیلئے قدموں میں جگہ دے دیجئے۔ شاہ توکل رحمۃ اللہ علیہ نے مُرید کرلیا اور فرمایا مولوی صاحب، عرض کی جی حضور فرمایا دیکھو ماشاء اللہ تم عالم دین ہو میرا دل کرتا ہے کہ تم یہاں اپنا ایک مدرسہ بنالو لڑکوں کو دینی تعلیم اور درس حدیث دیا کرو۔ عرض کی جیسی حضور کی مرضی۔ لو میاں انبالہ میں ایک مدرسہ بن گیا۔ مولوی محبوب عالم لڑکوں کو درس حدیث پڑھاتے۔ پیر صاحب پاس بیٹھ جاتے، تسبیح ہاتھ میں ہوتی

مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی ہے لیکن جو حضرات اسباب کے قائل نہیں وہ تو نہیں مانیں گے بلکہ وہ تو کہیں کہ میاں ہم ایسی کمزور باتوں پر کمزور دلیلوں پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ ہمیں تو قرآن پاک کی دلیل چاہیئے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث چاہیئے، صحابہ کرام کے اقوال چاہئیں - یاد رکھو جو کہے کہ یہ حدیث کمزور ہے - یہ روایت کمزور ہے تو سمجھ لیں کہ حدیث کمزور نہیں، روایت کمزور نہیں بلکہ نہ ماننے والوں کا ایمان کمزور ہے - اگر یہ دلیل کمزور ہوتی تو کبھی بھی مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس روایت کو نقل نہ فرماتے بہر حال نہ ماننے والوں نے تو ماننا پھر بھی نہیں کیونکہ حدیثوں پر، روائیتوں پر، قرآن کی آیتوں پر یقین نہیں رکھتے بلکہ اپنے مسلک کے بتائے ہوئے مولوی کی بات پر یقین رکھتے ہیں چاہے وہ صحیح ہو یا غلط - لیکن خُدا کے فضل و کرم سے چند دلائل عرض کیئے دیتا ہوں - ہدایت اس مالکِ الملک کے ہاتھ میں ہے - دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید، فرقانِ حمید کے تیسرے پارے رکوع ۱۲ سورۃ آلِ عمران آیت ۳۱ میں ارشاد فرماتا ہے :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ "اے میرے حبیب علیہ السّلام آپ فرما دیجئے اگر تم فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ واقعی محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری پیروی کرو" تب محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ -

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی محبت میں آنے سے پہلے ایک شرط لگا دی کہ اے دُنیا والو! اگر تم میرے ساتھ واقعیُ محبت کرتے ہو، واقعیُ میرے ساتھ پیار کرتے ہو تو میری محبّت کا دم بھرنے سے پہلے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو اور اتباع بھی دِل سے کرو، محبت والی اتباع جس طرح ایک سچا عاشق، سچا طالب، سچا محبّ اپنے معشوق کی اپنے مطلوب کی، اپنے محبُوب کی بات مانتا ہے، ہر ہر ادا پر قربان ہوتا ہے تم بھی اسی طرح میرے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا پر عمل کرو، پھر تمہیں محبت جتلانے کی ضرورت نہیں،

بلکہ میں خود خدا ہو کر تمہیں اپنا محبوب بنالوں گا۔ سبحان اللہ۔ معلوم ہوا کہ اللہ سے محبت کرنی ہے تو پہلے کملی والے سے محبت کرو۔ یہ رب کا فرمان تھا۔ اب آئیے خود محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنیئے۔ بخاری شریف جلد اول صٓ۔ پر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں نقل فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَّالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (بخاری شریف) (مسلم شریف)

"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوگا جبتک میں اس کے نزدیک اس کے والدین اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

سامعینِ کرام! یاد رکھو یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ کوئی انسان ساری عمر اللہ کی عبادت کرتا رہے ہمیشہ روزے سے رہے، ہر سال حج کرے، سارا مال خدا کے راستے پر قربان کردے اور خود بھی کافروں سے لڑتا لڑتا، اللہ کے راستے پر اپنی جان قربان کر دے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں نہیں تو وہ کافر ہے۔ لیکن دوسری طرف کوئی انسان ہزار درجہ گناہگار ہو مگر اس کا دل کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ہو تو وہ پکا مسلمان ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ پارہ ۲۴- سورۃ الزُّمر رکوع ۳ آیت ۵۳۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

"آپ فرمادیجئے! اے میرے بندو جنہوں نے ظلم کیا زیادتیاں کی اپنے نفسوں پر مایوس نہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بیشک اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو بلاشبہ وہی بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

معلوم ہوا کہ محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کا جز ہے اب اگر کوئی مومن حضور علیہ السلام

کے نام پاک کو محبت سے چوم کر اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے تو اس نے قرآن پاک کی آیت پر اور مذکورہ حدیث مبارک پر عمل کیا کہ نہیں کیا؟ ضرور کیا۔ اب کوئی یہ کہے کہ تو کیوں انگوٹھے چومتا ہے؟ تو آپ اس کی بات کا اندازہ لگائیں کہ وہ شخص حضور کے نام کو چومنے سے منع کر رہا ہے محبت کی بنا پر یا دشمنی کی بنا پر؟ کہ میاں تو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو چوم کر کیوں عزت کر رہا ہے۔ لازمی طور پر دشمنی کی بنا پر منع کر رہا ہے کیونکہ اگر حضور علیہ السلام سے منع کرنے والے کو محبت ہوتی تو وہ کبھی بھی نبی کریم علیہ السلام کے نام کو چومنے سے، عزت کرنے سے منع نہ کرتا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ منع کرنے والا حضور علیہ السلام کا محب نہیں دشمن ہے، تابعدار نہیں باغی ہے وفادار نہیں بے وفا ہے، حضور علیہ السلام سے بغاوت کرنے والا، بے وفائی کرنے والا، دشمنی کرنے والا، دولت ایمان کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۸-۹ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ:۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیشک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی عزت اور توقیر کرو۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرو، تعظیم کرو، کتنی کریں، جتنی کر سکتے، کیسے کریں، جیسے کر سکتے ہو۔ بس ایک خدا اور خدا کی ذات و صفات میں شریک نہ کرو باقی جو اور جیسے عزت توقیر تعظیم کر سکتے ہو کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اتنی کرو، اتنی نہ کرو۔ ایسے کرو، ایسے نہ کرو، نہیں نہیں جتنی کر سکتے ہو کرو۔ اب آپ ہی بتائیں کہ کملی والے کا نام پاک جب آجائے اور کوئی محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگائے، یہ تعظیم ہے کہ نہیں توقیر ہے کہ نہیں،

عزت ہے کہ نہیں ہے ضرور تعظیم ہے اگر یقین نہ آئے تو کسی غیر مسلم سے ہی پوچھو وہ بھی کہے گا کہ بھئی یہ تو واقعی تعظیم ہے اگر یہ تعظیم ہے تو قرآن پر عمل ہُوا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۔ کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرو، اور توقیر کرو، عزت کرو۔ ''

جب قرآن پر عمل ہُوا تو بدعت نہ ہُوا تو تم انگوٹھے چومنے والوں کو بدعتی کیوں کہتے ہو؟ جواب دو۔ یہ تھا قرآن، اب آؤ سنو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان - امام المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انیس الجلیس ص ۲۰۶ پر علامہ محمد عبدالرحیم مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب النوافع العطریہ ص ۵۱ پر کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ بِيَدِهٖ اِسْمَ مُحَمَّدٍ ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهٗ بِشَفَتَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ يَرٰى رَبَّهٗ بِمَا يَرَاهُ الصَّالِحُوْنَ وَيَنَالُ شَفَاعَتِيْ وَلَوْ كَانَ عَاصِيًا ۔

'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے ہاتھ سے اسم محمد کو چھُوا - علامہ سیوطی نے یوں فرمایا کہ جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سنا پھر اپنے ہونٹوں سے اپنے ہاتھوں کو چوما پھر اپنی آنکھوں پر ملا تو اللہ تعالیٰ کی قیامت کے دن زیارت کریگا۔ جیسے صالحین کی زیارت کرتا ہے اور میری شفاعت کے قریب یعنی مستحق ہوگا اگرچہ وہ گنہگار ہو۔ ''

اللہ اکبر! - اب آئیے میں عرض کروں کہ نبی کریم علیہ السلام کے نام پاک کو چوم کر آنکھوں سے لگانا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی سنّت ہے، حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح البیان جلد ۷ ص ۲۲۹ - ۲۳۰ میں مختلف روایوں سے نقل فرمایا ہے کہ انگوٹھے چومنا یہ کس کی سُنّت ہے اور کتنا چومنے والے کو فائدہ ہوتا ہے۔ حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

.. بات علامہ شیخ امام ابوطالب محمد بن علی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب قوت القلوب میں بھی نقل فرمائی ہے کہ ایک دن سید الانبیاء حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس محرم الحرام کو اپنی مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے - اس روز جمعہ کا دن تھا - سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد کے ستون شریف کے پاس جلوہ افروز تھے - نماز جمعہ کے لیئے نبی کریم کے چہیتے صحابی مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور اذان دینی شروع کر دی - حضرت بلال نے فرمایا - اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر - اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ - جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا - اشہد ان محمد رسول اللہ - تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابی یار غار خلیفہ اول حضرت سیدنا و مولانا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے یہ کلمہ سنکر اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگا کر کہا :-

قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ " یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپکا نام پاک میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے - "

اذان ختم ہو گئی - کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اے ابوبکر - عرض کی جی میرے آقا کملی والے نے فرمایا کہ اے ابوبکر جس طرح تم نے میرے نام کو سنکر اپنی انگلیوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا ہے اسطرح جو میرا اُمتی محبت سے یہ کام کریگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس آدمی کے تمام نئے پرانے، ظاہری اور باطنی گناہوں کو معاف فرما دیگا - اللہ اکبر -

حضرت علامہ امام محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق " مقاصد حسنہ ص ۳۸۴ میں یوں فرمایا ہے کہ جب اذان ختم ہو گئی تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے علاموا یاد رکھو! :-

مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ جو بندہ میرے اس دوست کی طرح انگوٹھے

فَقَدْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ ۔ چوم کر اپنی آنکھوں کو لگائے گا اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی ۔ سبحان اللہ! اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: ـــــ

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفْرَ اِبْھَامَیْہِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْہِ لَمْ یَعْمَ اَبَدًا ۔

" جو آدمی میرا نام اذان میں سُنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے ملے تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا (روح البیان جلد ۷ صہ ۲۲۹)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی شریف جلد ۱ صہ ۲۷ میں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا اور دیگر بزرگوں کا انگوٹھے چومنے کے بارے میں عقیدے کا یوں اظہار فرمایا ہے کہ امام قستانی نے کنز العباد میں یہ لکھا اور اسی طرح فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو آدمی میرا نام سنکر انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں کو لگائے تو: ـــــ

اَنَا قَائِدُہٗ وَمُدْخِلُہٗ فِیْ صُفُوْفِ الْجَنَّۃِ ۔

قیامت کے دن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکو جنت کی صفوں میں داخل فرماونگا، اللہ غنی ۔

اور اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرۂ آفاق تفسیر جلالین کے صہ ۳۵۷ کے حاشیہ پر یہی عبارت موجود ہے ۔ مزید تفصیل دیکھنی ہو تو اعلیحضرت امام اہلسنت اور دیگر علماء کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے ۔

معزز دوستو! ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سُن کر محبت سے آنکھوں کو لگانا یہ دینی و دنیاوی فوائد کا حامل ہے ۔ دنیا میں تو اس کا فائدہ ہوگا ہی کہ آنکھیں ہمیشہ ٹھیک رہیں گی کبھی دکھیں گی نہیں آدمی اندھا نہیں ہوگا ۔ اُخروی فائدہ یہ ہے کہ کل قیامت کے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہماری شفاعت

فرمائیں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت بھی زندہ ہو جائے گی۔ کسی نے اس مقام پر یہ بڑا پیارا شعر فرمایا ہے کہ ؎

چُم انگوٹھے انکھیاں تے لا ۔۔۔ اے کم صدیق اکبر کردا رہیا
اس گل تے ایہہ حدیث گواہ ۔۔۔ صلِّ علیٰ محمّد!

لیکن افسوس کہ کچھ لوگ بجائے یہ سنّت کو زندہ کرنے کے انگوٹھوں کو چومنے والوں کو دن رات کوستے رہتے ہیں کہ یہ بدعتی ہیں، مشرک ہیں، یہ ہیں وہ ہیں۔ اللہ کے بندو تم انگوٹھے نہیں چومتے نہ چومو کہ فرض نہیں، واجب نہیں، سنت آدم علیہ السلام اور سنت سیدنا صدیق اکبر ہے، نہ چومو تو گناہ نہیں چومو تو ثواب ہے، لیکن چومنے والوں کو کیوں بُرا کہتے ہو، پھر مزے کی بات ہے کہ جو انگوٹھے چومتے اس سے لڑتے ہیں اور زبردستی منع کرتے ہیں تاکہ حضور علیہ السلام کے ذکر تعظیم کو عزت کو عظمت کو، شان کو کم کیا جائے، لیکن یاد رکھو خدا کی قسم حضور علیہ السلام کا ذکر مٹانے، ذکر بند کرانے، شان گھٹانے والے خود مٹ جائیں گے مر جائیں گے، ختم ہو جائیں گے لیکن میرے مصطفےٰ اکرم علیہ التحیۃ والثناء صلی اللہ علیہ وسلم فداک ابی و اُمیّ و مالی و بدنی و جسمی و اولادی کا ذکر شریف نہ ختم ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے اور نہ ختم ہو گا۔ قربان جاؤں، سُنیّوں کے تاجدار عاشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی امام اہلسُنّت مولانا سیّدنا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ ؎

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالےٰ تیرا
مٹ گئے، مٹتے ہیں مٹ جائیں گے سب دشمن تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

وَرَفَعنَا لَكَ ذِكرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر

ذکر اونچا ہے ترا بول بالا ہے ترا

دوستو یاد رکھو کوئی انگوٹھے نہیں چومتا تو نہ چومے، تم سرکار کا نام سُن کر محبت سے چومتے رہو اور دین و دُنیا کے فوائد حاصل کرتے جاؤ۔ ویسے تو رب کریم نے اپنے پیارے کا نام ہی ایسا رکھا ہے کہ جب بھی نام پاک محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم لیا جاتا ہے تو دونوں ہونٹ محبت سے ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو چوم لیتے ہیں ۔۔۔

سُبحان اللہ ایک شاعر نے کیا اچھا یہ شعر کہا کہ ؎

مِٹھڑا نام محمدؐ دا لاجے کوئی مُونہوں الاوے

اِک لب پھر نال دوجے دے گھٹ گھٹ جپھیاں پاوے

سامعین کرام! دعا کریں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبیّ الامین۔

انشاءاللہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیشانی آدم علیہ السلام سے آگے کیسے چلا، اگلے وعظ میں بیان ہوگا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الحمد لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

چھٹا وعظ مبارک

نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام سے پیشانیِ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تک

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِہٖ وَ اَھْلِ سُنَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ ھُوَ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

(پ ۲۷ سورۃ حدید رکوع ۱ آیت ۳)

ترجمہ :- "وہی اول ہے وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے وہی چھپا ہوا ہے وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔"

قابلِ قدر سامعین کرام قرآن مجید فرقان حمید کے ستائیسویں پارے کی ایک چھوٹی سی آیت شریف آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیتہ کریمہ میں اپنی شان بھی بیان فرمائی ہے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی فقیر انشاء اللہ اس نورانی اور روحانی محفل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کیسے پہنچی انشاء اللہ بڑے ہی پیارے اور آسان لفظوں میں بیان کرنے کی کوشش اور سعی کرے گا۔ آپ بڑے اطمینان کے ساتھ، بڑی محبت کے ساتھ اس محفل میں تشریف رکھتے ہوئے سماعت فرمائیں اور دعا کریں کہ ربِ کائنات نبی کریم علیہ السلام کی نعلین شریفین کے صدقے مجھے حق بیان کرنے اور آپ اور مجھے حق سُن سنا کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

حضرات آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے وعظ میں مَیں نے آپ کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق عرض کیا تھا اور آپ کو بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیسے پیدا فرمایا۔ اللہ پاک نے جب حضرت آدم علیہ کو پیدا فرمایا تو پیدا فرمانے کے بعد قیامت تک آنے والی تمام چیزوں کے نام بتا دیئے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے پارہ ۱ رکوع ۴ آیت ۳۱۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ "اور سکھا دیئے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام"

کتنے نام بتلائے حضرت علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معرکۃ الآرا تفسیر

روح البیان پ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانوں کا علم عطا فرمایا، ایک ہزار پیشوں کا ماہر بنایا۔۔۔ سبحان اللہ۔
شیخ محقق حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت شریف سے یہ تمام علوم اور پیشے سکھائے۔ (مدارج النبوت) دوم

میرے دوستو! ذرا غور کرو جب آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اتنی زبانوں اور اتنے پیشوں کا علم عطا فرمایا ہے تو غور کرو خود ذات پاک محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا کیا مقام ہوگا۔ یاد رکھو آدم علیہ السلام کا تمام علم میرے مصطفےٰ اکریم علیہ السلام کے علم کے سامنے ایسے ہی ہے، جیسے ایک قطرہ دریا کے سامنے ہو (تفسیر نعیمی) جب قطرے والے کے علم کا یہ مقام ہے تو جس کے پاس پورا دریا ہے اس مصطفےٰ اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا کیا کیا حال ہوگا؟ پھر کس قدر افسوس ہے ان علماء پر جنہوں نے یہ لکھ دیا کہ ایک صالح دیوبندی فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا یہ کلام یعنی اردو آپ کو کیسے آ گئی ہے؟ آپ تو عربی ہیں؟ - فرمایا جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہُوا ہم کو یہ زبان آگئی ہے۔ استغفر اللہ۔ (براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد دیوبندی ص ۲۶)

غور فرمایا آپ نے یہ جعلی خواب گھڑ کے اپنے مدرسے دیوبند کی شان بڑھانے کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کتنی بڑی گستاخی کی۔ میاں وہ نبی جو عرش والوں کی بولی فرش والوں کی زبانیں، جانوروں، حیوانوں، پتھروں اور درختوں کی بولی جانے، کیا وہ کملی والا اردو کو نہ جانتا ہوگا؟ جانتا ہے خدا کی قسم جانتا ہے۔
اس مقام پر ایک شاعر نے بڑے اچھے یہ دو شعر فرمائے:

قادیانی کی طرح خواب بنائے نجدی — ذات بے عیب کو یہ عیب لگائے نجدی

جنکو اللہ نے ہر شے کا بنایا عالم — اپنے مُلّوں سے اُنہیں اردو پڑھائے نجدی

جناب صائم چشتی نے ان کا یوں پوسٹ مارٹم کیا کہ

حضور دے میلاد نوں فضول کہن والیو

سلامتی دا ٹہرو نوں رسول کہن والیو

دیوبند بنی دا سکول کہن والیو!

توہین نوں توحید دا اصول کہن والیو

توحید دی پوشاک اُتّے داغدار دھاریو

بلّے او توحید دے وڈّے پجاریو!

فرشتوں کا مسجود ہونا

اچھا تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا

تو تمام اشیاء کے نام بتا دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اے میرے فرشتو! عرض کی جی مولا کریم۔ فرمایا میرا خلیفہ معرض وجود میں آچکا ہے۔ میں نے اسے اتنا علم دیا ہے کہ تمہارا علم بھی اس کے علم کو نہیں پہنچ سکتا لہٰذا تم سب میرے نبی کو میرے پیغمبر کو، میرے رسول کی میرے نائب کی تعظیم کرو۔ یا اللہ کیسے کریں۔ فرمایا میں اسے جنّت کے منبر پہ بٹھاتا ہوں، تم سب اس کی توقیر کے لیے سجدہ کرو۔ عرض کی مولا ٹھیک ہے چنانچہ سجدہ ملنے کا حکم تھا سارے فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں سجدہ کرتے ہوئے جھک گئے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ — اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کرو، کونسا وقت جبکہ ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو واسطے آدم علیہ السلام کے، حکم سنتے ہی سب فرشتے سربسجود ہو گئے مگر ابلیس نہ جھکا۔

اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۔ "انکار کیا اور غرور کیا اور وہ کافر ہوگیا۔"

جب ربِ کائنات نے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام سجدے میں گئے پھر میکائیل علیہ السلام پھر اسرافیل علیہ السلام اور پھر عزرائیل علیہ السلام پھر تمام فرشتے، آدم علیہ السلام کو تین سجدے کیئے گئے۔ پہلا سجدہ جمعہ کے دن کا تھا ظہر سے عصر تک ہوا۔ جب فرشتوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو کیا دیکھا ان کا استاد عزازیل یعنی شیطان بجائے سجدہ کرنے کے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف پیٹھ پھیر کر مغرورانہ انداز میں کھڑا ہے۔ فرشتوں نے جب یہ منظر دیکھا تو اس وقت دوسرا سجدہ کیا۔ یہ سجدہ پہلے سجدہ میں شکریہ کے طور پر تھا۔ یہ سجدہ ایک سو سال کا تھا۔ پھر جب فرشتوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ پہلے شیطان بڑا خوبصورت تھا، بڑا وجیہہ تھا چہرہ بڑا حسین جسم تھا۔ بڑی پیاری شکل و صورت تھی لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے شیطان کی صورت بدل گئی کیسے؟ کہ جسم خنزیر کی طرح کا ہوگیا۔ چہرہ بندر کی طرح کا ہوگیا۔ شکل و صورت بھیانک ہوگئی الاماں والحفیظ۔ پھر فرشتوں نے ہیبتِ الٰہی کی وجہ سے تیسرا سجدہ کیا۔ یہ پانچ سو سال کا طویل سجدہ تھا۔ (روح البیان، تفسیر نعیمی)

جب فرشتے سجدہ کرنے کے بعد فارغ ہوئے تو خالقِ ارض و سماوات نے شیطان سے سوال کیا کہ:۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۔ "اے شیطان تجھے کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تو سجدہ نہ کرے۔"

تو شیطان نے جواب دیا:۔

قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۔ "کہ میں تیرے نبی سے تیرے خلیفے سے تیرے رسول سے بہتر ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مردود تو میرے

بنی بہتر کیسے ہو گیا تو اس نے پھر کہا کہ :—

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔ ”اے ربِ کائنات تو نے مجھے آگ سے پیدا فرمایا ہے اور اپنے نبی کو مٹی سے بنایا۔

حضرات ذرا غور فرمائیں۔ شیطان کیا کہہ گیا کہ یا اللہ میں تیرے نبی سے بہتر ہوں - توبہ - توبہ، کتنی بے ادبی کر گیا - اللہ پاک نے فرمایا مردود تو نبی سے بہتر بنتا ہے - دفع ہو جا میرے دربار سے نکل جا میری جنت سے - معلوم ہوا جو نبی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے وہ آگے نہیں جاتا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں چلا جاتا ہے - یہ تو تھا شیطان اور اب ایک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور اپنے آپ کو مسلکِ حق اہلسنّت حنفی ہونے کے داعی کی عبارت بھی پڑھیئے، پھر شیطان اور مذکورہ مولوی صاحب کی عبارت کا موازنہ کیجئے کہ کہیں شیطان کی اس بات کی فوٹو کاپی تو نہیں، عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

تحذیر النّاس کی ایک عبارت

تحذیر الناس ص۵ مصنّف حجۃ الاسلام مولوی قاسم نانوتوی دارالعلوم دیوبند - ”چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں۔ نبیّن اور صدّیقین اور شہداء اور صالحین - جن میں سے انبیاء اور صدّیقین کا کمال تو علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال عملی - انبیاء کو تو منبعُ العلوم اور فاعل اور صدّیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے اور شہداء کو منبعُ العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمائیے - دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں - باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں“ - استغفر اللہ!

میرے دوستو یہ خط کشیدہ عبارت پڑھیئے اور پھر شیطان کی اس عبارت کو پڑھیئے

کہ میں تیرے نبی سے بہتر ہوں ۔ پھر ان دونوں کا نتیجہ خود ہی اخذ کیجئے کہ جس نے کہا کہ یا اللہ میں تیرے نبی سے بہتر ہوں تو اللہ اسکو فرشتوں کی اُستادی سے محروم کر کے لعنت کا طوق گلے میں ڈال کر جنّت نکال کر اپنا دشمن قرار دے دے ۔ تو جو یہ کہے کہ اُمتی اعمال میں نبی سے بڑھ جاتا ہے وہ خدا کا کیسے دوست ہو گیا ؟ کملی والے کا غلام ہو گیا حُجۃ الاسلام ہو گیا ۔ وہ بھی نبی کا دشمن تھا ، یہ بھی نبی کا مُنکر ہے ، وہ بھی عظمت کا قائل نہیں ۔ بات اس کی بھی اچھی نہیں ۔ جنّت سے اُسے بھی نکال دیا گیا تھا ۔ جا جنت میں یہ بھی نہ سکے گا ۔

خیر تو یہ عرض کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا تو شیطان نے کیا جواب دیا ۔ ایک آپ سُن چکے ہیں ، دوسرا بھی سُن لیں ۔ قرآن پاک پارہ ۱۴ سورۃ حجر آیت ۳۲ رکوع ۳ میں کہ :-

قَالَ مَالَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۔ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس کیا وجہ ہے کہ تو نے سجدہ کرنیوالوں کا ساتھ نہیں دیا کس چیز نے تمہیں میرے نبی کی بارگاہ میں جھکنے سے منع کیا ہے ۔

تو شیطان نے کیا جواب دیا ؟ ۔ سنیئے

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ — "وہ گستاخ کہنے لگا کہ میں گوارا نہیں کرتا کہ سجدہ کروں اس بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے بجنے والی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار تھی" ۔ میرے دوستو شیطان نے سجدہ نہ کرنے کی کیا حکمت بتائی ، کیا وجہ بتائی ؟ کہ یا اللہ تیرا خلیفہ تیرا نبی ، تیرا بشر ہے خاکی ہے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے لہٰذا میں اس کو سجدہ کرنے کو تیار نہیں ۔ آپ پورا قرآن کا مطالعہ کریں ، پورے قرآن کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ فرمائیں تو یہ مسئلہ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اللہ عزّوجلّ

کے نبی کو دنیا میں سب سے پہلے جس نے بشر کہا، خاکی کہا وہ فرشتوں کا ہیڈ ماسٹر، شیطان تھا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ شیطان سے پہلے کسی نوری مخلوق نے اللہ پاک کے نبی کو بشر نہیں کہا۔ جب شیطان نے اللہ پاک کے نبی کو بشر کہا اور سجدہ نہ کیا تو اللہ پاک کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ ابلیس نے حق بات کہی ہے۔ لیکن اللہ پاک فرماتا ہے کہ شیطان تو نے میرے نبی کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو شیطان کہتا ہے یا اللہ یہ شرک مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ تجھے بھی سجدہ کروں اور تیرے نبی کو بھی سجدہ کروں۔ یا اللہ میں نے تیرے پہلے بھی سات لاکھ سال تک سجدے کئے۔ تیری بارگاہ ناز میں اپنا سیس نوایا، چپے چپے پہ سجدے کئے اور بھی کروں گا لیکن تیرے پیغمبر کو سجدہ کر کے میں مشرک نہیں بن سکتا۔ گویا شیطان لعین توحید کا قائل تھا تعظیم نبوت کا منکر تھا۔ نعرۂ تکبیر کو مانتا، نعرۂ رسالت سے بھاگتا تھا

اچھا سنیئے! اللہ پاک نے شیطان کا یہ جواب سن کر کیا فرمایا:۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ "فرمایا اے میرے نبی کو بشر کہنے والے لعین اے میرے پیغمبر کو خاکی کہنے والے گستاخ اے میرے رسول کے قدموں پر سر نہ رکھنے والے بے ادب نکل جا یہاں سے (جنت) تو مردود ہے۔"

وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ "اور ایک انعام بھی لیتا جا کر بلا شبہ تجھ پر لعنت ہے روز جزا تک۔"

حضرات بتائیے یہ شیطان کہاں رہتا تھا؟ میاں سوچتے کیا ہو بلا جھجک کہدیں جنت میں! شیطان نے جنت میں کھڑے ہو کر اللہ پاک کے نبی کو بشر کہا تو رب العزت نے کان سے پکڑ کر جنت سے نکال دیا۔ میں پوچھتا ہوں آپ سے کہ جو جنت کے اندر رہ کر نبی کو بشر کہے رب اسے جنت سے نکال دے، تو جو ملاں جنت سے باہر اللہ کے نبیوں کو بشر بشر کہتے پھرتے ہیں ان کو کیا جنت میں داخل ہونے دیگا؟

نہیں، ہرگز نہیں، جنّت میں داخلہ تو کیا، یہ بے ادب لوگ جنّت کی خوشبو بھی ہرگز نہیں سونگھ سکیں گے۔؟

سجدہ کیوں کرایا؟

اچھا غور فرمائیں کہ اللہ پاک نے سیدنا آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں تمام نوری فرشتوں کی گردنوں کو کیوں جھکوایا، کیوں سجدہ کرایا؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ اسلئے کرایا کہ آدم علیہ السلام علم کے لحاظ سے سب فرشتوں سے آگے بڑھ گئے، کچھ علماء کہتے ہیں کہ سجدہ اسلئے کرایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نائب بن کر زمین پر تشریف لانے والے تھے۔ کچھ بزرگوں کا یہ کہنا ہے کہ نسل انسانیت کی بنیاد آپ رکھنے والے تھے سجدہ اسلئے کرایا۔۔۔ لیکن آئیے میں آپ کو بتاؤں کہ سجدہ کیوں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو۔ فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام المفسّرین حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ جَبْهَةِ اٰدَمَ۔

"بیشک فرشتوں کو جو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو کریں وہ اس وجہ سے تھا کہ ان کی پیشانی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک تھا (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ روح البیان پ ۱۴)

معلوم ہوا کہ وہ تعظیم اور تحیّت درحقیقت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی، چنانچہ تمام نوری فرشتے اس نور اعظم کی تعظیم کے لئے جھک گئے اور مقبول ہو گئے۔ جو سب سے پہلے جبرئیل جھکا، وہ سب کا سردار ہو گیا۔ کیسے سردار بنا غور فرمائیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ میرے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو جبرئیل علیہ السلام نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ آخر ہم سے کیوں سجدہ کروانا چاہتا ہے۔ اس میں کیا راز ہے، اسمیں کیا حکمت ہے، اس کی کیا خاصیت ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے یہ سوچ کر حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کو دیکھنا شروع کر دیا۔

پہلے قدموں کو دیکھا کچھ نظر نہ آیا، پھر پنڈلیوں کو دیکھا کوئی حکمت نظر نہ آئی پھر ناف کی طرف دیکھا کوئی حکمت نظر نہ آئی، پھر سینۂ پاک کو دیکھا کوئی عجیب چیز نظر نہ آئی پھر چہرۂ انور کو دیکھا تو کیا دیکھا ؟ :-

کَانَ فِیْ جَبْهَتِهٖ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم " کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور چمک رہا تھا "،

جبرئیل سمجھ گئے سجدہ کرانے میں یہی راز ہے، یہی حکمت ہے، یہی وجہ ہے جلدی کروں سجدہ کرلوں کہیں کوئی اور فرشتہ مجھ سے پہلے نمبر نہ لے جائے اور سجدہ کر کے اللہ پاک عزّ و جلّ کو خوش کر کے انعام نہ لے جائے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً سر کو سجدے میں رکھ دیا۔ اللہ عزّ و جلّ نے جبرئیل علیہ السلام سے بھی پوچھا۔ جبرئیل! عرض کی جی ربِّ جلیل۔ فرمایا تو نے میرے رسول علیہ السلام کو اتنی جلدی کیوں سجدہ کیا ہے؟

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی مولا کریم۔ فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کی کہ یا اللہ! عزّ و جلّ تو نے اس خلیفہ کی پیشانی میں کیا رکھا ہے؟ اللہ عزّ و جل نے فرمایا جبرئیل خاموش ہو جا! یہ میرا راز ہے اور آج کے بعد تو اس راز کا امین ہے۔ تو نے میرے نبی کی عظمت کر کے مجھے خوش کر دیا جا آج کے بعد تو فرشتوں کا سردار ہے تورات کا حافظ، زبور کا تو حافظ۔ انجیل کا تو حافظ اور قرآن کا تو حافظ، ہر نبی کا تو صحابی ہے فرشتوں کا تو سردار ہے، سدرۃ المنتہیٰ تیرا مقام اور جبرئیل تیرا نام جبرئیل امین ہے۔ اعلیحضرت جھوم اٹھے اور آپ نے یوں سرکار علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ؎

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا تیرے سجدے سے ماتھا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

آپ غور فرمائیں کہ شیطان لاکھوں سال اللہ عزوجل کی عبادت کرتا رہا، سجدے کرتے کرتے بیت المعمور کا امام بن گیا۔ زمین کے چپے چپے پر خدا عزوجل کی حمد و ثنا بیان کی لیکن مردود ہوا تو اسوقت جب سجدہ نہ کیا۔ لوگ حیران ہیں کہ اللہ عزوجل علام الغیوب ہے ساری کائنات کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ ہر آنے والی گھڑی سے باخبر ہے وہ جانتا تھا کہ شیطان ایک دن میرے دربار سے ذلیل و رسوا ہو کر نکلے گا لیکن پھر اللہ عزوجل نے اسکو اتنا مقام کیوں دیا؟ کیوں فرشتوں کا استاد بنایا کیوں بیت المعمور کا خطیب بنایا؟ کیوں اتنا اپنا قرب عطا فرمایا؟ تو دوستو یاد رکھو اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل آنے والے اپنے بندوں کو عبرت سکھانا چاہتا تھا کہ کوئی شخص اپنے علم پر، اپنے تقویٰ پر، اپنی پرہیزگاری پر نشہ نہ کرے غرور نہ کرے اور کسی میرے رسول کی توہین نہ کرے اور یہ سمجھ جائے کہ میرے نبی کی بارگاہ اتنی نازک ہے کہ یہاں بے ادبی کرنے پر سارے علم سارے عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ دیکھو نا شیطان کو مولوی بنا کر مارا، صوفی بنا کر مارا، عابد بنا کر مارا، زاہد بنا کر مارا — کیوں؟ اسلئے کہ سب مولویوں کو، صوفیوں کو، عابدوں کو، پیروں کو، زاہدوں کو عبرت حاصل ہو جائے۔ کہ مولوی بننا، صوفی بننا، زاہد بننا، عابد بننا، پیر بننا اس وقت تک کارآمد نہیں جب تک دل میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو۔ شیطان اس لیئے مارا گیا کہ وہ صرف آدم علیہ السلام کی مٹی دیکھتا رہا، چمڑا دیکھتا رہا۔ بشریت دیکھتا رہا اگر وہ بھی نبیٔ کریم علیہ السلام کا نور دیکھتا تو ضرور سجدے میں جھک جاتا۔

علامہ امام زرقانی نے شرح مواہب میں اور علامہ حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم نے مواہب لدنیہ میں حضرت عارف کبیر سیدی ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا یہ قصیدہ لکھا کر آپ فرماتے ہیں:-

عِیْسٰی وَ اٰدَمُ وَ الصُّدُوْرُ جَمِیْعُھُمْ

هُمْ اَعْیُنٌ هُوَ نُوْرُهَا لِمَا وَرَدَ -

"حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام گزر چکے ہیں وہ سب آنکھیں ہیں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نور ہیں -"

لَوْ اَبْصَرَ الشَّیْطَانُ طَلْعَةَ نُوْرِهٖ

فِیْ وَجْهِ اٰدَمَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ سَجَدَ

اگر شیطان چشم بصیرت سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک آدم علیہ السلام کے چہرے میں دیکھتا تو فرشتوں سے پہلے سجدے میں چلا جاتا - اللہ اکبر -

معلوم ہوا کہ شیطان کی نظر نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ پڑی ہی نہیں اگر پڑ جاتی تو وہ ہرگز مردود نہ ہوتا مقبول ہوتا - (مواہب لدنیہ ص ۶۳ زرقانی شریف)

شیطان کو نور نظر کیوں نہ آیا؟ یاد رکھو نور کو دیکھنے کے لئے بھی نور بصیرت کی ضرورت ہے جن آنکھوں میں نور بصیرت نہیں دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قسمت میں نہیں ــــ اور جن آنکھوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کو دیکھ لیا تو وہ یوں سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں جیسے منور بدایونی نے عرض کیا کہ

جس نے جو کچھ نور پایا سب تیری سرکار سے\
نور کی سرکار کا تو سب سے پہلا نور ہے

جس طرف کو اٹھ گئیں عالم منور ہو گئے\
میں تری آنکھوں کے صدقے ان میں کتنا نور ہے

مصطفےٰ کے نور میں ہے ذات باری جلوہ گر\
مصطفےٰ کا نور یوں کہئے خدا کا نور ہے

اس طرف بھی اک نگاہِ نور اے نورِ الٰہ
میں سراپا معصیت ہوں تو سراپا نور ہے

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد۔

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال

یہ نور حضرت شیث علیہ السلام میں تشریف لایا۔ حضرت شیث علیہ السلام پر رنگ چڑھانے کے بعد حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹے حضرت انوش میں تشریف لایا۔ حضرت انوش کے مقدر چمکانے کے بعد حضرت قیتان کے پاس تشریف لایا۔ حضرت قیتان کی بگڑی بنانے کے بعد مہلایل کے پاس تشریف لایا حضرت مہلایل کی قسمت جگانے کے بعد حضرت الیارذ کے پاس تشریف لایا۔ حضرت الیارذ پر رحمت کا مینہ برسانے کے بعد حضرت اخنوخ المعروف حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس تشریف لایا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو جلوے دکھاتا ہوا حضرت متوشلخ کے پاس لایا۔ حضرت متوشلخ کی رہبری کرتے ہوئے حضرت لامک کے پاس تشریف لایا حضرت لامک سے حضرت عبد الغفار المعروف حضرت نوح علیہ السلام کے پاس تشریف لے گیا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو پار لگاتا ہوا حضرت سام پر نازل ہوا اور سام پر کرم کرتے ہوئے حضرت ارفخشد میں تشریف لایا۔ حضرت ارفخشد کو نوری پیغام دیتا ہوا حضرت شالخ کے پاس تشریف لایا حضرت شالخ پر رحمت کا مینہ برساتے ہوئے حضرت عابر میں تشریف لایا۔ حضرت عابر پر مہربانی کرتے ہوئے حضرت فالخ کے پاس تشریف لایا، حضرت فالخ کو رحمت کے جام پلاتے ہوئے حضرت ارغو کے پاس تشریف لایا، حضرت ارغو کے بعد حضرت شاروخ کے پاس تشریف لایا۔ حضرت شاروخ پر عطائیں برساتا ہوا حضرت ناحور کے پاس تشریف لایا حضرت

ناحور کو انوار دکھاتے ہوئے حضرت تارخ کے پاس تشریف لایا (تفسیر نعیمی پ ۷ ص ۶۰۷)

سامعین کرام یاد رکھیں حضرت ناحور کے آٹھ بیٹے تھے۔ بیتقال۔ بامور، ہبول فہویل، ہاران، تارخ۔ آذر۔ عوص ــــ بیتقال کے بیٹے تھے حضرت لقمان حکیم جن کا ذکر رب لم یزل نے قرآن حکیم کے اکیسویں (۲۱) پارے میں فرمایا ہے اور پوری سورہ لقمان نازل فرمائی۔ ہاران کی بیٹی تھی حضرت سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا جو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اللہ عزوجل کے جلیل القدر پیغمبر تھے ان کی زوجہ محترمہ بنی تھیں اور حضرت سیدنا اسحاق علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بنیں۔ تارخ کے بیٹے تھے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام جو اللہ کے پیغمبر اور خلیل اللہ بنے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد حضرت تارخ بڑے نیک عبادت گذار اور نہایت ہی متقی انسان تھے آپ کی عبادت گذاری کا یہ عالم تھا کہ آپ گھر سے نکل کر باہر پہاڑوں یں جنگلوں میں چلے جاتے اور اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ جب حضرت ابراہیم اپنی والدہ ماجدہ متلی یا شافی کے لطن اقدس میں تشریف لائے تو حضرت تارخ کا وصال ہو گیا گویا سیدنا ابراہیم علیہ السلام ولادت سے قبل یتیم ہو گئے۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا قدم مبارک اس دھرتی پر رکھا تو ہر طرف ظلمت ہی ظلمت تھی۔ اندھیرا ہی اندھیرا تھا ہر طرف لوگ خدا پرستی کے بجائے بت پرستی میں گھرے ہوئے تھے، ہر انسان خدا کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے پتھروں کی پوجا میں مشغول تھا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تلنگا چچا آذر بھی ایسی ہی بت پرستی کا شکار تھا، صرف بتوں کی پوجا پاٹ ہی نہیں بلکہ بتوں کے پجاریوں کے لیئے نئے نئے پتھروں سے خدا بھی تراشتا تھا۔ نئے نئے جھوٹے معبود بھی بناتا تھا۔ اور اس کا سلسلہ روزگار بھی یہی تھا۔ جب عزوجل کے خلیل رب کائنات کے سفیر نے اپنے چچا آذر کو بت پرستی میں مبتلا دیکھا تو فرمایا کہ اے میرے چچا یہ کیا سلسلہ شروع کر رکھا ہے تو آذر نے

کہا کہ بیٹے یہ ہمارے خدا ہیں، یہ میرے ہی نہیں بلکہ ہماری ساری برادری ان کو اپنا معبود مانتی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ :۔

قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيۡلُ الَّتِىۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا عٰكِفُوۡنَ (پ ۱۷ آیت ۵۱ سورۃ انبیاء)

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہ یہ کیا مورتیاں جن کی پوجا پاٹ پر تم جمے ہوئے ہو۔"

اللہ عزوجل کے خلیل نے اپنے چچا اور قوم پر واضح طور پر بتا دیا کہ یہ مورتیاں پوجنے کے قابل نہیں لیکن یہ بات نہ آپ کے چچا نے مانی نہ قوم نے مانی۔ انہوں نے کہا۔ کہ اے ابراہیم تم اپنا کام کرو آئے ہو بڑے مبلغ بن کر تم آج یہ بات کر رہے ہو لیکن یہ رسم پوجا پاٹ کی تو ہمارے دادے پردادے سے چلی آ رہی ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے دادے پردادے بھی گمراہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تنہائی میں اپنے چچا کو بتوں کی پوجا سے منع فرمایا اور بڑی نصیحت آموز وصیت فرمائی۔ قرآن پاک اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا سے فرمایا کہ :۔

اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡكَ شَيۡـًٔا

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد فرمائیے جب فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (یعنی چچا آذر) کو کہ اے میرے باپ تم کیوں عبادت کرتے ہو اس کی جو نہ سنتا ہے اور نہ ہی کچھ دیکھ سکتا ہے۔ اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ قَدۡ جَآءَنِىۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِىۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۔

"اے میرے باپ بیشک آیا ہے میرے پاس وہ علم جو تیرے پاس نہیں آیا اسلئے تو میری پیروی کر میں دکھاؤنگا تجھے سیدھا راستہ۔"

يٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّيۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ

"اے اباجان شیطان کی پوجا نہ کر بیشک شیطان

كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا — تو رحمٰن کا نافرمان ہے "(پ ۱۶ رکوع سورہ مریم)

ان تمام آیتوں پر غور کرو اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ پر غور کرو کتنے پیارے انداز میں تبلیغ فرمائی جا رہی ہے اور پھر شروع کے لفظ یہ بھی غور کرو کہ محبوب علیہ السلام تم یاد کرو کیوں —— یاد کروایا، کس لئے یاد کرایا؟ تو علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے کافر چچا کو خدا کی واحدانیت کی تبلیغ فرما رہے تھے، خدا کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر دلائل دے رہے تھے تو اس وقت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سیدنا ابراہیم کی پیشانی میں چمکار رہا تھا۔ ایک دوسرے مقام پر یہی بات قرآن پاک مزید کھول کر بیان فرماتا ہے۔ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر کو کیسے بتوں کی پوجا سے روکا۔ قرآن پارہ ۷ سورہ انعام آیت ۷۳: ——

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

"اے میرے حبیب علیہ السلام وہ وقت یاد کرو جب فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کیا تم بناتے ہو بتوں کو خدا بیشک میں دیکھتا ہوں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں۔ اے چچا جان بڑی عجیب بات ہے خود بھی بت بناتے ہو خود ہی پوجتے ہو۔ اباجان خدا کی یہ شان نہیں ہے، بلکہ خدا کی تو یہ شان ہے کہ ساری کائنات کو اس نے پیدا کیا لیکن اس کو کسی نے پیدا نہیں فرمایا لہٰذا پوجا کے قابل صرف خدا کی ذات ہے۔ یہ جھوٹے بت نہیں اسلئے کہ

وچ دِنے جھڑا دیوا بالے تے احمق اُسنوں کہیئے
رَبّ بناں جیہڑا غیر نوں پوجے تے چھڈ نام اوہدا کی لیئے

ابراہیم علیہ السلام کے والد کون؟

میرے دوستو! ان پانچ آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے آذر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرماتا ہے اور آذر قرآن کی رُو سے کافر بتایا جارہا ہے اور اس کا ثبوت بھی خود قرآن سے دیا جارہا ہے۔ حالانکہ ہم سوادِ اعظم اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک جتنے بھی نبیٔ کریم علیہ السلام کے آباؤ اجداد تشریف لائے ہیں ان میں کوئی بھی کافر نہیں تھا بلکہ کے تمام کے تمام سرکار کے آبا و اجداد مومن و موحد اور جنتی تھے۔ تو آذر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ قرآن سے ثابت ہو گیا تو ماننا پڑے گا کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کے تمام آباو اجداد اجداد مومن و موحد نہیں تھے۔ تو سامعین! کرام آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ الحمد للہ ہم اہلسنت وجماعت کا مسلک سچا ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد مومن و موحد تھے وہ۔۔۔ وہ کیسے تو سنیئے! عربی کے دو الفاظ ہیں اَبْ اور وَالِدْ۔ لفظ ابْ جو ہے یہ عام ہے کیا مطلب۔ مطلب یہ کہ اَبْ سگے باپ کو بھی کہتے ہیں، سوتیلے والد کو بھی کہتے ہیں۔ چچا کو بھی کہتے ہیں اور دادے کو بھی کہتے ہیں استاد کو بھی کہتے ہیں، اب آیئے ان کی مثالیں قرآن پاک سے عرض کرتا ہوں۔ قرآن پاک پارہ ۴ سورۃ نساء آیت ۲۱ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے:۔۔۔ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اور نہ نکاح کرو ان عورتوں سے جن سے نکاح کر چکے ہیں تمہارے آبا یعنی۔ تمہارے باپ، دادا پردادا نانا وغیرہ مگر جو کفر گئے زمانے میں ہو گیا وہ معاف ہے۔ حضراتِ محترم دیکھیں اس آیت میں وہی لفظ آبا ہے جو ابراہیم کے چچا کے لئے رب نے مختلف آیتوں میں استعمال کیا لیکن یہاں اس لفظ میں کتنے رشتے آ گئے، سگا باپ۔ دادا، پردادا نانا وغیرہ۔ اب آیئے دوسری آیتہ کریمہ سنیئے قرآن

مجید فرقان حمید کا پہلا پارہ پڑھکر دیکھے جب سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے تمام بیٹوں کو بلایا جن کی تعداد بارہ تھی۔ جب تمام بیٹے آپ کے پاس جمع ہو گئے تو اللہ عزوجل کے پیغمبر نے فرمایا اے میرے بچو! تمام بیٹوں نے عرض کی جی ابا جان۔ فرمایا بیٹا میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے اب دنیا سے پردہ کرنے لگا ہوں۔ اب میں تمہیں چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی کے پاس جانے والا ہوں، میں نے تمہیں اپنے پاس اسلئے بلایا کہ جب میں اس دنیا سے پردہ کر جاؤں گا تو تم میرے بعد کس کے سامنے اپنا سر جھکاؤ گے کس کی عبادت کرو گے، کس کی پوجا کرو گے، کسے اپنا خالق و مالک جان کر پرستش کرو گے۔

تو آیئے سنیئے آج سے ہزاروں سال پہلے اللہ عزوجل کے عظیم نبی کے عظیم بچوں نے کیا جواب دیا۔ قرآن مجید ان کی بات کی اصل تصویر پیش فرمائی ہے :-

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت ۱۳۲)

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ ۚ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

"اے یہودیو! کیا تم بھلا اسوقت موجود تھے جب آ پہنچی یعقوب علیہ السلام کو موت۔ جبکہ پوچھا انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہ تم کس کی عبادت کرو گے میرے انتقال کے بعد۔ تمام بچوں نے بیک وقت ایک آواز سے کہا کہ ہم عبادت کریں گے آپ کے خدا کی اور آپ کے آباؤ اجداد کے خدا کی یعنی ابراہیم۔ اسمٰعیل، اسحٰق علیہم السلام کے خدا کی جو خدائے وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔"

حضراتِ محترم! توجہ فرمائیں جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بچوں سے

پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی پوجا کروگے تو آپ کے بیٹوں نے کیا جواب دیا کہ آپ کے آباء کے خدا کی یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام تو اب آیئے ذرا یہ دیکھیں کہ

یہ تینوں بزرگ جنکو اللہ عزوجل نے آبا کے لفظ سے پکارا یہ کون تھے اور رشتے کے ناطے سے سیدنا یعقوب علیہ السلام کے کیا لگتے تھے۔ تو سامعین کرام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عزوجل کے جلیل القدر نبی تھے، ان کے دو بیٹے تھے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام سیدنا اسحٰق علیہ السلام۔ اسحٰق علیہ السلام کے آگے بیٹے تھے سیدنا یعقوب علیہ السلام تو حضرت اسحٰق علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے والد ہوئے ابراہیم علیہ السلام دادا ہوئے اور اسمٰعیل علیہ السلام آپ کے چچا ہوئے۔ تو معلوم ہوا

قرآن نے اباء کا لفظ چچا کے لئے بھی استعمال فرمایا ہے۔ آپ احادیث مقدسہ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ خود کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا اباء کہہ کے بلاتے تھے۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب مدارج النبوت جلد دوم ص ۸۴۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ناز میں حاضر ہوئے تو نبی کریم علیہ السلام ان کی آمد پر کھڑے ہی نہیں بلکہ اپنے چچا جان کی طرف قدم بڑھایا جس طرف سے حضرت عباس رضی اللہ تشریف لا رہے تھے۔ جب ملاقات ہوئی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی دائیں طرف بٹھالیا اور فرمایا کہ اے میرے غلامو! صحابہ کرام نے عرض کی جی ہمارے آقا۔ فرمایا ادھر دیکھو، یہ میرے چچا ہیں ہر ایک انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے چچا پر فخر کرے (تو میں گویا ان کا استقبال کرکے تمہیں توجہ دلا کے، ان کو اپنے پاس بٹھا کے، ان سے شفقت کرکے میں بھی اپنے چچا پر فخر کر رہا ہوں) یہ بات سنکر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے محظوظ ہوئے، بڑے خوش ہوئے، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ

نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کتنی پیاری اور دل کو موہ لینے اور سکون بخشنے والی بات فرما رہے ہیں تو کائنات کے والی اللہ عزوجل کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بات میں کیوں نہ کہوں حالانکہ تم میرے چچا ہو اور میرے والد کے قائم مقام ہو نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ۔ عرض کی جی حضور۔ فرمایا هٰذَا بَقِيَّةُ اٰبَاۗءِیْ۔ "پورے خاندان میں اب یہی میرے بزرگ یہی میرے آباء یعنی میرے چچا عباس رہ گئے ہیں۔ (اسد الغابہ جلد دوم)

معزز بزرگو! توجہ فرمائیں، نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کے لیئے وہی آباء کا لفظ استعمال فرمایا۔ جو الفاظ ربِّ کائنات نے قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کے لیئے استعمال فرمائے۔ اچھا غور فرمائیں جب نبی کریم علیہ السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ کے اس اعلان پر پوری دھرتی پر ایک انقلاب پیدا ہوگیا۔ بتوں کے پجاریوں کو بتوں سے نفرت ہوگئی۔ غیروں کے سامنے اپنا سر جھکانے والے خدا عزوجل کے سامنے سر جھکانے لگے۔ نبی کریم علیہ السلام مکہ کے بازاروں، گلیوں میں، محلوں میں کوچوں میں ہر جگہ ہر مقام پر ایک ہی اعلان فرماتے لوگو! خدا عزوجل وحدہٗ لاشریک کی ذات اقدس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی پرستش کے قابل ہے، وہی خالص ارض و سماوات ہے، وہی ہادی۔ اور برحق ہے وہی سجدے کے قابل ہے یہ بت جھوٹے ہیں۔ یہ پتھر جن کی تم پوجا کرتے ہو سب جہنم میں جائیں گے اور پوجا کرنے والے بھی ان کے ہمراہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے اور خدا عزوجل کے غضب کا شکار ہوں گے۔ جن کی قسمت میں اللہ پاک عزوجل نے ایمان کی دولت نصیب فرمائی تھی وہ تو مسلمان ہوگئے کلمہ شریف پڑھنے لگے لیکن مکہ شریف کے بڑے بڑے قریشی، بڑے بڑے رئیس۔ بڑے بڑے جاگیردار حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دشمن ہوگئے۔ ہر وقت یہی سوچتے کہ کسی نہ کسی

طریقہ سے نبی کریم علیہ السلام کو اس تبلیغ سے باز رکھا جائے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ آخر کار انہوں نے مشورہ کیا کہ چلو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب سے اس کی شکایت کریں کہ اپنے بھتیجے کو اس تبلیغ سے روک لے نہیں تو ہم سے بُرا کوئی نہیں ہوگا، چنانچہ مکہ شریف کے تمام بڑے بڑے کفار مثلاً ابُوجہل، ابوُسفیان، عُتبہ۔ شیبہ۔ ولید۔ ابوالبختری، عاص وغیرہ حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ ابوطالب۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ خیر تو ہے۔ آج سارے سرداران مکہ اور معززین میرے پاس کیسے ہیں تو کفارِ مکہ نے کہا:۔

قُلْ لِابْنِكَ يَرْجِعُ عَنْ شَتْمِ اٰلِهَتِنَا۔ "اے ابوطالب اپنے بیٹے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سمجھاؤ کہ وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے سے باز آجائے"،

دگرنہ اس کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کی تمام تر ذمہ داری اُسی پر ہوگی۔

حضرت ابوطالب نے فرمایا آپ فکر نہ کریں میں آپ حضرات کے جذبات سے اپنے بیٹے کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دوں گا۔ حضرت ابوطالب نے نبیُ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور بڑی شفقت سے فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے آج میرے پاس مکہ کے تمام رؤسا آئے تھے اور اس اس طرح کہہ رہے تھے، بیٹے میں اکیلا ہوں اور بوڑھا ہوں، کمزور ہوں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں برداشت نہ کرسکوں۔ اللہ پاک کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ چچا جان کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ نے چچا جان کو کیا خوب فرمادیا:۔

وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِىْ يَمِيْنِىْ وَالْقَمَرَ فِىْ يَسَارِىْ اے چچا جان خدا کی قسم اگر یہ مکہ والے میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند بھی رکھ دیں تو میں محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ سے رک نہیں سکتا۔

(سیرت ابن ہشام اول۔ مدارج النبوت دوم۔ تاریخ طبری اول۔ البدایہ والنہایہ سوم)

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لاثانی جواب کی حفیظ جالندھری مرحوم نے بڑی پیاری فوٹو کاپی کی کہ سرکار نے چچا کو یہ جواب دیا ے

کسی دھمکی کسی ڈر سے میرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا
میرے ہاتھوں میں چاند سورج بھی اگر رکھ دیں
میرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں
خدا کے کام سے باز ہرگز میں رہ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

اچھا تو عرض کرنا یہ ہے کہ جب مکہ کے کفار صرف ابو طالب کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابو طالب سے کہا، کیا کہا کہ قُلْ لِاَ بْنِكَ : "اے ابو طالب اپنے بیٹے سے کہہ" کے عربیوں نے عربی جن کی مادری زبان ہے جو عربی کے ماہرین ملنے جاتے ہیں وہ بھی ابو طالب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اَبْ کہہ رہے ہیں اور حضور علیہ السلام کو ابن کہہ رہے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ عربی لوگ چچا کو اَباء کے لفظ سے بلاتے ہیں اور پکارتے ہیں۔ معلوم ہوا اور نتیجہ نکلا کہ لفظ اَباء عام ہے، باپ، چچا۔ دادا۔ پردادا، اور نانا وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ دوسرا لفظ ہے والد۔ یہ اکثر سگے والد کے لئے بھی بولا جاتا ہے چنانچہ اللہ عزوجل قرآن پاک میں ماں باپ کے حقوق میں بیان فرماتا ہے تو یوں ارشاد ہوتا ہے:—

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔	"اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو سوائے رب کے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو"۔

اس آیۃ کریمہ میں دیکھیے باپ کے لئے والد کا لفظ اور صیغہ استعمال فرمایا۔ پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۲۔ اسی طرح ایک دوسرے مقام

پر اللہ عزوجل نے فرمایا کہ :—

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔

"اور یاد رکھو جب پختہ وعدہ لیا ہم نے بنی اسرائیل سے اس بات کا کہ نہ عبادت کرنا سوائے خدا کے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا۔"

(پ ۱ سورۃ بقرہ آیت ۸۲)

اس آیت کریمہ میں بھی باپ کے لئے والد کا صیغہ استعمال فرمایا ہے امام الانبیاء سید المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی اور چچا زاد بھائی حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے سوال کیا کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام آذر تھا جو کہ قرآن پاک میں مذکور ہے تو آپ نے جواب دیا کہ :—

اِنَّ اَبَا اِبْرَاھِیْمَ لَمْ یَکُنْ اِسْمُہٗ اٰذَرَ وَاِنَّمَا کَانَ تَارِخُ

"نہیں بلکہ بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام حضرت تارخ تھا نہ کہ آذر۔"

یہی بات کسی نے عظیم تابعی حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھی کہ کیا حضرت کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر تھا؟ تو آپ نے بھی جواب دیا کہ :—

لَیْسَ اٰذَرُ اَبَا اِبْرَاھِیْمَ

آذر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں تھا بلکہ اُن کے والد کا نام تارخ یا تیرخ تھا۔ یہی سوال کسی نے حضرت جُریج تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا کہ حضرت جی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ آذر تھا۔ آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ :—

لَیْسَ اٰذَرَ بِاَبِیْہِ اِنَّمَا ھُوَ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ تَارِخُ۔

ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد آذر نہیں تھے بلکہ حضرت تارخ تھے۔

یہی بات کسی نے حضرت اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سُدّی سے پوچھی کہ :—

اَنَّہٗ قِیْلَ لَہٗ اسْمُ اَبِی اِبْرٰھِیْمَ اٰذَرَ۔ یا حضرت کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر تھا؟

تو آپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ بَلْ اِسْمُہٗ تَارِخُ بلکہ آپ کا نام تارخ تھا

(مسالک الحنفاء لابویہ المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

علاّمہ سیّوطی کی تحقیق

امام المحدثین حضرت علاّمہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب مسالک الحنفاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد حضرت تارخ پر بڑی پیاری بحث فرمائی ہے اور ثابت فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر کافر نہیں تھے بلکہ تارخ مسلمان تھے۔ کیسے بحث فرمائی سُنیئے فرماتے ہیں کہ:۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف لائے اور آپ نے اپنے چچا آذر کو بُت پرستی میں مشغول دیکھا تو آپ نے اپنے چچا کو بت پرستی چھوڑ دینے کی تلقین کی اور فرمایا چچا جان یہ بُت جھوٹے ہیں یہ سب جہنم کا ایندھن ہیں اور ان کو خدا سمجھ کر پوجنے والے بھی جہنمی ہیں لہٰذا اپنی ذات پر رحم کرو اور مسلمان ہو جاؤ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جان لو۔ آذر نے کہا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) تو فکر نہ کر، مَیں مسلمان ہو جاؤں گا میرے لئے دعا کیا کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا سے وعدہ فرمایا کہ انشاء اللہ میں تمہارے لئے اللہ عزّوجلّ کی بارگاہ سے بخشش کی دُعا کیا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ تم کو مسلمان بنائے اور تیرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وعدہ کے مطابق دعا فرماتے رہے لیکن آذر کافر کا کافر ہی رہا۔ کیوں؟ اسلئے کہ اللہ عزوجل نے اس کی قسمت میں ایمان لکھا ہی نہیں تھا، یہانتک کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرودیوں کے جھوٹے خداؤں کو پاش پاش کیا تو نمرود نے تمام لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے

کا پروگرام بنایا تو نمرودیوں نے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کیں۔ آگ جلائی گئی، جب آگ شعلے مارنے لگی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے قریب لایا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ نمرود اور اس کے تمام وزراء، سُفراء اور تمام شہر کی آبادی یہ منظر دیکھنے کے لیئے موجود ہے، ان تماشہ دیکھنے والوں میں آپ کا چچا آذر بھی موجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بھڑکتی ہوئی آگ کے حوالے کیا گیا۔ نمرود نے کہا کہ آج ہمارے خداؤں کا دشمن جل کر راکھ ہو جائے گا۔ تمام کافروں نے کہا کہ آج کے بعد کسی کو بھی ہمارے معبودوں سے ٹکر لینے کی ہمت نہیں پڑے گی اس لئے کہ ہمارے معبودوں کا سب سے بڑا دشمن ختم ہو جائے گا۔ لیکن قدرت خداوندی مُسکرا پڑی۔ آواز آئی ظالمو تم میرے خلیل کو مٹانا چاہتے ہو لیکن میں اپنے خلیل کو تمہارے ظلم سے بچا کر تمہاری تمام امیدوں پر پانی پھیرنا چاہتا ہوں۔ ادھر اللہ عزوجل کا خلیل آگ میں گیا۔ ادھر اللہ پاک نے آگ کو فرمایا کہ :۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۔ " ہم نے حکم دیا اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی والی ٹھنڈی ہو جا۔ "

جب آگ کو اللہ عزوجل کا یہ حکم ملا تو آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کی بجائے باغ و بہار کا منظر پیش کر دیا۔ تمام لوگ حیران ہو گئے۔ خود نمرود حیران ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا وہ سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا کہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو جلایا کیوں نہیں؟ تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آذر بولا کہ اے لوگو! جانتے ہو کہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو کیوں نہیں جلایا۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں؟ تو آذر نے کہا کہ یہ سب میری برکت تھی، میری وجہ سے ابراہیم علیہ السلام آگ سے محفوظ رہے! جب آذر نے یہ بات کہی تو اُسی وقت اللہ عزوجل نے اُس پر آگ کا ایک انگارہ بھیجا جس نے آذر کو جلا کر راکھ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آذر جل

کر راکھ ہو گیا ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا میرے خلیل ! ۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی جی ربّ جلیل ۔ فرمایا پیارے تمہارے دشمن چچا کو ہم نے جلا کر ہلاک کر دیا ہے ۔
ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میرا چچا کافر ہو کر مر گیا ہے تو آپ نے اپنے چچا کے لئے مغفرت کی دعا کرنا چھوڑ دی کیونکہ کافر کیلئے دعائے مغفرت کرنا جائز نہیں ہے ۔
اسی بات کی طرف اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رب العزت اپنے پیارے کلام میں ارشاد فرماتا ہے :۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۔

"اور نہ تھی استغفار ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ (یعنی چچا) کے لئے مگر ایک وعدہ کو پورا کرنے کی وجہ سے جو انہوں نے چچا سے کیا تھا" "جب ظاہر ہو گئی آپ پر یہ بات کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بیزار ہو گئے ۔ اس سے بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑے ہی نرم دل اور بُرد بار تھے ۔"

جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا، اسوقت آپ کی عمر سینتیس (۳۷) برس تھی اور آپ ابھی کنوارے تھے یہ سارا واقعہ بابل شہر کوفہ سے تریسٹھ میل دور عراق کے علاقہ میں پیش آیا ۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آپ کی آنکھوں کے سامنے ۳۷ برس کی عمر میں ہلاک ہو گیا اور آپ نے اُس کے لیئے دعا نہ مانگنے کا اللہ عزوجل سے وعدہ کیا ۔ اب آگے چلیئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے باہر تشریف لائے تو آپ نے اب بابل شہر میں رہنا پسند نہ فرمایا ۔ ادھر اللہ عزوجل کا حکم آیا میرے خلیل ۔ عرض کی جی ربّ جلیل ۔ فرمایا پیارے اب یہاں سے نکل کر عرب کی طرف ہجرت کرتے چلو اور عربیوں کو میرے وحدہٗ لاشریک ہونے کا درس دو ۔ عرض کی ٹھیک ہے مولا میں تو تیری رضا پر راضی ہوں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل شہر سے جب ہجرت کر کے چلنے لگے تو

آپ کی قوم نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کہاں جا رہے ہو، آپ نے کیا جواب دیا قرآن پاک اس کو بیان فرماتا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو یوں جواب دیا :- آپ نے فرمایا کہ

قَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۔ " میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ میری راہنمائی فرمائے گا ۔ "

(پ ۲۳ سورۃ صٰفّٰت آیت ۸۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل سے ہجرت کر کے اپنے دادا کے وطن حیران میں تشریف لائے کچھ دن یہاں قیام فرمانے کے بعد آپ اردن میں تشریف لائے یہاں بھی چند دن قیام و تبلیغ کے بعد آپ شام میں تشریف لے گئے ۔ جب شام پہنچے تو یہی آپ کا مستقل ٹھکانہ بنا اور آپ نے پکا قیام فرمالیا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو زوجہ شریفہ تھیں لیکن اولاد کی نعمت سے محروم تھے ۔ دل میں خیال آتا ہے کہ ہمارا بھی کوئی بچہ ہوتا ۔ ہم بھی دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتے ۔ آپ اسی انتظار میں رہے کہ اللہ تعالٰی ضرور اپنی بارگاہ سے ضرور اولاد عطا فرمائے گا لیکن عمر نوّے (۹۰) برس کی ہوگئی کوئی اولاد نہ ہوئی ۔ کیوں ؟ اسلئے کہ اللہ عزّوجلّ بھی چاہتا تھا کہ میرا خلیل اپنے پیارے ہاتھ اٹھا کر میری بارگاہِ نازنین میں دست سوال دراز کرے تو میں رحمت کی بارش برسا دوں ۔ آخر کار اللہ عزّوجلّ کے خلیل نے نوّے برس کی عمر میں خالقِ کائنات کی بارگاہ میں جھولی پھیلا کر یوں دعا کی کہ :-

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ " اے میرے رب عطا فرما دے مجھے ایک نیک بچہ ۔ اے ساری کائنات کو بیٹے اور بیٹیاں عطا کرنے والے ۔ اے سارے جہاں کی خالی جھولیاں بھرنے والے رحیم و کریم ۔ اے اپنے خلیل کو نمرود کی آگ سے نجات دینے والے مشکل کشا ۔ اے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والے مشفق خدا ۔ اے اجڑی ہوئی بستی کو دوبارہ آباد کرنے والے جبّار ۔ اے ذلیلوں کو اپنی بارگاہ

پناہ کس سے عزت دینے والے مُعِزّ۔ اے بے اولادوں کو اولاد عطا کرنے والے داتا۔ تیرا خلیل بھی تیرا دوست بھی تیری توحید کا پرچم لہرانے والا ابراہیم بھی تیری بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر عرض کرتا ہے کہ میری دو بیویوں سارہ یا ہاجرہ میں سے کسی ایک کی گود میں ایک نیک فرزند بھیج دے اللہ اکبر۔ جب اللہ عزّوجلّ کے خلیل نے دعا کی۔ ادھر اللہ تعالیٰ کے دوست نے دستِ سوال دراز کیا۔ ادھر خلیل کے دوست ربِّ کائنات کی رحمت جوش میں آگئی۔ ربّ لم یزل نے فرمایا۔ جبرئیل، عرض کی یا ربِّ جلیل فرمایا۔ ذرا زمین کی طرف نگاہ جھکا کے دیکھ! میرا خلیل میری بارگاہ سے ایک نیک فرزند کی درخواست کر رہا ہے۔ جبرئیل نے عرض کی مولا دیکھ رہا ہوں فرمایا پھر بیٹھا کیوں ہے یار کی درخواست والے ہاتھ چہرے تک نہ جائیں کہ تو میرا پیغام لے کر پہلے میرے یار کے پاس جا۔ ادھر خلیل نے دُعا مکمل کی اُدھر اللہ عزّوجلّ کا نوری جبرئیل رب کا پیغام لے کر آیا۔ یہی بات قرآن نے ہمیں بتائی کہ:۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے خوشی کی خبر سنائی اپنے خلیل کو ایک بردبار لڑکے کی"۔ سبحان اللہ!۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے خلیل کی زوجہ سیدہ ھاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھولی میں خلیل کی دعاؤں کی وجہ سے حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو بھیج دیا۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تشریف لائے تو بڑے پیارے، بڑے خوبصورت بڑے حسین، اور ایسے ہوتے کیوں ناں؟ ایک تو فرزند نبی دوسرے خود نبی تیسرے آپ کی پیشانی میں ہمارے آقا مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک چمکارے مار رہا تھا۔ اللہ عزّوجلّ کے خلیل کو اپنا ننھا اسمٰعیل بڑا پیارا لگا۔ آپ پیار سے ننھے اسمٰعیل کو چوم کر اپنے سینے سے لگا لیتے ہیں، سیدہ ھاجرہ اپنے سرتاج کی بیٹے سے محبت دیکھ کر خوشی سے پھولی نہیں سماتیں۔

لیکن ادھر خلیل اللہ علیہ السلام کی دوسری بیوی سیّدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو اولاد کی نعمت سے ابھی محروم ہیں دیکھ کر رشک پیدا ہوتا ہے۔ ایک دن حضرت سیّدہ سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جب پیار کرتے دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر کہا کہ اے میرے سرتاج۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ حضرت سیّدہ سارہ نے کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام اگر مجھے اپنے گھر میں بسانا چاہتے ہو تو ان دونوں ماں اور بیٹے کو کہیں جنگل میں چھوڑ آؤ۔ اللہ عزوجل کا خلیل بڑا حیران ہوا۔ سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ عرض کی اے ربّ کائنات۔ آواز آئی میرے خلیل کیا بات ہے یا اللہ بڑی مشکل سے بڑی دعاؤں سے بڑے عرصے کے بعد تو نے مجھے یہ نیک فرزند عطا فرمایا لیکن سارہ کہتی ہے اسے جنگل میں چھوڑ آ۔ یا اللہ اب کیا کروں؟ فرمایا پیارے یہ سارہ نے نہیں کہا بلکہ ہم نے سارہ کی زبان سے کہلوایا ہے، زبان سارہ کی ہے لیکن حکم ہمارا ہے لہٰذا دونوں بیٹے اور بیوی کو لے لو اور ہمارے گھر بیت اللہ شریف کے پاس چھوڑ آؤ۔ جب جلیل کا حکم آیا تو پھر دیر کاہے کی تھی۔ فوراً خلیل نے سیّدہ ہاجرہ کو چلنے کا حکم دیا۔ حضرت ہاجرہ بیٹے کو لیکر تیار ہوگئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک چمڑے کے تھیلے میں گذارے کے لئے کھجوریں ڈالیں ایک چمڑے کا مشکیزہ پانی کا بھر لیا پھر تینوں ایک سواری پر بیٹھ گئے۔ قربان جاؤں اللہ عزوجل کے یار پر رب کی رضا پر اپنے لختِ جگر اور پیاری رفیقۂ حیات کو اپنے سے جدا کرنے کے لئے بالکل تیار ہو گئے۔ میاں یہ ہے خدا کی سچی محبت، یہ ہے رب سے سچی یاری، یہ خدا کا سچا پیار۔ آج ہم بھی ہیں۔ بڑے دعوے کرتے ہیں، موحد بننے کے، رب کے نیک بندے بننے کے لیکن ہمارا حال کیا ہے؟ کہ سال کے بعد اپنے مال میں فرض زکوٰۃ بھی ادا نہیں کر سکتے خدا کے نام پر کوئی سوال کر دے تو ہمیں سانپ سونگھ جاتا ہے۔ ہم بہرے ہو جاتے ہیں۔ دعا کرو اللہ پاک ہمیں بھی خلیل اللہ والی جانثاری

عطا فرمائے آمین ـــ خیر عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو لیکر اس مقام پر تشریف لائے جہاں آج کعبہ شریف اپنی تجلیاں بکھیر رہا ہے دوستو! اس وقت کعبہ شریف اس حالت میں نہیں تھا جیسے آج ہے کہ ہر طرف بہاریں ہی بہاریں، ہر طرف مکانات، فلیٹیں، کوٹھیاں، باغات، چہل پہل۔ اس وقت کیا عالم تھا، حفیظ جالندھری مرحوم اس کا نقشہ پیش فرماتے ہیں کہ ؎

وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی تھی
وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی تھی
وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہول آتا تھا
وہ نقشہ جس کی صورت سے فلک بھی کانپ جاتا تھا
یہ وادی جو بظاہر ساری دنیا سے نرالی تھی
یہی اک روز دین حق کا مرکز بننے والی تھی
یہیں ننھے سے اسمٰعیل کو لاکر بسانا تھا
یہیں اپنی جبینوں سے خدا کا گھر بسانا تھا

(شاہنامہ اسلام ص ۲۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو وہاں جاکر بٹھا دیا جہاں اب آبِ زمزم کا کنواں ہے وہ کھجور والا تھیلا، پانی کا مشکیزہ سیدہ حاجرہ کے پاس رکھدیا بغیر بتائے، بغیر اجازت لئے اللہ عزّوجلّ کا خلیل جانے لگا، جب سیدہ ہاجرہ نے یہ دیکھا تو مجازی خدا کے پیچھے دوڑیں۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں، میرا آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

ثُمَّ قَفّٰی اِبْرَاهِیْمُ مُنْطَلِقًا۔ — پھر بغیر بتائے ابراہیم علیہ السلام واپس مڑے

فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمٰعِیْلَ فَقَالَتْ — تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ نے انکا

يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَ — پیچھا کیا اور عرض کی کہ اے اللہ کے خلیل ہمیں
تَتْرُكُنَا فِيْ هٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ — اس جنگل میں جہاں کوئی نہ انسان ہے نہ کوئی
لَيْسَ فِيْهِ اَنِيْسٌ وَّلَا شَيْءٌ ۔ — اور چیز چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟"

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ سیدہ ھاجرہ بار بار پوچھتی رہیں لیکن اللہ عزوجل کا یار خاموش رہا۔ آخر خود ہی حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی :۔ فَقَالَتْ لَهٗ "کہ اے میرے سرتاج آپ بولتے کیوں نہیں
آٰللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا ۔ کیا اسبات کا حکم آپ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے دیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ قَالَ نَعَمْ فرمایا ہاں! بالکل اللہ پاک کا یہی حکم ہے ورنہ ھاجرہ خود سوچو کوئی انسان ایسا ہے جو تم جیسی فرمانبردار بیوی اور اسماعیل جیسا نورانی بیٹا ایسے بھیانک جنگل میں چھوڑنے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟
جب حضرت ھاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے یہ سنا کہ اللہ پاک کا حکم ہے تو آپ نے جواب دیا :۔
قَالَتْ اِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا ۔ کہ اے ابراہیم علیہ السلام اگر اللہ پاک حکم ہے تو پھر ٹھیک ہے آپ بیشک جائیے جس ربّ نے ہمیں یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے وہی ہماری حفاظت فرمائے گا ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ (بخاری شریف جلد اول کتاب الانبیاء)
حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے چلے اور ایک پہاڑ کی اوٹ میں چھپ کر اپنی بیوی اور بچے کو دیکھنے لگے تو دل بھر آیا تو اس پہاڑ کی اوٹ میں چھپ کر اپنے اللہ پاک کی بارگاہ میں دُعا مانگی :۔ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ — اے ہمارے ربّ میں نے بسا دیا ہے
مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ — اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس
زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا — میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت
لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً — والے گھر کے پڑوس میں اے ہمارے ربّ

مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۔ یہ اسلئے تاکہ وہ قائم کریں نماز پس کر دے لوگوں کے دلوں میں وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں"

اس بات کو حفیظ جالندھری مرحوم نے یوں پیش کیا کہ ؎

کہ اے مالک عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں
یہ بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں
اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا سامان دے
اسی بے برگ و سامانی کو شانِ صد بہاراں دے
الہٰی نسل اسمٰعیل بڑھ کر قوم ہو جائے
یہ قوم اک روز پابندِ صلوٰۃ و صوم ہو جائے

(ماہنامہ اسلام ص ۲۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کافی دیر تک اس پہاڑ کے پیچھے کھڑے رہے، بچے اور بیوی کو دیکھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔ آخر میں جب آپ نے یہ دعا مانگ کر اپنے والدین کے مومن ہونے کی اور جنتی ہونے کی تصدیق مہر ثبت کر دی۔ اللہ تعالیٰ آج بھی اس دعا کو نسلِ انسانی کے سامنے پیش کر کے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر فرما رہا ہے۔ دنیا والو! ہوش کرو، اللہ عزوجل کے خلیل کے والدین کافر نہیں تھے بلکہ مومن تھے مسلمان تھے، مومن تھے، موحد تھے، جنتی تھے، آیئے قرآن سے پوچھئے کہ خلیل علیہ السلام نے کونسی دعا فرمائی تھی: رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ "اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔"

(پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۴۱)

حضراتِ محترم! اس بات پر ذرا توجہ فرمانا - آپ ابھی سن چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام! جب آگ سے باہر نکلے تو آپ کا چچا ہلاک ہو چکا تھا اور آپ نے اس کے لیئے بخشش کی دُعا کرنی چھوڑ دی تھی اس وقت آپ کی عمر سینتیس (۳۷) سال تھی پھر آپ پچاس سال بعد جب مکہ شریف میں اپنے بیوی بچے کو چھوڑ کر جاتے ہیں تو اور دعاؤں کے علاوہ یہ دعا بھی مانگتے ہیں کہ یا اللہ عزوجل میری ماں کو بھی بخشش دے میرے والد کو بھی بخش دے تو ماننا پڑے گا کہ جب مکّہ کی پہاڑی پر آپ نے والدین کے لیئے دعا مانگی تو والدین کو مومن سمجھ کر مانگی اور پھر ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یا اللہ عزوجل میرے والدین کو بھی بخش دے اور مومنین کو بھی بخش - یہ مومنین کا صیغہ اس بات کی نشاندھی کرتا ہے کہ آپ کے والدین مومنین میں سے تھے اگر مومن نہ ہوتے تو آپ ہرگز ہرگز دعا نہ کرتے کیونکہ اللہ عزّوجلّ کے نبی کو یہ بات زیبا نہیں دیتی کہ وہ مشرکین کے لیئے ربّ سے بخشش کی دعا مانگیں اللہ عزّوجلّ خود فرماتا ہے :-

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ - (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۱۲)	"درست نہیں ہے نبی کیلئے اور نہ ایمان والوں کے لیئے کہ بخشش طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں، جب کہ واضح ہوگیا ان پر کہ وہ لوگ دوزخی ہیں -" [۱]

(خزائن العرفان، نور العرفان، تفسیر مظہری، روح المعانی، ضیاء القرآن)

قرآن مجید، احادیث کریمہ، علمائے اُمّت کے اقوال سے یہ ثابت ہُوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد آذر نہیں بلکہ حضرت تارخ تھے جو کہ بحمد للہ مسلمان مومن موحد اور جنتی تھے -

---

[۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کے تفصیلی حالات پڑھنے کیلئے فقیر کی آنے والی تصنیف "اللہ کا خلیل"، کا مطالعہ فرمائیں ———— عتیقی

حضرات گرامی بات بڑی دُور چلی گئی، میں آپ کو نبی کریم علیہ السلام کا نسب شریف بتا رہا تھا کہ آپ کا نورِ پاک چلتا چلتا حضرت تارخ کے پاس پہنچا، حضرت تارخ سے ہوتا ہوا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مقدس پیشانی میں تشریف لایا۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود سے بچاتا ہوا سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لایا۔ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو چھُری سے بچا ذبیح اللہ کا لقب دلواتا ہوا حضرت عدنان کے پاس تشریف لایا، حضرت عدنان سے ہوتا ہوا حضرت مَعَدّ کے پاس تشریف لایا۔ حضرت مَعَدّ سے ہوتا ہوا حضرت نِزار کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت مُضَر کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت الیاس کے پاس تشریف لایا۔ یہاں سے ہوتا ہوا حضرت مُدرِکہ کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت خزیمہ کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا کنانہ کے پاس تشریف لایا، یہاں سے ہوتا ہوا نضر کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت مالک کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت فِہر کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت غالب کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت لُوئی کے پاس تشریف لایا۔ یہاں سے ہوتا ہوا حضرت کَعب کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت مُرّہ کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت کِلاب کے پاس تشریف لایا یہاں سے حضرت قُصَے کے پاس تشریف لایا، یہاں سے ہوتا ہوا حضرت عَبدِمَناف کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہوا حضرت ہاشم کے پاس تشریف لایا۔ (تفسیر نعیمی ج صـ ۶۰۷، مواہب لدنیہ اوّل، مدارج النبوت دوم، سیرت رسولِ عربی، طبقات ابن سعد اوّل، انوارِ محمدیہ)

حضرت ہاشم کی شان

حضرت ہاشم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے جدِّ امجد تھے۔ آپ کا اصل نام عمرو تھا یا عبدالعلی تھا ہاشم آپ کا لقب تھا کیونکہ آپ بہت بڑے سخی اور مہمان نواز تھے اور اپنی قوم کے بڑے

ہمدرد تھے۔ قوم کی ہر تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے، ان کی کوئی پریشانی ہوتی تو آپ بے قرار ہو جاتے، ایک دفعہ مکہ شریف میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی پڑ گئی لوگ شدید پریشان ہو گئے، ان کی پریشانی دیکھ کر آپ ملک شام میں تشریف لے گئے وہاں سے بہت سا آٹا خریدا اور مکہ شریف تشریف لائے اور روٹیاں پکوا کر صبح و شام مکہ شریف والوں کو کھلانے لگے، صبح و شام اپنا ایک اونٹ ذبح کرتے اسمیں روٹیاں توڑ توڑ کر ملاتے اور مکہ والوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے، اس دن سے آپ کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والا) کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ کیونکہ ھشم کے معنی ہے توڑنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ نبی علیہ اسلام کا نورِ پاک آپ کی پیشانی میں چمکارے مارنے لگتا تھا۔ حضرت علامہ امام محمد بن عبد الباقی المعروف علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۱ صـ ۷۳ میں یوں تحریر فرماتے ہیں: —

وَكَانَ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ فِىْ وَجْهِهٖ يَتَوَقَّدُ شُعَاعُهٗ وَيَتَلَالَاءُ ضِيَاؤُهٗ وَلَا يَرَاهُ حَبْرٌ اِلَّا قَبَّلَ يَدَهٗ وَلَا يَمُرُّ بِشَيْئٍ اِلَّا سَجَدَ اِلَيْهِ۔

"اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا نورِ پاک جو حضرت ہاشم کے چہرہ میں تھا اس کی شعاعیں نکلتی تھیں اور اسکی ضیائیں چمکتی تھیں جو عالم بھی آپکو دیکھتا وہ آپکے ہاتھوں کو بوسا دیتا جس چیز کے پاس سے آپ گزرتے وہ آپکو سجدہ کرتی۔"

یہی وجہ تھی کہ پورا عرب اور خصوصاً مکہ والے آپ کی بڑی تعظیم کرتے عرب شریف کے ہر قبیلہ ہر برادری کی یہ تمنا تھی کہ حضرت ہاشم ہماری بیٹی کو اپنی زوجیت سے شرف بخشیں، یہاں تک کہ روم کے بادشاہ جس کا نام ہرقل تھا اس نے بھی آپ کو اپنے قاصد کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ مجھے معتبر ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ آپکو رب العالمین نے بڑی شان عطا فرمائی ہے، بڑی عظمت بخشی ہے، بڑا کمال بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

میری دلی خواہش و آرزو ہے کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میں اپنی لڑکی آپکی زوجیت میں دے دوں، میرا مان رکھتے ہوئے امید ہے آپ ضرور تشریف لائیں گے۔ جس لڑکی کا نکاح میں آپ کے ساتھ کرنے والا ہوں اس جیسی حسین و جمیل لڑکی آج اس پورے روئے زمین پر نہیں ہوگی۔ یہ صرف اور صرف اسلئے میں آپ سے گذارش کر رہا ہوں کہ آپ کی پیشانی میں نبیٔ آخر الزّماں حضرت سیّدنا و مولانا محمّد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور موجود ہے۔ جس کے بارے میں ہم نے انجیل شریف میں پڑھا ہے۔ اور اپنے علماء سے سنا ہے۔ اگر آپ ہماری بیٹی سے رشتہ جوڑ لیں تو زہے نصیب! (زرقانی شریف جلد اول ص۷۳)

لیکن آپ نے تمام قبائل اور روم کے بادشاہ ھرقل کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

(معارج النبوت جلد اول، سیرت رسول عربی)

حضرت ھاشم نے فرمایا کہ میں ایسی عورت سے نکاح کروں گا جو دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ نیک اور پاک سیرت ہو مجھے ظاہری حُسن کی ضرورت نہیں میں تو باطنی حُسن کی تلاش میں ہوں تاکہ نور محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصلی مقام تک پہنچ سکے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ رات کو سوئے تھے تو خواب میں آپ نے ایک بڑی حسین و جمیل عورت سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد آپ نے اس عورت سے خواب میں ہی پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام سلمیٰ ہے، میرے باپ کا نام عمرو ہے فرمایا کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہو۔ اس نے کہا کہ بنی نجار سے۔ آپ نے فرمایا تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے، اس نے کہا کہ یثرب (موجودہ مدینہ کا نام ہے)۔ حضرت ہاشم نے خواب میں یہ منظر دیکھا تھا تو چند دنوں بعد آپ کا تجارت کی غرض سے شام ملک کی طرف جانا ہوا۔ شام سے ہوتے ہوئے آپ مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ شریف میں آپ ایک شخص عمرو بن زید خزرجی کے ہاں ٹھہرے۔ ایک دن آپ عمرو بن زید کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک

ایک حسین و جمیل عورت آئی۔ حضرت ہاشم نے جب اُس خاتون کی طرف دیکھا تو وہی خواب والا منظر یاد آیا۔ آپ نے عمرو بن زید سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ عمرو نے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے۔ فرمایا اس کا نام کیا ہے؟ عمرو نے کہا کہ سلمیٰ۔ حضرت ہاشم نے عمرو سے اس کا رشتہ مانگ لیا۔ جیسے یہ بات ہوئی عمرو نے لڑکی سے مشورے کے بعد یہ بات مان لی مگر شرط یہ ٹھہری کہ میں اپنی لڑکی کی شادی تو تم سے کر دوں گا مگر سلمیٰ جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے میں ہی جنے گی۔ آپ نے یہ شرط قبول کر لی اور حضرت ہاشم کا نکاح ہو گیا۔ حضرت سلمیٰ حسن و جمال اور فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ تھی نکاح کے بعد آپ پھر ملک شام میں تجارت کی غرض سے چلے گئے۔ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو پھر مدینہ شریف تشریف لے آئے اور اپنی بیوی حضرت سلمیٰ کو لیکر مکہ شریف پہنچ گئے۔ کچھ عرصہ حضرت سلمیٰ اپنے خاوند کے ہمراہ مکہ شریف میں رہیں جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے امید سے کر دیا تو حضرت سلمیٰ اپنے خاوند کے ہمراہ مدینہ شریف تشریف لے آئیں۔ حضرت ہاشم اپنی بیوی کو میکے چھوڑنے کے بعد تجارت کی غرض سے ملک شام چلے گئے۔ ملک شام کے ایک شہر غزہ میں آپ بیمار ہو گئے بڑا علاج کیا لیکن ٹھیک نہ ہوئے آخر کار وہیں غزہ شہر میں آپ کا وصال ہو گیا (معارج النبوت اول، طبقات ابن سعد اول، سیرت رسول عربی)

حضرت ہاشم کے وصال کے بعد حضرت سلمیٰ کے بطن سے حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نورِ پاک حضرت ہاشم سے منتقل ہو کر آپکی پیشانی میں تشریف لایا۔

شانِ حضرت عبدالمطلب

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصلی نام شیبۃ الحمد تھا۔ آپ کا نام یہ اسلئے رکھا گیا کہ آپ پیدا ہوئے تو آپ کے سر پر چند بال سفید تھے اور حمد اسلئے رکھا گیا کہ آپ کے اکثر کام بڑے پیارے اور خوش آئند تھے۔

جس کی وجہ سے لوگ آپ کے کردار اور افعال کو دیکھ کر آپ تعریف کرتے تھے لیکن آپ مشہور تھے عبدالمطلّب کے نام سے یعنی مطلب کا غُلام، اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت ھاشم کا وصال ہُوا تو آپ مدینہ شریف میں پیدا ہوئے تقریباً سات آٹھ سال تک اپنی والدہ ماجدہ حضرت سلمٰی کے سایہ میں پرورش پاتے رہے ایک دن آپ مدینہ شریف میں ایک کھیل کے میدان میں اپنے ساتھی بچوں کے ساتھ تیراندازی کر رہے تھے کہ مکہ شریف کا ایک قریشی تاجر جو کہ تجارت کی غرض سے مدینہ شریف کی طرف آیا ہُوا تھا اس کا گذر اس کھیل کے میدان کے پاس سے ہُوا۔ جب اس نے بچوں کو تیراندازی کرتے دیکھا تو اس نے تھوڑی دیر کے لیئے رُک کر بچوں کے اس کھیل کو دیکھا کہ بچے کیسے تیراندازی کر رہے ہیں۔ جب حضرت شیبہ کی باری آئی تو جب آپ تیر پھینکتے تو آپ کا تیر عین نشانے پر لگتا لوگ تالیاں بجاتے تو آپ اسکے جواب میں فرماتے کہ تیر کیوں نشانے پر نہ لگے؟ کہ اَنَا اِبْنُ ھَاشِمْ میں ھاشم کا لختِ جگر ہوں۔ وہ ہاشم جو سَیّدُ البطحا یعنی بطحا کے سردار تھے جب آپ نے تیراندازی ختم کی تو اُس قریشی تاجر نے حضرت شیبہ کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ اے جانِ من تم کون ہو؟ تو آپ نے فرمایا میرا نام شیبہ ہے اس نے پوچھا تمہارے والد کا نام؟ تو آپ نے فرمایا میرے والد گرامی کا نام ہاشم ہے دادا کا نام عبدالمناف وہ سمجھ گیا کہ یہ تو مُطلِّب کا بھتیجا ہے اور ہمارے خاندان کا ایک فرد ہے۔ چنانچہ جب یہ قریشی تاجر واپس مکہ شریف پہنچا تو اس نے اپنے سردار مطلب سے مدینہ شریف کا تمام واقعہ کہہ سنایا اور کہا کہ اے مطلب ایسے خوبصورت اور حسین اور بے مثال بچے کو مدینہ شریف نہیں چھوڑنا چاہیئے کیونکہ ایک تو آپ کے بھائی کی نشانی ہے اور دوسرا ہمارے خاندان کی عزت ہے اگر یہ بچہ وہاں رہا تو ہمارے لیئے شرمندگی ہوگی حضرت ہاشم کے بھائی مطلب جو حضرت ہاشم کے بعد مکہ میں سردار تھے فوراً مدینہ

شریف روانہ ہو گئے۔ جب آپ مدینہ شریف پہنچے تو حضرت شیبہ کو تلاش کرنے لگے لیکن کامیاب نہ ہوئے آخر کار ایک دن اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ بچوں کے ساتھ تیر اندازی کر رہے تھے کہ آپ چچا مطلب نے اپنے بھائی کے ہمشکل بچے کو پہچان لیا اور سمجھ گئے میرا بھتیجا ہے۔ حضرت شیبہ کو بلایا پوچھا اے شہزادے تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میرا نام شیبہ بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ آپ کے چچا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا آ بیٹا میرے کلیجے سے لگ جا میں تمہارا چچا مطلب ہوں۔ اور تمہارے والد کا بھائی ہوں۔ حضرت شیبہ نے اپنے چچا کی بڑی تعظیم کی بڑے ادب سے ملے ادھر حضرت سلمی کو بھی پتہ لگ گیا کہ میرے بیٹے کے چچا مطلب مدینہ پہنچ چکے ہیں۔ حضرت سلمی نے پیغام بھجوادیا کہ آپ گھر تشریف لاویں یہاں آکر قیام کریں مطلب نے کہا کہ میں اس وقت تک تمہارے گھر نہیں آسکتا جب تک تم میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں کرتی کہ شیبہ کو میرے ساتھ مکہ شریف روانہ کرو گی۔ حضرت سلمی نے وعدہ فرمایا کہ اے مطلب یہ بچہ اگرچہ میرے بطن سے پیدا ہوا ہے، ایسے نوری بیٹے کو میں اپنے سے جدا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی لیکن چونکہ اس کی پرورش کا حق تمہارا ہی بنتا ہے لہٰذا میں اسے روکنے کا حق بھی نہیں رکھتی۔ تو مطلب نے پھر حضرت سلمی کے گھر میں تین دن قیام کیا۔ تین دن کے بعد اپنے بھتیجے کو لیکر مطلب مکہ شریف پہنچ گئے۔ جب مطلب حضرت شیبہ کو لیکر مکہ شریف پہنچے تو صبح چاشت کا وقت تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا حضرت شیبہؒ کا حلیہ دھوپ اور سفر کی وجہ سے کملایا ہوا تھا۔ بال بکھرے ہوئے کپڑے میلے کچیلے ہو رہے تھے۔ لوگوں نے جب اپنے سردار کو دیکھا تو استقبال کیا۔ مکہ والوں نے مطلب سے پوچھا کہ سردار یہ بچہ کون ہے؟ تو مطلب نے اپنے بھتیجے کی حالت دیکھتے ہوئے دل میں سوچا کہ اگر یہ کہوں کہ میرا بھتیجا ہے تو لوگ طعنے دیں گے کہ اپنی حالت دیکھو اور بھتیجے کی حالت

دیکھو تو مطلب نے جلدی میں کہدیا کہ ھٰذَا عَبْدِیْ یہ میرا غلام ہے۔
جب حضرت شیبہؓ گھر پہنچے تو آپ کے چچا نے آپ کو نہلایا دُھلایا بہترین پوشاک پہنائی پھر کعبہ شریف میں تشریف لے گئے۔ تو لوگوں نے کہا کہ سردار یہ وہی آپکا غلام ہے۔ مطلب نے فرمایا ہاں یہ میرا غلام نہیں بلکہ میرا بھتیجا ہے اور میرا بھائی جایا ہے بیٹا ہے۔ اس کا نام شیبہ ابن ہاشم ہے لیکن لوگ آپ کو عبدالمطلب ہی کے نام سے پکارنے لگے اور اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ مطلب نے آپ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ بڑھکر پیار دیا اور باپ کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ جب تک زندہ رہے حضرت شیبہ کو شہزادوں کی طرح پالا پوسا۔ (مدارج النبوّت دوم، معارج النبوّت اوّل، طبقات سعد اوّل۔ کامل ابن اثیر جلد دوم، سیرت ابن ہشام اوّل)

حضرت ھاشم کے شہزادے حضرت شیبہؓ جب مدینہ شریف سے مکہ شریف تشریف لائے تو آپ کے شفیق اور سردار چچا مطلب نے بڑی دیانتداری کے ساتھ آپ کے والد ماجد حضرت ھاشم کی تمام جائیداد، تمام جاگیر تمام مال خزانہ حضرت شیبہ کے حوالے کر دیا۔ مطلب کی وفات کے بعد تمام مکہ والوں نے آپ کو متفقہ طور پر اپنا سردار تسلیم کر لیا کیونکہ آپ سرداری کے قابل تھے۔ حضرت عبدالمطلب جب مکہ والوں کے سردار بنے تو آپ نے سرداری کا حق ادا کر دیا۔ آپ ہر سال حاجیوں کو کھانا کھلاتے، پانی پلاتے خانہ کعبہ کی حفاظت کرتے ہر آنے والا مہمان آپکے ہاں قیام کرتا آپ حد درجہ کے سخی تھے، لوگ آپ کی تعظیم کرتے اور انتہائی توقیر کرتے یہ سب کچھ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا جس کے طفیل آپ کو یہ مرتبہ یہ عزت، یہ عظمت، یہ وقار یہ شان، یہ شہرت یہ مقام ملا۔

حضرت عبدالمطلب کی نفاست

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی برکت سے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نفاست طہارت کا یہ عالم

تھا کہ آپ کے جسم شریف سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت علامہ امام محمد بن عبد الباقی المعروف امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :۔

وَکَانَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ یَفُوْحُ مِنْهُ رَائِحَةُ الْمِسْكِ الْاَذْفَرِ وَکَانَ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُضِیْءُ فِیْ غُرَّتِهٖ وَکَانَتْ قُرَیْشٌ اِذَا اَصَابَهَا قَحْطٌ شَدِیْدٌ فَاَخَذَ بِیَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَتَخْرُجُ بِهٖ اِلٰى جَبَلِ ثَبِیْرٍ فَیَتَقَرَّبُوْنَ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ وَیَسْئَلُوْنَهٗ اَنْ یَّسْقِیَهُمُ الْغَیْثَ وَکَانَ یُغِیْثُهُمْ وَیَسْقِیْهِمْ بِبَرَکَةِ نُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ غَیْثًا عَظِیْمًا۔

”حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم سے خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آپکی پیشانی میں چمکتا تھا جب قریش سخت قحط کی حالت میں ہوتے تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر کوہ ثبیر پہ لیجاتے اور آپ کے توسل سے تقرب چاہتے اور آپ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی فریاد رسی فرماتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی برکت سے ان کو بارانِ رحمت سے سیراب فرماتا۔“

(زرقانی شریف شرح مواہب لدنیہ صفحہ ۵۲ جلد ۱ مواہب لدنیہ جلد اول مدارج النبوت دوم۔ انوار محمدیہ، سیرۃ نبوی)

حضرت علامہ امام محمد ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ ۱۲۶ میں فرماتے ہیں کہ مخرمہ بن نوفل زھری ہاشمی اپنی والدہ رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ شریف میں شدید قحط سالی پڑ گئی، اتنی سخت قحط سالی تھی کہ لوگوں کا بُرا حال ہو گیا۔ مکہ شریف کے لوگ بڑے پریشان تھے۔ جسموں میں جان ختم ہونے کو آ رہی تھی کہ ایک شب

میں اپنے بستر پر لیٹی کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ رقیہ پریشان نہ ہو عنقریب تمہارے
اندر ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔ ان کے ظاہر ہونے
کا زمانہ بھی ہے۔ اس عزّوجل کے محبوب کے صدقے میں تمہیں بڑی فراخی بڑی آسودگی
نصیب ہوگی اور دیکھو صبح اٹھ کر اپنے قبیلے کا ایک ایسا آدمی تلاش کرو جو تم سب
سے زیادہ معزّز ہو، بلند ہو، بارعب ہو اور دبدبے والا ہو، چہرہ چمکدار ہو، بال
گھنگھریالے ہوں، رخسار بھرے ہوئے ہیں، ناک باریک ہو۔ جب ایسا آدمی مل جائے
تو اس سے کہو کہ وہ غسل کرکے خوشبو لگاکر، خود اپنے تمام گھرانے کے ایک ایک فرد
لے وہ بھی خوشبو لگاکر اور معطر ہوکر اس کے پیچھے ہولیں اور جاکر کعبہ شریف کے حرم
رکن کو بوسہ دیں اور پھر جبل قیس کی چوٹی پر چڑھ جائیں۔ وہ معزز آدمی اور بزرگ
ہاتھ اٹھاکر اللہ ربّ العزت کی بارگاہِ بے کس میں بارش کی دعا کرے اور تم تمام
افراد اس کی دعا پر آمین کہو، جب ایسا کروگے تو ربّ العزّت تمہیں بارش سے سیراب
کردے گا۔ رقیہ کہتی ہے کہ رات کو میں نے یہ خواب دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو یہ
واقعہ میں نے اپنی برادری کے لوگوں کو بتایا۔ جب لوگوں نے میرا خواب والا واقعہ سنا
تو میں نے لوگوں سے کہا کہ ایسے حلیہ والا کون شخص ہے لوگوں نے کہا کہ رقیہ یہ سارا
نقشہ جو تو نے بتایا ہے یہ تو ہمارے سردار حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے
چنانچہ تمام لوگ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور انہیں خواب
والا واقعہ سنایا اور ساتھ ہی گذارش کی کہ سرکار جلدی کرو ہمارے ساتھ قیس پہاڑ پر
چلو۔ آپ دعا کرو ہم آمین کہیں گے تاکہ اللہ عزّوجل اپنی رحمت کی بارش برسا
کر ہماری پریشانی اور قحط سالی دور فرمائے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
جب یہ خواب سنا خود غسل کیا، خوشبو لگاکر اور ساری کائنات کے والی سیدنا و مولانا
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غسل کرایا۔ معطر کیا سرکار دو عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ابھی بظاہری عمر مبارک کے لحاظ سے بالکل معصوم ہیں۔ بمشکل چھ یا سات سال کی عمر مبارک ہے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم علیہ السلام کو لیکر اور تمام قبائل کے ایک ایک فرد کو ساتھ لے کر کوہ قبیس پر تشریف لے آئے، دوجہاں کے والی کو اپنے ساتھ کھڑا کیا اور دعا کی کہ اے ربّ لم یزل یہ تیرے عاجز بندے ہیں یہ تیری باں لونڈیاں ہیں۔ مولا تو دیکھ رہا ہے کہ ہم پر کیا مصیبت نازل ہے ہم پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہے ہیں، ہمارے جانور لاغر ہو چکے ہیں ہمارے جسموں سے طاقت ختم ہو چکی ہے ہم بڑے پریشان ہیں، ہماری طرف نہ دیکھ بلکہ اس عظمت والے شہزادے کو دیکھ اس نوری بچےّ کو دیکھ اس وَالضُّحیٰ کے مُکھڑے والے کو دیکھ، مولا اس عظیم ہستی کے طفیل ہم پر باران رحمت برسا۔ اللہ اکبر۔

علامہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب نے یہ دعا مانگی ہاتھ چہرے پر ملے ابھی قبیس پہاڑ پر کھڑے ہی تھے کہ رَبُّ العزّت نے اپنے محبوب جناب سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اتنی بارش برسائی کہ مکّہ شریف کی وادیاں بھر گئیں، نالے بہنے لگے اور پانی کا سیلاب آگیا۔ رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف نے جب خدائے عزّوجلّ کی رحمت دیکھی تو یوں کہنے لگی کہ ؎

بشیبة الحمد اسقی الله بلدتنا
وقد فقدنا الحیاء واجلوذ المطر

"شیبۃ الحمد کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب کر دیا حالانکہ صورت یہ تھی کہ ابر باراں کو ہم کھو چکے تھے اور بارش ہم سے روانہ ہو چکی تھی۔"

حضرت عبدالمطّلب کی شادیاں

جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جوان ہو گئے تو اللہ پاک کی طرف سے آپکو خواب میں شادی کرنے کا حکم مِلا، کیسے مِلا، مورخین نے اپنی تواریخ میں اس واقعہ

کو یوں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے کعبہ شریف میں تشریف لائے، کعبہ شریف کی زیارت کی۔ اللہ اللہ کی اور وہیں لیٹ گئے۔ آپ کو نیند آگئی جب بیدار ہوئے بڑا عجیب منظر دیکھا کہ سر میں تیل لگا ہوا ہے، کنگھی بھری ہوئی ہے۔ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے اور بڑا حسین وجمیل قسم جوڑا زیب تن ہے۔ آپ بڑے حیران ہوئے کہ یہ تیل، یہ سرمہ، یہ جوڑا کہاں سے آگیا، میں تو گھر سے بغیر نہائے بغیر تیل لگائے بغیر جوڑا قمیض پہنے آیا تھا لیکن یہ سب کون مجھے پہنا گیا ہے۔ آپ کعبہ شریف سے اٹھے اور سیدھے اپنے چچا جناب مطلب کے پاس تشریف لائے اور سارا واقعہ خواب والا سنایا۔ آپ کے چچا ابوطالب نے یہ واقعہ سن کر آپ کو ساتھ لیا اور مکہ شریف کے جو اس وقت سب سے بڑے کاہن تھے کے پاس لے گئے اور فرمایا کاہن صاحب میرے بھتیجے کا خواب سنو اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے بتاؤ کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ تمام کاہنوں نے خواب کی تعبیر دیکھی اور کہا کہ اے ہمارے سردار آسمانوں کا خدا عزّوجلّ یہ حکم فرماتا ہے کہ تم اپنے بیٹے عبدالمطلب کی شادی کر دو۔ یہ ہے اس خواب کی تعبیر جناب مطلب نے آپ کی شادی چند دنوں کے بعد صفیہ بنت جندب سے کر دی اس بیوی میں سے آپ کے ایک فرزند پیدا ہوئے حارث۔ اس کے بعد صفیہ فوت ہو گئی۔

(مواہب لدنیہ اول، انوار محمدیہ، مدارج النبوت دوم)

حضرت علامہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبقات ابن سعد جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے چھ شادیاں کیں۔ جن میں سے بارہ لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ پہلی شادی صفیہ بنت جندب سے ہوئی اس سے حارث پیدا ہوئے۔ دوسری شادی ممتعہ بنت عمرو بن مالک سے ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا مصعب المعروف الغیداق۔ تیسری شادی لبنیٰ بنت حاجر بن عبدمناف

اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا عبدالعزیٰ المعروف ابولہب ۔ چوتھی شادی نتیلہ بنت خباب بن کلیب اس سے تین بیٹے پیدا ہوئے ۔ ضرار قثم اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آخری بزرگ حضور علیہ السلام کے صحابی بنے ۔ پانچویں شادی ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف ۔ اس سے تین لڑکے اور ایک بیٹی ہوئی لڑکوں کے نام تھے المقوم، مغیرہ المعروف حجل اور سیّد الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ بزرگ مسلمان ہوئے اور صحابی بنے اور لڑکی کا نام حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی مسلمان ہوگئیں اور صحابیہ بنیں ۔ چھٹی شادی، فاطمہ بنت عمرو بن عایذ ان کے بطن سے تین لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں لڑکوں میں زبیر، عبد مناف یا عبد الکعبہ المعروف ابوطالب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد ماجد سیّدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ لڑکیوں کے نام البیضا المعروف ام الحکیم، امیمہ، برّہ عاتکہ ۔ اروی ۔ ان آخری دو بزرگ خواتین کے اسلام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں مسلمان ہوئیں لیکن بعض انکار کرتے ہیں ۔ واللہ اعلم و رسولہ ۔

(طبقات ابن سعد اوّل، مدارج النبوت دوم، معارج النبوت اوّل)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری زندگی کسی بُت کے سامنے سر نہ جھکایا بلکہ آپ کا سر جب بھی جھکا تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہی جھکا ۔ آپ نے کبھی شرک نہ کیا بلکہ خدا عزوجل کو وحدہٗ لاشریک مانتے ۔ ہر سال رمضان شریف میں حرا پہاڑ پر تشریف لیجاتے پورا مہینہ اللہ عزوجل کی یاد میں گذار دیتے ۔ مکہ شریف میں جہالت کا دور دورہ تھا، ظلم کرنا، بغاوت کرنا، چوری کرنا، محرم عورتوں سے نکاح کر لینا، ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا، شراب پینا، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا یہ بہت بڑے جرم ہیں لیکن مکہ شریف اور عرب کے باشندے ان کو جرم کی بجائے اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ اور بہادری کی علامت سمجھ کر اعلانیہ کرتے تھے لیکن حضرت عبدالمطلب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ان تمام برائیوں سے محفوظ تھے محفوظ ہی نہیں بلکہ ایسی حرکتوں سے لوگوں کو سختی سے منع فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کو سیّد القریش اور اشرف القریش کہکر یعنی قریشیوں کے سردار کہکر بلاتے تھے اور بڑے بڑے لوگ آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر ہیبت میں آجاتے تھے اور آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ چنانچہ عرب شریف کا عظیم واقعہ اصحاب الفیل اس بات کو آج بھی ڈنکے کی چوٹ پہ بیان کر کے عبدالمطلب کی عظمت اور محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و شان بیان کر رہا ہے۔ وہ کیسے تو سنیئے!

ابراہہ بن صباح جس کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے یمن کا گورنر مقرر کیا ہوا تھا وہ ہر سال موسم حج میں لوگوں کو بڑی شان و شوکت سے حج کی تیاری کرتے دیکھتا اور بڑا حیران ہوتا کہ یہ لوگ ہر سال اس شان و شوکت سے کدھر جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے خاص مشیر سے پوچھا کہ یہ لوگ ہر سال بڑی ٹھاٹ بھاٹ سے کدھر جاتے ہیں تو مشیر نے بتایا کہ سرکار یہ لوگ ہر سال مکہ شریف میں بیت اللہ شریف کا حج کرنے کیلئے جاتے ہیں۔ تو ابرہہ نے کہا کہ وہ بیت اللہ کس کا بنا ہوا ہے اور کس نے کس کے حکم سے بنایا ہے۔ مشیر نے کہا کہ حضور بظاہر تو وہ عمارت پتھروں کی بنی ہوئی ہے لیکن اس کی عظمت اور شان کے قصیدے عرش والے بھی پڑھتے ہیں کیونکہ اس کی تعمیر کا حکم دینے والا اللہ ربُّ العزّت ہے اس کی تعمیر کرنے والا اللہ کا خلیل ہے اور اس کی مزدوری کرنے والا ذبیح اللہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر سال لوگ دنیا کے کونے کونے سے کعبہ شریف کی زیارت کے لیئے دور دراز کا سفر طے کر کے آتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں۔ اور اپنی مشکلیں اور حاجتیں خالق کائنات کے حضور پیش کرتے ہیں اور رب لم یزل ان کی ہر فریاد کو پوری بھی فرماتا ہے۔ ابرہہ نے سوچا کیوں نہ میں بھی ایسی طرز کی ایک عالیشان عمارت بنواؤں تاکہ لوگ کعبہ کو چھوڑ کر یہاں آیا کریں۔

ابرہہ کا بُت خانہ

اسی مقصد کے لئے ابرہہ نے اپنے وزراء سُفراء سے مشورہ کر کے ایک ایسا کلیسا بنانے کا پروگرام بنایا جس کی نظیر پوری دُنیا میں نہ ہو تاکہ لوگ کعبہ شریف کو چھوڑ کر ہمارے اس کلیسا میں آکر عبادت کریں۔ چنانچہ ابرہہ نے اپنے علاقے کے ملنے ہوئے ماہرِ تعمیرات کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان کو حکم دیا کہ یہاں ایک ایسی عالی شان سونے چاندی اور جواہرات سے مزین عمارت بنائیں تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر حیران ہو جائیں۔ ماہرینِ تعمیرات نے کہا سرکار آپ فکر نہ کریں ہم اپنی پوری کاریگری اس عمارت پر صرف کر دیں گے اور اس کو چار چاند لگا دیں گے۔ تعمیر شروع ہو گئی، قیمتی پتھر اور لعل و جواہرات سونا چاندی کی اینٹیں غرضیکہ جتنا بھی حسین و جمیل میٹریل تھا۔ وہ اس گرجا گھر کی تعمیر پر صرف ہُوا۔ جب وہ بُت خانہ تیار ہو گیا اس کے ارد گرد طرح طرح کے خوبصورت درخت اور پودے لگوائے گئے۔ وہ کلیسا اتنا خوبصورت تھا کہ اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی تھی۔ سب کچھ ہُوا لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود اس کی تعمیر میں خلیل جیسا مستری نہ تھا، ذبیح جیسا مزدور نہ تھا۔ ربِّ جلیل جیسا حاکم نہ تھا۔ سب کچھ تھا خلیل اللہ علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دعائیں شاملِ حال نہ تھیں، جنتی پتھر حجرِ اسود نہ تھا۔ اللہ عزّوجلّ کا یہ پیغام کہ جو اس گھر میں داخل ہو گیا، امن والا ہو گیا، شامل نہ تھا۔ بہر حال جب وہ کلیسا تیار ہو گیا اس کی چار دیواری پر قیمتی پردے لٹکائے گئے۔ اس کے کھُلنے اور بند ہونے کے اوقات مقرر کیے گئے۔ اس گرجے میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قد آور تصویر رکھی گئی اور پھر پورے علاقے میں لوگوں کو اس طرف آنے کی اور یہاں آکر خانہ کعبہ کی طرح طواف کرنے کی، صفا و مروہ پر سعی کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ پھر ابرہہ نے ایک قاصد کے ذریعے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو پیغام بھیجا کہ حضور میں نے

آپ کے نام پر آپ کی شہرت کی خاطر ایک خوبصورت اور بے نظیر کنیسہ تیار کروایا ہے اور کوشش کر رہا ہوں کہ آئندہ سال تمام دنیا کے لوگ مکہ کے بیت اللہ شریف کو چھوڑ کر اس کنیسہ کا حج اور طواف کیا کریں۔ تاکہ دینِ مسیحی کو بھی تقویت ملے اور آمدنی کے ذرائع بھی بن جائیں اور آپ کا نام بھی پوری دنیا میں روشن ہو جائے اس کنیسہ کی تعمیر اور عبادت کرنے کی خبر پوری دنیا میں پھیل گئی۔ بعض ضعیف الاعتقاد لوگ عبادت کرنے کی غرض سے اس کی طرف آنے لگے۔ بعض تماش بین صرف اس کی خوبصورت آرائش اور زینت دیکھنے کے لئے آنے لگے اور بعض گورنر ابرہہ کے مقرر کردہ لوگ اس کا طواف کرنے لگے۔

جب یہ خبر مکہ شریف پہنچی تو مکہ والوں کو بڑا دکھ پہنچا اور انہیں بڑا ہی غصہ آیا اور ساتھ ہی افسوس بھی ہوا کہ اس بدبخت ابرہہ نے یہ کیا کیا؟ مکہ شریف میں ایک قبیلہ بنی کنانہ آباد تھا اس کا ایک فرد جس کا نام زُہیر بن بدر کنانی تھا، اُس نے جب یہ خبر سُنی تو اس نے کعبہ شریف کے پردوں کو پکڑ کر قسم کھائی کہ اے ربِّ کائنات مجھے تیرے گھر کے ان نوری پردوں کی قسم ہے میں جب تک یمن میں جا کر عیسائیوں کے گرجے میں پاخانہ کر کے اس کو ذلیل و رسوا نہیں کروں گا۔ چین سے نہیں بیٹھوں گا چنانچہ زُہیر بن بدر کنانی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں پہنچا اور اپنے دل کا حال بیان فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ سرکار مجھے اجازت بھی فرما دیں اور میری کامیابی کی دعا فرما دیں کہ میں اپنے مشن میں کامیاب لوٹ آؤں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت فرمائی اور دُعائے خیر بھی فرمائی۔ زہیر بن بدر چل پڑا سیدھا یمن میں اس مقام پر پہنچا جہاں عیسائیوں کا وہ کلیسا تھا۔ اُس نے وہاں پہنچ کر ایسی عبادت شروع کی کہ وہاں کے نگران و محافظ حیران رہ گئے کہ یہ آدمی بڑا ہمارے گرجے کا شیدائی ہے اس کو ہمارا یہ کلیسا بڑا پسند آیا ہے۔ محافظوں نے جب اس کی عبادت کو دیکھا تو اسے کہا کہ میاں تمہارا

نام کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ میرا نام زہیر ہے۔ مجھے یہاں عبادت کر کے بڑا لطف آیا کاش میں یہاں کا محافظ ہوتا تو دن رات عبادت کرتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہی تیری تمنا ہے تو ٹھیک ہے تو آج سے اس کے محافظوں میں شامل ہے جی بھر کے حفاظت کر اور ساتھ ہی عبادت بھی کر۔ زہیر بن بدر چند دن تک خوب ان کو چکمہ دیتا رہا جب اُس نے دیکھا کہ عیسائیوں کا مجھ پر بھرپور اعتماد ہو گیا ہے تو ایک رات اس نے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا پروگرام بنالیا۔ جب رات کا ٹائم ہُوا تمام محافظ آئے تاکہ گرجے کو تالے لگا دیں تو زہیر بن بدر نے کہا کہ محافظ بھائیو! آج میرا دل کرتا ہے کہ میں اس عبادت خانہ میں ساری رات کھڑے ہو کر عبادت میں گزار دوں۔ محافظوں نے کہا کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے انہوں نے خوب خوشبوئیں اور عطر سے زہیر کے لیئے کلیسا کو معطّر کر دیا۔ اور خود اپنے اپنے ٹھکانے پر جا کر سو گئے۔ جب آدھی رات ہوئی تو زہیر نے کلیسا میں جگہ جگہ پاخانہ کیا اور ان کے سارے کلیسا کی دیواروں غلاظت سے لیپ دیں اور خود بھاگ کر مکہ آگیا۔ جب صبح کا ٹائم ہُوا محافظین جب گرجے میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ گرجے میں بجائے خوشبو کے بدبو آرہی ہے، جب اندر داخل ہوئے تو سارا کلیسا گندگی سے بھرا پڑا تھا وہ سمجھ گئے کہ مکہ شریف کا جوان ہمارے گرجے گھر کو خراب کر کے بدلہ لے کر چلا گیا ہے۔ انہوں نے فوراً یہ خبر ابرہہ کو بتائی۔ اس کو بڑا غصّہ آیا اور اس نے قسم اٹھائی کہ جب تک وہ اپنے خانہ کے بدلے میں کعبہ شریف کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجائے گا۔ چین سے نہیں بیٹھے گا۔ عربیوں کی یہ طاقت کہ وہ ہمارے گرجے کی توہین کریں۔ ابرہہ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو قاصد کے ذریعہ تمام حالات سے لکھ کر روانہ کیا۔ حبشی بادشاہ کو بھی بڑا غصّہ آیا اور اس نے ابرہہ کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے کلیسا کی عزت وعصمت کیلئے خاطر جو بھی قدم اٹھاؤ گے میری تمام ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ جتنی چاہو، فوج اور سامان

لو اور اگر مزید امداد کی ضرورت ہو تو میری طرف پیغام بھیجو میں فوراً روانہ کر دوں گا۔

(معارج النبوۃ اول، روح البیان ۳۰، طبقات ابن سعد اول، سیرۃ ابن ہشام اول ۵)

ابرہہ کی کعبہ کی طرف تیاری

ابراہہ کو جب نجاشی کا یہ پیغام ملا تو اس نے کعبہ شریف کو گرانے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ تین لاکھ سوار اور پیادے، چار ہزار ہاتھی نشین سپاہی اور سب سے بڑا جنگی اور مشہور ہاتھی محمود بھی۔ ابرہہ کا لشکر جب مکہ شریف کی جانب روانہ ہوا تو زمین گھوڑوں اور ہاتھیوں کے قدموں سے ہلتی تھی۔ اتنا بڑا لشکر آج تک کسی نے روئے زمین پر نہ دیکھا تھا۔ ابرہہ نے اپنے فوجی جوانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ کہ اے فوجی جوانو! جب تم مکہ میں داخل ہونا تو کسی کا لحاظ نہ کرنا۔ قتل و غارت کا وہ بازار گرم کرنا کہ رہتی دنیا تک تمہاری بہادری کے چرچے ہوتے رہیں اور جب مکہ فتح ہو جائے تو کعبہ کے پتھر اور مٹی تک اٹھا لینا تاکہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ جس نے عیسائیوں سے ٹکر لی وہ کبھی دنیا میں نہ رہا، اس کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اللہ اللہ!

ادھر ابرھہ اپنے فوجی جوانوں کو یہ خطاب کر رہا تھا، ادھر اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں ایک ننھی سی چڑیا ابابیل یعنی چڑیوں کو ابرھہ کے فوجیوں کو مارنے کے بم سپلائی فرما رہا تھا۔ اور فرما رہا تھا کہ دیکھنا کہ ان میں سے کوئی بچ کر نہ جائے اور آج دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ ہاتھیوں، گھوڑوں، تیروں، تلواروں، نیزوں اور برچھیوں کی طاقت زیادہ ہے یا اللہ عزوجل کی ننھی مخلوق کے پنجوں سے پکڑی ہوئی ایک معمولی کنکری کی طاقت زیادہ ہے اور آج رب لم یزل مخلوق کو بتانا چاہتا ہے کہ جس کعبہ کا حامی خدا عزوجل ہو اس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔ چنانچہ ابرھہ اپنے لشکر کو لے کر

جب مکہ شریف کے قریب پہنچا تو اس کی نظر جب کعبہ شریف پر پڑی تو کعبہ شریف کی ہیبت سے اس کا دل لرز گیا، اُس نے سوچا کہ میں نے بڑے بڑے کلیسا دیکھے، بڑی بڑی عبادتگاہیں دیکھیں لیکن آجتک میرا دل اس طرح نہیں لرزا جیسے اس گھر کعبہ کو دیکھ کر لرزا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر کی بڑی شان ہے، بڑا بلند مقام ہے۔ اس گھر کا مالک واقعی عظمتوں والا ہے۔ ابرہہ نے دل میں سوچا کہ اگر مکہ کے سرداروں نے میرے ہاتھ پیر پکڑے میرے سامنے عاجزی، انکساری کی تو میں کعبہ کو ہرگز نہ چھیڑوں گا۔ ابرہہ نے مکہ سے دو میل دور ایک مقام مغمس میں اپنے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور اپنے فوجی جرنیلوں میں سے ایک جرنیل جس کا نام اسود بن حبشی کو حکم دیا کہ جاؤ مکہ والو سے چھیڑ چھاڑ کر دو بھلا وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ اسود چند سپاہیوں کو لے کر مکہ شریف پہنچا اُس نے اور تو کچھ نہ کیا لیکن مکہ شریف کے تمام قریشیوں کی بھیڑ بکریاں اور اونٹ پکڑ کر ابرہہ کے پاس لے آیا۔ ان اونٹوں میں سے دو سو اونٹ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے تھے باقی دوسرے مکہ والوں کے۔ اسود کے بعد ابرہہ نے اپنے ایک اور معتمد ساتھی حناطہ حمیری کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ حناطہ تم مکہ چلے جاؤ اور سرداران مکہ کو میرا پیغام دینا کہ ابرہہ تم سے لڑنے نہیں آیا صرف کعبہ کو گرانے آیا ہے اگر کسی نے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کی تو وہ بُری طرح مارا جائے گا۔ لہذا تم سب مکہ خالی کر کے چلے جاؤ یا پھر اپنے دروازے بند کر کے بیٹھ جاؤ، تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ چنانچہ حناطہ مکہ شریف آیا اس نے مکہ شریف والوں سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے۔ لوگ اس کو حضرت مطلب کے پاس لے گئے جب اس کی نظر نبی کریم علیہ کے دادا شریف پر پڑی تو اُن کا چہرہ دیکھتے ہی وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

فَلَمَّا نَظَرَ اِلٰی وَجْہِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ   جب حناطہ نے حضرت عبدالمطلب کے چہرہ کو

فَخَضَعَ وَتَلَجْلَجَ لِسَانُهٗ وَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَكَانَ يَخُوْرُ كَمَا يَخُوْرُ الثَّوْرُ عِنْدَ ذَبْحِهٖ فَلَمَّا اَفَاقَ خَرَّ سَاجِدًا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ سَيِّدُ الْقُرَيْشِ حَقًّا۔

دیکھا تو اسکی گردن جھک گئی، زبان جو تھی وہ لڑکھڑا گئی اور بے ہوش کر گر پڑا اور ایسے آواز نکال رہا تھا جیسے ذبح کرتے وقت بیل کی ہوتی ہے جب اسکو ہوش آیا تو عبد المطلب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قریش کے سردار ہیں۔" (زرقانی جلد اص ۸۵، مواھب لدنیہ اول، مدارج النبوت دوم اور انوار محمدیہ، سیرت نبوی)

پھر حناطہ نے بڑے ادب سے ابرہہ کا پیغام حضرت عبد المطلب تک پہنچایا حضرت عبد المطلب نے فرمایا کہ دیکھو میاں، ابرہہ کے پاس اتنا بڑا لشکر ہے اور ہمارے پاس اس کا چوتھائی حصہ بھی نہیں اور ہمارے اندر لڑائی کی طاقت بھی نہیں لہذا ہم بھی اس سے لڑنا نہیں چاہتے۔ باقی رہ گیا کعبہ شریف کا مسئلہ تو وہ اللہ عزوجل کا گھر ہے اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے۔ اگر اس کو اس کا باقی رہنا پسند ہے تو وہ خود مالک و خالق ہے اس کی حفاظت کرلے گا۔ حناطہ نے کہا سرکار آپ ہمارے ساتھ ابرہہ کے پاس تشریف لے چلیئے تاکہ یہی باتیں آمنے سامنے ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ نے قریشیوں سے مشورہ کر کے اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیا اور ابرہہ کو ملنے کے لیئے حناطہ کے ساتھ چل پڑے ابرہہ کے لشکر میں پہنچ کر حناطہ نے حضرت عبد المطلب سے کہا کہ حضور آپ باہر کھڑے ہوں میں ابرہہ کو آپ کے بارے میں بتاؤں اور ملاقات کے واسطے اجازت لے آؤں۔ یہ کہکر حناطہ اندر چلا گیا۔ ابرہہ نے صورت حال پوچھی تو حناطہ نے کہا کہ حضور میں مکہ شریف کے سردار حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لایا ہوں آپ کعبہ شریف

کے محافظ ہیں بڑے سخی، بڑے باکمال، حسن وجمال کے پیکر، شرافت وسخاوت کے منبع میری ان کی یہ بات ہوئی ہے وہ باہر آپ کی ملاقات کے منتظر ہیں اگر حکم ہو تو اندر بلاؤں۔ ابرہہ نے کہا کہ ہاں بلاؤ۔ ابرہہ خود بڑے تخت پر بیٹھ گیا خاص وزراء سفراء کو کرسیوں پر بٹھا دیا اور کہا کہ جب وہ قریشی سردار آئے تو خبردار کوئی اس کا استقبال نہ کرے۔ اللہ اللہ!

ادھر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نوری دادا حضرت عبدالمطلب جونہی ابرہہ کے خیمے میں تشریف لایا تو ابرہہ دیکھ کر لرز گیا اور آپ کی ہیبت وجلال سے تخت سے نیچے اُتر کر آپکے استقبال کے لیئے آگے بڑھا، جب وہ اُٹھا تو اس کے تمام وزیر مشیر اور خاص و عام درباری جو اس وقت وہاں موجود تھے سب نے بڑھکر ان کا استقبال کیا۔ ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب کو اپنے ساتھ تخت پر بڑی عزت سے بٹھایا اور پھر گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا کہ سرکار کیسے تشریف لانا ہوا۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ تمہارے ساتھیوں نے ہمارے اونٹ اور جانور پکڑ کر اپنے لشکر میں پہنچا دیئے ہیں میں اپنے جانور واپس لینے آیا ہوں۔ ابرہہ نے بڑے تعجب سے حضرت عبدالمطلب کا چہرہ دیکھا اور کہا کہ اے سردار میں تمہارے باپ دادا کے بنائے ہوئے کعبہ کو گرانے آیا ہوں تو تمہیں اپنے مال کی پڑی ہوئی ہے اور کعبہ کی تمہیں کوئی فکر نہیں ــــ حفیظ جالندھری مرحوم اسی بات کو یوں پیش کرتے ہیں کہ ؎

سُنی یہ بات تو حیران ہو کر ابرہہ بولا
کہ شاید تم نے اپنی بات کو دل میں نہیں تولا
یہ ظاہر ہے مَیں آیا ہوں یہاں کعبہ گرانے کو
تمہارے جدِّ امجد کے عبادت گاہ ڈھانے کو

تعجب ہے کہ اک ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو
نہیں کعبے کی فکر اونٹوں کی لئے فکر کرتے ہو
تمہیں لازم تھا عزت کے مطابق گفتگو کرتے
خدا کا گھر بچانے کے لئے کچھ آرزو کرتے

ابرھہ کی یہ گفتگو سن کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے ابرھہ اونٹ میرے ہیں لہذا، ان کی رکھوالی کرنا، ان کی نگہبانی کرنا میرا فرض ہے اور رہ گیا کعبہ شریف یہ میرا نہیں بلکہ اللہ رب العزت کا مقدس گھر ہے۔ اس کے محبوبوں کے ہاتھوں کا تعمیر کردہ ہے، ہزاروں سال گزر گئے، کئی دشمن اس کو ختم کرنے کے لئے آئے لیکن وہ خود ختم ہو گئے، وہ خود مٹ گئے وہ خود برباد ہو گئے وہ خود فنا ہو گئے وہ خود نیست و نابود ہو گئے لیکن میرے پروردگار کے گھر کی ایک اینٹ کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکا اور انشاء اللہ قیامت تک نہ ہی کوئی اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔ ابرھہ اگر میرے رب عزوجل کو یہ گھر باقی رکھنا منظور ہے تو چند لاکھ کا لشکر کیا ساری دنیا مل کر بھی اس کو ختم کرنے کے لئے آجائے تو خود ختم ہو جائے گی لیکن یہ کسی سے ختم نہیں ہو گا۔ اسلئے میں اپنی چیز کا مطالبہ کر رہا ہوں کہ اما

اَنَا رَبُّ الْاِبِلِ وَلِلْبَيْتِ رَبٌّ يَحْفَظُهٗ۔ "اونٹوں کا مالک میں ہوں انکی فکر مجھے ہے اور بیت اللہ شریف کا بھی ایک مالک خالق ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ حفیظ صاحب مرحوم نے کیا خوب کہا کہ آپنے جواب دیا۔

یہ طعنہ سن کے عبدالمطلب بولے متانت سے
کہ ناواقف ہو تم قوم عرب کی اس دیانت سے
صداقت ہے یہی کہ اپنی شے کا ذکر کرتا ہوں
کہ میرا مال ہیں اونٹ اسلئے میں فکر کرتا ہوں

کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے
جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے
یہ سُنکر ابرھہ چُپ ہوگیا سب اونٹ دلوائے
یہاں سے اُٹھ کے عبدالمطلب چُپ چاپ گھر آئے

اسی بات کو ایک پنجابی شاعر پیش کرتا ہے کہ

عبدالمطلب، ابرھہ تائیں تے آکھیا نال زبانے
ڈاچیاں میریاں دیدے مینوں تے گھر والا گھر جانے

ابرھہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ آپ اونٹ لے جائیں لیکن آپ کے کعبہ کو اب مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ آپ نے فرمایا ابرھہ کعبہ جانے اور ربّ جانے تم جو کچھ کر سکتے ہو کر لو ابرھہ نے اپنے مشیرِ خاص کو حکم دیا کہ عبدالمطلب کو تمام اونٹ واپس کر دو لیکن اونٹ دینے سے پہلے ہمارے خطرناک محمود ہاتھی کے پاس کو لیجاؤ تاکہ اس کے دل میں ہماری اور ھاتھی کی ہیبت پیدا ہوجائے۔ ابرھہ نے یہ بات اسلئے کہی کہ عرب والوں نے اس سے پہلے ہاتھی کبھی نہیں دیکھے تھے اور ہاتھی محمود بہت بڑا ہاتھی اور خونخوار اور جنگ میں لڑائی کا ماہر، اس کی شکل دیکھ کر بھی بندے کو خوف آتا تھا۔ ابرھہ چاہتا تھا کہ عبدالمطلب کے دل میں ہاتھی کو دیکھ کر رعب اور دبدبہ پیدا ہوجائیگا اور مزید خوف کھا جائے گا لیکن ہُوا کیا۔ سبحان اللہ، جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمود ہاتھی کے پاس تشریف لے گئے تو:—

فَلَمَّا نَظَرَ الْفِيلُ إِلَىٰ وَجْهِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بَرَكَ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَخَرَّ سَاجِدًا وَأَنْطَقَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ الْفِيلَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَى النُّورِ

"جب ہاتھی نے آپ کے چہرہ کو دیکھا تو وہ اونٹ کی طرح بیٹھ گیا اور سجدہ میں گر پڑا اور اس ہاتھی کو اللہ پاک نے بولنے کی طاقت عطا کی اور اس نے بول کر کہا کہ اے

اَلَّذِیْ فِیْ ظَھْرِكَ یَا عَبْدُ الْمُطَّلِب۔ عبدالمطلب میرا سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پشت میں ہے (اور چہرے سے چمکارے مار رہا ہے)

(زرقانی جلد ۱ صفحہ ۸۶، مواہب لدنیہ اوّل، مدارج النبوّت دوم، انوار محمدیہ، سیرت نبوی)

سُبحان اللہ گویا یمن کے ہاتھی کا بھی یہ ایمان تھا کہ اللہ عزوجل کا محبوب جو دُنیا میں تشریف لانے والا ہے وہ نور ہو گا لیکن افسوس پاکستان کے مسلمان پر جو کلمہ پڑھ کر بھی نور کا مُنکر ہے لیکن سُنّی سے پوچھو وہ یوں کہے گا کہ:۔

کیہ اعجاز نظر وچ تیری جیہڑا آوے اوہ وِک جاوے
پیشانی تے چمک نوری رُخ وچ نیناں کجل سہاوے
خلق ترے نے موہ لئی دُنیا کوئی وِرلا جان بچاوے
اعظم ایڈا سوہنا ساتھی کدھرے ایہہ جیا نظر نہ آوے

کعبہ کا غلاف اور عبدالمطلب

تو خیر عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ لے کر واپس مکہ شریف تشریف لائے مکہ شریف کے تمام لوگ آپ کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے صورتِ حال معلوم کی اور پوچھا کہ ابرھہ کا کیا ارادہ ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے تمام حالات اپنی قوم کو بتائے کہ ابرھہ کسی حالت میں بھی واپس جانے کے لئے تیار نہیں جب تک وہ کعبہ شریف کو گرا نہ لے۔ قریش مکہ نے کہا کہ اب کیا ہو گا؟ ہم کیا کریں؟ - حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ہونا کیا ہے وہی ہو گا جو منظورِ خدا ہے باقی تم اپنی بھی فکر نہ کرو، اپنا ضروری سامان لے کر پہاڑوں میں چلے جاؤ تاکہ ابرھہ کے لشکری تمہیں یا تمہارے بچوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں جب لشکر واپس چلا جائے گا تو تم واپس گھروں کو چلے آنا۔ مکہ شریف کے تمام لوگ گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے لیکن حضرت عبدالمطلب نے اپنی

بہو حضرت کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی امی جان سیّدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا بیٹیا — عرض کی جی بابا جان ۔ فرمایا بیٹیا تم پہاڑوں میں نہ جانا ۔ عرض کی باباکیوں ؟ فرمایا بیٹیا تم میرے ساتھ پہلے بیت اللہ شریف میں چلو، عرض کی کیوں ؟ فرمایا بیٹیا میں دعا کروں گا، تم آمین کہتی جانا ۔ حضرت آمنہ نے عرض کی کہ بابا میری آمین میں کیا ہے ۔ فرمایا بیٹیا جو نعمت اللہ عزوجل نے تمہارے پاس رکھی ہے اس کی قدر، اس کی عظمت، اس کی شان تم نہیں سمجھتیں، اس کی شان اسکی عظمت اور اس کی حقیقت کو میرا اللہ عزّوجل جانتا ہے ۔ بیٹی جب تم آمین کہو گی پھر دیکھنا اللہ عزوجل اپنے محبوب کریم علیہ السلام کے صدقے کس طرح اپنے مقدس شہر کی حفاظت فرماتا ہے ۔ حضرت آمنہ نے عرض کی ٹھیک ہے بابا چلو حضرت عبدالمطلب اپنی بہو کو لے کر چلنے لگے تو رؤسائے مکّہ اور حضرات معززین مکہ جو ابھی حضرت عبدالمطلب کے پاس موجود تھے انہوں نے کہا کہ سرکار ہم بھی آپ کے ساتھ دعامیں شامل ہونگے حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ٹھیک ہے ۔ آپ اپنی بہو اور رؤسائے مکّہ کو ساتھ لیکر کعبہ شریف میں کی چوکھٹ پر تشریف لائے اور کعبہ شریف کے دروازے پر اپنا سر اللہ عزوجل کے حضور جھکا دیا اور رو پڑے اور پھر سر اٹھا کر کعبہ شریف کے غلاف کو پکڑ کر ساری کائنات کے مالک و خالق اللہ عزّوجلّ کی بارگاہِ بے نیاز میں یوں عرض کیا کہ ؎

یَا رَبِّ لَا اَرْجُوْ لَهُمْ سِوَاكَ

اے اللہ عزّوجلّ ان ظالموں کے دفع کرنے میں مجھے تیرے سوا کسی سے امید نہیں

یَا رَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَاكَ

اے میرے رب اپنے گھر کی تخریب ان سے روک دے اور اس کی حفاظت فرما ۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْعَبْدَ يَمْنَعُ

اے ربّ کائنات ہر آدمی اپنے گھر کو دشمنوں سے بچاتا ہے ۔

رَحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكْ

تو بھی اپنے گھر کو دشمنوں سے بچا !

وَانْصُرْ عَلٰی آلِ الصَّلِیْب

الٰہی آج صلیب (سولی) والوں پر اپنے گھر والوں کی

دعَا بِدِیْنِهِ الْیَوْمَ آلَكْ

جو اس میں رہنے والے ہیں مدد فرما

لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُھُمْ

اے مالک و خالق دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان صلیب

وَمِحَالُھُمْ عَدُوًّا مِحَالَكْ

اور عداوت و سرکشی تیری قوت و طاقت پر غالب آجائے۔

(روح البیان، تفسیر کبیر، زرقانی شریف، معارج النبوت اول)

یہی بات ایک پنجابی شاعر نے یوں پیش کی ہے ؎

یارب باجھ تیرے نہیں کوئی تے منگن کھلے دعائیں

ایہہ گھر اپنا دشمن کولوں تے کر کے فضل بچائیں

ادھر نبی کریم علیہ السلام کے جدِ امجد دعا مانگ رہے ہیں ادھر نبی کریم علیہ السلام کی محترم والدہ ماجدہ مائی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر معززین مکہ آمین کہہ رہے ہیں۔

نورِ محمدی کا لشکارا

بارگاہِ رب العزت میں دعائیں مانگنے کے بعد حضرت عبد المطلب اپنے ساتھیوں کو لے کر کوہ کعبہ شریف سے کچھ فاصلے پر واقع ایک پہاڑ تھا کوہ ثبیر اس پر تشریف لے گئے۔ اس پہاڑ پر چڑھ کر بیت اللہ شریف کا نظارا کرنے لگے جونہی آپ نے کعبہ شریف

کی طرف دیکھا تو آپ کی پیشانی سے ایک تیز نور کی شعاع نکلی اور وہ شعاع اس قدر تیز تھی کہ وہاں سے کھڑے کھڑے اس نے کعبہ شریف کو بھی منور کردیا، رؤساء مکہ نے جب یہ منظر دیکھا تو حیران رہ گئے لیکن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرانے لگے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہمارے سردار آپ مسکرا تے کیوں ہیں؟ اور یہ کیا ماجرا گیا ہے۔ فرمایا مبارک ہو قریشیو! انے کہا کس بات کی۔ فرمایا کہ کعبہ شریف کو ابرھہ تو کیا دنیا کی کوئی طاقت بھی ختم نہیں کرسکتی فرمایا وہ کیسے؟ کہا کہ بیت اللہ شریف کو بچانے والا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آگیا ہے۔ قریشی اور بھی حیران ہو کر کہنے لگے کہ سرکار بات سمجھ میں نہیں آئی ذرا اور کھل کر بیان فرمائیں۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ساتھیو! یہ جو نور میری پیشانی سے تم نے چمکتے ہوئے دیکھا ہے خدا کی قسم یہ نور جب بھی چمکا، جب بھی اس نے لشکارہ مارا تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ مجھے کامیابی کی بشارت دی لہذا چلو گھر واپس چلیں اب ہمیں خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے سبحان اللہ!

(مواھب لدنیہ اول، زرقانی شریف، مدارج النبوت دوم، انوار محمدی)

بعض لوگ یہاں سوال کرتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوہ ثبیر پر تشریف لے گئے تو اس وقت ان کی پیشانی میں لکلی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا ہی نہیں بلکہ اس وقت نور محمد تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن شریف میں منتقل ہو چکا تھا لیکن نبی کریم علیہ السلام کا نور شریف حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں سے کیسے چمکا؟۔

میرے دوستو! یاد رکھو یہ ٹھیک ہے کہ اس وقت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطنِ مقدس میں تھا لیکن نبی کا نور شریف حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی مدتوں تک جلوہ گر رہ چکا اور لشکارے مارتا رہا، جگمگاتا رہا۔ اب اگرچہ وہ نور آپ سے منتقل ہو چکا لیکن اس نور کی

تابانیاں ابھی تک آپ کی پیشانی میں جلوہ گر تھیں ۔ دیکھیئے شام کے وقت جب سورج ڈوب جاتا ہے لیکن اس کے روشنی کے اثرات کافی دیر تک آسمانوں پر جلوہ گر رہتے ہیں جس کی وجہ سے روشنی رہتی ہے ۔ میاں جب آسمانی سورج کی یہ تابانی ہے تو ہاشمی اور آمنہ بی بی کے سورج محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابانیوں کا کیا عالم ہوگا ۔ اللہ اکبر ۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کو لے واپس اپنے گھروں کو لوٹ آئے ۔ صبح کا ٹائم ہوا ، ابرھہ کے لشکر میں نقارے بجنے لگے کہ تیاری کرو ، حملے کے لئے تیار ہو جاؤ ، تمام لشکر تیار ہو گیا ۔ ابرھہ نے حکم دیدیا کہ آج اسطرح حملہ کرنا کہ کعبے کا نام ونشان تک باقی نہ رہے ۔ ادھر ابرہہ کعبے کی شان اور نام ونشان مٹانے لگا ، اس نے اپنی تیاری اور منصوبہ بندی اور پروگرام مکمل کرلیا ۔ اُدھر اللہ ربّ العزت نے ابرھہ کو بلکہ ابرھہ کے پورے لشکر کو دنیا سے نیست دنابود کرنے کا ارادہ فرمالیا اور انہیں جہنم کا ایندھن بنا دیا ۔ ایک شاعر کہتا ہے کہ ؎

لشکر فوجار ، باہجھ شماروں تے نیلاں پر اسواری
دوزخ اندر جاون کارن تے کیتی جلد تیاری

جب لشکر چلنے لگا تو ابرھہ نے اپنے خاص مشیر سے کہا کہ سب سے آگے جنگی ہاتھی محمود کو آگے لگاؤ ۔ پھر دوسرے ہاتھیوں کو جو تعداد میں بیس تھے ۔ پھر پیدل چلنے والے پھر گھوڑے سوار تاکہ محمود ہاتھی اپنی بھرپور قوت وطاقت سے کعبہ شریف کو ٹکر مارے اور دوسرے ہاتھی بھی پھر مل کر اپنی بھرپور طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ، حملہ کردیں ۔ فیلبان محمود ہاتھی کی طرف آنے لگے تو لشکر ابرھہ میں سے ایک نوجوان نفیل خثعمی جو دل ہی دل میں کعبہ کی عظمت کا قائل تھا ، ابرھہ نے اس کو راستے میں پکڑ کر اپنے ساتھ ملالیا تھا وہ دوڑتا ہوا محمود ہاتھی کے پاس آیا اور اس کے کان میں کہنے لگا اے محمود یہ تیرے امتحان کا وقت ہے ۔ دیکھنا کہیں اللہ عزوجل کے گھر سے دشمنی کر کے ذلیل ورسوا نہ ہو جانا ،

اگر اللہ پاک کو راضی کرنا ہے تو خبردار خبردار کبھی کعبہ شریف پر حملہ نہ کرنا وہ نوجوان یہ بات کر کے چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد محمود ہاتھی کا فیل بان مہاوت لوہے کا بہت بڑا گرز لے کے آگیا اور محمود کو اٹھنے کا اشارہ کیا لیکن محمود اٹھا نہیں، وہ مہاوت بڑا حیران کہ آج اس کو کیا ہو گیا حالانکہ پہلے یہ مجھے دیکھتا تھا تو فوراً کھڑا ہو جاتا تھا لیکن آج کیوں نہیں اٹھتا - اس نے لوہے کے گرز مارے وہ نہ اٹھا - بڑا پریشان ہوا جب دوسرے طرف منہ کرتا ہے اٹھنے کو کہتا ہے تو فوراً کھڑا ہو گیا جب کعبہ شریف شریف کی طرف چلاتا ہوں تو نہیں اٹھتا - اس نے لوہے کے گرز مارے وہ نہ اٹھا بڑا پریشان ہو، جب دوسرے طرف چلاتا تو چلنے لگتا، اٹھنے کو کہتا تو کھڑا ہو جاتا - جب پھر کعبہ شریف کی طرف موڑا جاتا تو فوراً بیٹھ جاتا - اور ٹس سے مس نہیں ہوتا - بڑا مارا اور لہولہان کر دیا لیکن وہ ہے کہ کعبہ کی طرف قدم نہیں بڑھاتا - حفیظ جالندھری مرحوم کیا خوب فرماتے ہیں آپ سنئے ۔

حرم کی حد میں آیا ابرہہ تو رُک گیا ہاتھی
پئے تعظیم کعبہ حاضری سے جُھک گیا ہاتھی
گرا بس سجدے میں ایسا کہ پھر اوپر نہیں اٹھا
ہزار آنکس پڑے تن پر مگر یہ سر نہیں اُٹھا
یکایک ابرہہ نے مڑ کے دیکھا فوج کی جانب
حرم کی سرزمیں پر بڑھنے والی فوج کی جانب
نظر آیا قطاراں در قطاراں رُک گئے ہیں سب
تعجب اور گھبراہٹ کا ہنگامہ ہے پیش و پس
مہاوت مارتے ہیں ہاتھیوں پر پے بہ پے آنکس
پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جنبش ہی نہیں کرتے

خُدا کا ڈر ہے دِل میں آج شیطان سے نہیں ڈرتے

اسی بات کو ایک پنجابی شاعر نے یوں پیش کیا کہ ؎

پچھلے پیریں ہٹ جلئے جلدی تے ادب الہی پاروں
بیہوش ہویا مہادت کولوں تے خوف نہ کیتا ماروں

ابرھہ نے یہ سارا منظر اپنے خیمے سے دیکھ لیا، وہ بھی بڑا گھبرایا۔ جب محمود ہاتھی آگے نہ چلا تو ابرھہ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ یہ کیا کرتا ہے۔ جب محمود کو چھوڑا گیا تو وہ بڑی خوفناک چیخیں مارتا ہوا کہیں چلا گیا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کا چیخنا چلانا یہ اللہ عزّ وجل کے حضور گڑگڑا کر رونا تھا کہ مولا کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کے صدقے معاف کر دینا کیونکہ پتہ نہیں تھا، اللہ غنی!
ابراھہ نے حکم دیا کہ دوسرے ہاتھیوں کو لو اور مل کر حملہ کر دو، سارا لشکر دوسرے ہاتھی لے کر جب ابراھہ کعبہ شریف کے قریب پہنچے تو اللہ رب العزت نے حکم فرمایا جبرئیل! عرض کی یارب جلیل فرمایا دیکھتے ہو ابراھہ اور اس کا لشکر دوسرے ہاتھی ہمارے گھر کو گرانا چاہتا ہے۔ جبرئیل نے عرض کی مولا حکم ہو تو اپنی طاقت کا مظاہرہ کروں۔ فرمایا نہیں آج ابراھہ کے لشکر کو ہم تم نہیں اپنی ایک ادنیٰ سی مخلوق سے برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ پاک کی اس چھوٹی سی مخلوق کی یہ طاقت تو بڑی مخلوق کی طاقت کا کیا عالم ہو گا۔ اور اس کی کتنی طاقت ہو گی۔

ادھر ابراھہ کا لشکر کعبہ شریف کے قریب پہنچا ادھر اللہ پاک کے لشکر ابابیل پرندہ چھوٹی چھوٹی چڑیوں کا لشکر سیاہ بادل بن کر ابراھہ کے لشکر کے سروں پر پہنچ گیا۔ جب ابراھہ کے لشکریوں نے سر پر آسمان کی طرف اٹھایا تو چھوٹے چھوٹے پرندوں نے تین کنکریاں سنبھال رکھیں ہیں ایک ایک منہ میں اور دو دونوں پنجوں میں۔ ہر کنکری پر ابراھہ کی فوج کے سپاہی کا نام درج ہے۔ اللہ پاک نے حکم دے دیا تھا کہ خبردار ایک کنکر سے زیادہ کسی کو نہ لگے۔

اللہ پاک نے یہ ننھی فوج جب ابرھہ کے لشکر قریب پہنچی تو سب سے پہلے اس نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ طواف کے بعد ابرھہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئی اور اوپر سے کنکریوں کی برسات ہونے لگی ۔ خدا کی قدرت دیکھیں، ہر کنکر اسی آدمی کو لگتی تھی جس پر اسکا نام درج ہوتا تھا اور اللہ پاک نے اس مسور کی دال کے دانے کے برابر والے پتھر میں طاقت کتنی رکھی تھی کہ جس کو لگتا اس کے جسم کو چیرتا ہوا، سواری کو پھاڑتا ہوا زمین میں سوراخ کرتا ہوا تحت الثریٰ تک چلا جاتا۔ یہ پتھر زمین کے نہیں تھے بلکہ یہ معمولی پتھر پرندے اللہ پاک کے حکم سے جہنم میں سے اٹھا کر لائے تھے ۔ (معارج النبوت اوّل)

جب ابابیل پرندوں نے ابرھہ کے لشکر پر حملہ کیا تو اُن کے ہوش و حواس ختم ہو گئے، دیکھتے ہی دیکھتے ابرھہ کا تمام لشکر تباہ و برباد ہو گیا، کچھ وہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے لیکن وہ خدا کے غضب سے بچ کر کہاں جا سکتے راستے میں ہلاک ہو گئے اور جہنم کا ایندھن بن گئے ۔ آئے تھے کعبہ مٹانے لیکن خود مٹ گئے۔ آئے تھے اللہ عزوجل کے گھر کو ختم کرنے لیکن خود ختم ہو گئے۔ آئے تھے رب العزت کے بیت کو برباد کرنے لیکن خود برباد ہو گئے ۔ ابرھہ اپنے خیمے سے یہ منظر کھڑا دیکھ رہا تھا، جب وہ اپنے آپ کو اس بربادی سے بچانے کیلئے بھاگا اور اپنا سر خیمے سے نکالا تو وہ چڑیا جو اس کے خیمے کے اوپر ابرھہ کے نام کا پتھر لئے کافی دیر سے منڈلا رہی تھی جب اسے پتھر مارنے لگی تو اللہ رب العزت نے فرمایا اے ابابیل ٹھہر جا ۔ اس کو جانے دے، یہ بھی کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلو، جہاں رکے وہاں اس کا کام پورا کرنا۔ ابرھہ بھاگتا بھاگتا حبشہ کے بادشاہ کے دربار میں پہنچا اور شروع سے لیکر آخر تک کا واقعہ سنایا کہ کیسے کیسے ہوا، کیسے ننھی ننھی چڑیوں نے ہمیں تباہ و برباد کر دیا۔ نجاشی بادشاہ نے بڑے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ اتنی بھاری تمہاری

تعداد اور معمولی پرندوں نے تمہیں تباہ و برباد کردیا۔ اچھا وہ پرندے کیسے تھے ذرا ان کا حلیہ بیان کرو۔ ادھر ابرہہ حلیہ بتانے لگا اتنے میں وہ چڑیا ابرہہ کے سر پر پہنچ گئی جس کے پاس اس کی ہلاکت کا پتھر تھا۔ ابرہہ نے دیکھتے ہی کہا کہ بادشاہ یہ تھے وہ پرندے جنہوں نے ہمارے لشکر کو تباہ کیا:۔

فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ " ادھر ابرہہ نے قصہ پورا کیا فَلَمَّا اَتَمَّهٗ وَقَعَ عَلَيْهِ ادھر ابابیل نے اس کے سر پر وہ مسور کے الْحَجَر دانے کے برابر پتھر مار دیا" جس سے ابرہہ شاہ حبشہ کے سامنے ہلاک ہوگیا۔"

(تفسیر نسفی جلد ۴، تفسیر کبیر جلد ۱۴، تفسیر روح البیان جلد ۱۰، تفسیر حسینی جلد ۲، تفسیر عزیزی تفسیر نور العرفان) اسی بات کو حفیظ جالندھری مرحوم نے یوں پیش کیا ہے۔

یہ کہنا تھا کہ چھائی آسمان پر اک بدلی سی
فضا میں روشنی بھر کر دی گئی جس نے گولی سی
وہاں زیر فلک ساری فضا پر چھا گئیں چڑیاں
خدا جانے کہاں سے جمع ہو کر آ گئیں چڑیاں
یہ ننھی منھی چڑیاں تھیں ابابیلوں کا لشکر تھا
ذرا سی چونچ میں نازک سے ہر پنجے میں کنکر تھا
نہ کی جب ابرہہ نے اک ذرا بھی حرمت کعبہ
ابابیلوں نے کی آکر یکایک نصرت کعبہ
پہاڑوں کی بلندی سے گرے کچھ اس طرح کنکر
کہ چھلنی کی طرح سے چھد گئی ہو فوج بد اختر
فوجیں اور وہ ہاتھی اور ان کے ہانکنے والے
خدا کے قہر نے اک آن میں پامال کر ڈالے

یہی بات پنجابی میں کہ سے

کہن لگا سب ایسے آہے ستے اتنی بات سنائی
اُس نے اُپروں چھوڑیا پتھرتے دبر نہ کیتی کائی

یہ واقعہ ابرھہ کی تباہی والا حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت سے ۶۱۶۳ سال بعد پیش آیا، اس دن ۱۷ محرم الحرام کی تاریخ تھی اس کے ٹھیک ۵۵ روز بعد ۱۲ ربیع الاول کو نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف ہوئی۔ اس بات کی قرآن پاک نشاندھی کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: — پارہ ۳۰ سورۂ فیل،

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ ؕ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۙ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۙ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔

(آیت ۱ تا ۵ – سورت فیل)

"اے محبوب علیہ السلام کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ آپکے رب نے ھاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اللہ کریم نے ان کے مکر وفریب کو ناکام نہیں بنا دیا اور وہ یوں کہ بھیج دیئے ان پر ہر سمت سے پرندے ڈاروں کے ڈار جو برساتے تھے ان پر کنکر کی پتھریاں، پس بنا ڈالا انکو جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو"

حضرات محترم ذرا قرآن پاک کے انداز بیان کو ملاحظہ فرمائیں کہ کتنی خوش اسلوبی سے محبوب علیہ السلام کو متوجہ کر رہا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے محبوب آپ نے نہیں دیکھا؟ یہ کلام اس کو کہا جاتا ہے، یہ الفاظ اس کو بولے جاتے ہیں جس نے کوئی چیز پہلی دیکھی ہو لیکن توجہ اس طرف سے ہٹ جائے تو یہ کلام پاک رب نے محبوب علیہ السلام کو اس وقت فرمایا جب نبی کریم علیہ السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا اور اعلان نبوت فرمایا چالیس سال کی عمر شریف میں، نبوت کا آغاز تھا اللہ پاک فرما رہا ہے محبوب آج سے چالیس سال پچپن دن پہلے کی بات یاد کرو جب ہم نے

ھاتھی والوں کو ہلاک کر دیا اور پھر مزے کی بات یہ کہ پورے قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے
اکتیس ۳۱ مرتبہ اسی جملہ اَلَمْ تَرَ سے مخاطب فرمایا۔ ان تمام آیات سے تو پتہ چلتا ہے
کہ محبوب دیکھ رہے تھے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیکھے وہ جو پیدا ہو چکا ہو
جو ابھی پیدا نہیں ہوا جو ابھی فرش زمین پر آیا نہیں وہ کیسے دیکھ سکتا ہے؟

تو میرے دوستو! یاد رکھو یہ بات کہ دیکھے وہ جو دنیا میں آئے، یہ تمہارے
میرے لیئے ہے، اللہ عزوجل کا محبوب اس سے بری ہے ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم
علیہ السلام اس زمین پر تشریف لانے سے پہلے اپنے نور نبوت سے ساری کائنات کا
ملاحظہ فرما رہے ہیں وہ کیسے تو سنیئے۔! نبی کریم علیہ السلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ جب کلمہ شریف پڑھکر مسلمان ہوئے تو نبی کریم علیہ السلام بڑے خوش ہوئے
کہ میرا چچا میرا کلمہ پڑھکے مسلمان ہو گیا ہے اور جہنم کی آگ سے بچ گیا ہے۔ تو حضرت
عباس نے عرض کی آقا آپ کو تو میں بچپن سے جانتا ہوں کہ آپ نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا
کیسے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ حضور علیہ السلام آپ بچے تھے
رات کا ٹائم تھا آپ پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے تھے چاند اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ چمک
رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ چاند کبھی دائیں طرف جھک جاتا ہے کبھی بائیں طرف جھک جاتا
ہے۔ میں بڑا حیران ہوا لیکن میں نے جب آپ کی طرف دیکھا تو آپ انگلی پنگھوڑے
میں جدھر گھماتے ہیں چاند ادھر ہی چلا جاتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ ہونے والے اللہ
عزوجل کے پیغمبر بننے والے ہیں ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے فرمایا
چچا جان جانتے ہو وہ ادھر ادھر کیوں ہو جاتا تھا ـــــ عرض کی نہیں فرمایا چچا جان
میں رونا چاہتا تھا چاند میرے ساتھ کھیلتا تھا، مجھے بہلاتا تھا تاکہ میں رو نہ پڑوں ـــ
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حیران ہو گئے ـــ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا چچا یہ
کون سی حیرانگی کی بات ہے؟ ـــ

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مجھے قسم ہے اس خالق و مالک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب میں ماں کے پیٹ میں تھا تو لوح محفوظ پر جو خدا کی قدرت کی قلم چلتی ہیں اس کی آواز سنتا تھا اور جب فرشتے اور سورج اور چاند عرش عظیم کے آگے سجدہ کر کے اللہ پاک کے نام کی تسبیح بیان کرتے میں ان کی آواز بھی سنتا تھا۔

(خصائص الکبریٰ اول، البدایہ والنہایہ دوم، شواہد النبوت، نزہتہ المجالس دوم)

معزز سامعین! جو نبی علیہ السلام ماں کے بطن شریف میں رہ کر لوح محفوظ کے قلم کی آواز سُن سکتا ہے، دیکھ سکتا ہے وہ ولادت سے بچپن دن قبل کے حالات کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ جو نبی عرش عظیم سے ولادت سے پہلے تسبیح و تحلیل کی آواز سُن سکتا ہے، ہمارا ایمان ہے کہ وہ پوری دنیا کے سُنی مسلمانوں کے درود و سلام کو بھی سن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اَلَمْ تَرَ محبوب آپ نے نہیں دیکھا یعنی دیکھا تو ہے اب ذرا ادھر متوجہ ہو جاؤ اور غلاموں کو بھی بتا دو۔ یہاں کچھ گستاخانِ نبی اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے کئی مقام پر مکہ کے کافروں کو مدینہ شریف کے یہودیوں کو بھی اَلَمْ تَرَ کر کے بلایا ہے، کیا وہ بھی دیکھ رہے تھے؟ معزز دوستو۔ کافروں کے اَلَمْ تَرا اور نبی کریم علیہ السلام کے اَلَمْ تَرَ میں دو طرح کا فرق ہے، پہلا فرق یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنی زندگی میں یہ تمام منظر اپنی نظروں سے دیکھے تھے یا دیکھے نہیں تھے تو اپنے بزرگوں سے سُن رکھے تھے اور تاجر تھے جہاں جہاں اللہ عزوجل کا قہر آیا جہاں جہاں یہ واقعات پیش آئے تو یہ وہاں آتے جاتے تھے۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام نے بظاہر اپنی نظروں سے کوئی واقعہ نہ دیکھا تھا اور نہ کسی سے سنا تھا اور نہ آپ ان مقامات پر خود چل کر گئے، بلکہ اللہ پاک کی عطا سے آپ نے ولادت شریف سے پہلے نورِ نبوت سے یہ مناظر دیکھے اور ولادت کے بعد اللہ پاک نے قرآن پاک

میں اور نبی کریم علیہ السلام نے تفصیلاً بیان فرمائے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

ابرہہ کی تباہی کے بعد کا منظر

جب ابرہہ اور اس کے لشکری تباہ و برباد ہو گئے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام مکہ والوں کو مبارک باد پیش کی اور تمام کو اپنے اپنے گھر آجانے کا حکم دیا جب سارے مکہ والے واپس آئے تو ابرہہ کے لشکر کا جتنا مال تھا وہ سب مکہ والوں نے جمع کیا، دو دن تک وہ مال و اسباب جمع کرتے رہے اور آپس میں تقسیم کر لیا۔ اب جو ابرہہ کے لشکر کی جو لاشیں تھیں وہ گل سڑ گئیں اور ان سے بدبو آنا شروع ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب اپنی قوم کے چیدہ چیدہ لوگوں کو لیکر بیت اللہ شریف میں پہنچے اور رو رو کر بارگاہ رب العزت میں عرض کی مولا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے اپنے گھر کی اور ہمارے بال بچوں کی عزت کی حفاظت فرمائی ہم جتنا شکر کریں کم ہے، مولا اب یہ لاکھوں کی تعداد میں لاشوں کا ہم کیا کریں؟ مولا ان سے بھی ہمیں نجات دلا۔ ادھر حضرت عبدالمطلب نے دعا فرمائی ادھر اللہ پاک نے اپنی قدرت کاملہ سے غیب سے پانی کا ایک زبردست ریلا بھیج دیا جو سب لاشوں کو بہا کر لے گیا اور مکہ شریف کی زمین ناپاک جسموں سے پاک ہو گئی۔ اس عظیم واقعہ کے بعد مکہ والوں کے دل میں خانہ کعبہ کی عزت و احترام اور بڑھ گیا۔ مکہ کے اطراف و اکناف میں قریش مکہ کی ہیبت اور دبدبہ بڑھ گیا کیونکہ رب العالمین نے کعبہ شریف کی عزت اور ان کی عصمت کی حفاظت فرمائی تھی ـــــ اس کے بعد کیا ہوا، انشاء اللہ "ذوق خطیب" جلد دوم کا انتظار فرمائیں ـــــ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اللہ پاک، محبوب کریم علیہ السلام کی عظمت و عصمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

طالب دعا ـــــ ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی خطیب

جامع مسجد بہار مدینہ و بانی و مہتمم جامعہ شیر ربانی، بودھیال کلاں چکوال ـــــ

۲۱ رشوال بروز بدھ ۱۴۱۳ھ

قاری فیض المصطفیٰ عتیقی کی عنقریب آنے والی تصانیف

سُلطانِ مصر

المعروف مِصری واعظ

سیدنا و مولانا حضرت یوسف علیہ السلام کے مقدس حالات کا بیان،
قرآن حدیث اور کتبِ تواریخ سے اخذ شدہ مضامین۔
اردو فارسی پنجابی عربی کے اشعار سے مزین،
صفحات تقریباً ۴۰۰

نا شر

عتیقی کتب خانہ، محلہ وزیرپورہ نزد بکے والی مسجد ساہیوال، سرگودھا

قاری فیض المصطفیٰ اعتیقی کی آنیوالی لاجواب تصنیف:

سلطان الاولیاء

المعروف قادریہ واعظ

سیدنا و مولانا حضرت سید عبدالقادر حسنی و حسینی [illegible]

کے مقدس حالات جس کو پڑھ کر [illegible] گزرنے [illegible]

دیئے بغیر نہ رہے گا۔

صفحات تقریباً ۳۰۰۔

رہبرِ زندگی

مع

طبِ نبوی

مصنف لطیف

سید محمد سعید الحسن شاہ

طبِ نبوی پر آج تک بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن یہ کتاب ان تمام کتب سے منفرد ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وقتاً فوقتاً اپنے جان نثاروں کو بطور دوا اشیاء استعمال کرنے کے لیے فرمایا ان تمام اشیا کو اپنی خصوصیات کے ساتھ اس کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ اور سب سے اعلیٰ خوبی جو اس میں موجود ہے وہ یہ کہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ پر عمل پیرا ہو کر جو بدنِ انسانی کو طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بھی "حکمت" کی صورت میں درج ہیں۔

شعبہ زندگی کے ہر فرد کے لیے یہ مینارۂ نور ہے۔

خوبصورت ڈسٹ کور کے ساتھ مضبوط جلد، ایمان افروز گنبد خضرا کا عکس، آفسٹ طباعت اعلیٰ کاغذ۔

ناشر

الشفاء گلبرگ اے فیصل آباد

استاذ العلماء علامہ مولانا نور محمد صاحب قادری نقشبندی کا
نتیجۂ فکر ○ علماء، طلباء، مقررین کے لئے انمول تحفہ ○ قرآن و
حدیث، کتب تفاسیر و تواریخ سے اخذ شدہ مستند
مضامین کا خزانہ

مواعظ رضویہ

بمعہ اضافہ جدید

حصہ اوّل ، حصہ دوم

بہترین کتابت، عمدہ طباعت، اعلیٰ کاغذ، مضبوط جلد،

صفحات: حصہ اول ۵۴۴ صفحات: حصہ دوم ۶۲۰

ناشر: مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے فیصل آباد فون: ۶۲۰۵۶
گنج بخش روڈ لاہور فون: ۲۱۳۱۹۱

عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

گرانقدر تحفہ

جگمگ جگمگ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف ، مولانا محمد حسین ساجد الہاشمی

اس کتاب میں مصنف نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے لفظی، معنوی اور رُوحانی محاسن کو اُجاگر کیا ہے۔ محدثین، مفسرین اور اہل تحقیق نے اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو اسرار و معارف بیان کئے ہیں۔ اس کتاب میں انہیں یکجا کر دیا گیا ہے۔ اُردو زبان میں اس موضوع پر منفرد کتاب ہے۔ بہترین کتابت، روشن آفسٹ طباعت، عمدہ کاغذ اور مضبوط جلد مناسب سائز میں

ناشر: مکتبہ نوریہ ... اے فیصل آباد

626046